

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ ایک ایسا نثر ہے کہ کوئی چاہے اسے اپنے آپ کے لیے لکھ دے یا دوسرے کے لیے

خواب حیرت

جن کو

منشی احمد شیعہ صاحب نے لکھا ہے اور صاحب پٹی کشنہا درویش نے

پنجاب صنف ثبوت واجب الوجود حافظ احمدی - تہذیب احمدی -

پویشکل مضامین - درمقناکتہ - - وغیرہ

نے تصنیف کیا

اور

حسب ماشرمالی جناب ڈاکٹر شیخ نفیس الدین صاحب

سہ سہ مرتبہ منشی احمدی نے پنجاب

منشی سراج الدین پیرزادہ مطابع ریاست سرگودھا

سرگودھا پرنٹنگ مین چھاپا کیا

اِنَّا هُنَا نَشَاءُ لَكَ الْخَالِدِيَّةَ سَيِّدَا رَسُوْلِ الْاَلَمِيَّةِ

یا ایک یاد کر کہ جو کوئی چاہے اسے اپنے رب کی رضا سے ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے اللہ عزوجل سے (۲۹)

خواب حیرت

جس کو

منشی احمد شفیع صاحب سرشت دار محکمہ صاحب پٹی کشنربا در را ولپنڈی
پنجاب صنف ثبوت واجب الوجود - حافظ احمدی - تبریز احمدی -
پولینکل مضامین - ورفیق تالکندانی - وغیرہ
نے تصنیف کیا

اور

حسبہ مالش عالی جناب ڈاکٹر شیخ فضل الدین صاحب
سائنس سرجن ضلع کجرات پنجاب

منشی سراج الدین سپرنٹنڈنٹ مطابع ریاست سرسوت

سرسوت پرینٹنگ مین چھاپہ کیا

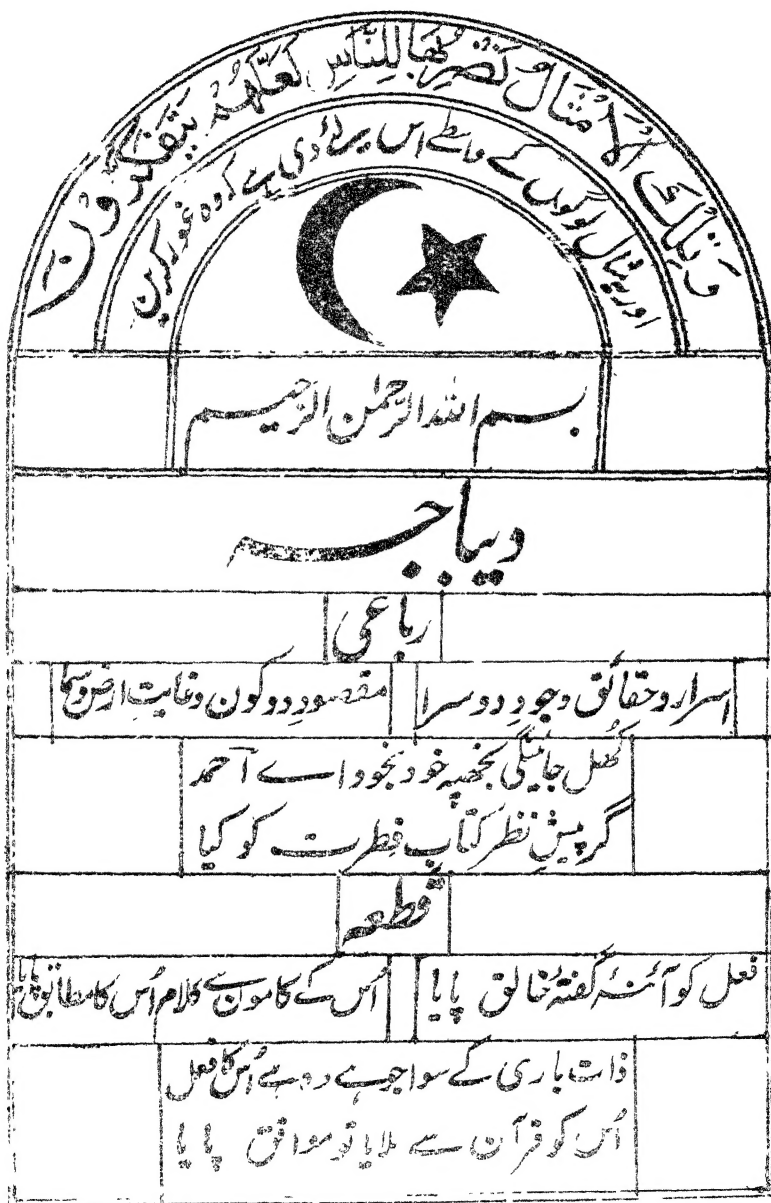
ضروری التماس

کتاب کے خاتمہ پر جو غلط نامہ ہے قبل از مطالعہ اس کے مطابق غلط کتاب درست

کتاب یکم من تصنیفات مصنف

| نمبر | نام کتاب | کہاں سے مل سکتی ہے | قیمت |
|------|--|---|------|
| ۱ | ثبوت وجہ الوجود | سرور گزٹ ناہن | ۱ |
| ۲ | حافظ احمدی برٹل فلاسفی حصہ اول | پنجاب یونیورسٹی | ۹ |
| ۳ | تبر عیاحدی - (مشروبات کو ٹھنڈا کرنے کی سینیٹیفک ترکیب) | ایضاً | ۴ |
| ۴ | پولٹیکل مضامین | سرور گزٹ ناہن | ۱۲ |
| ۵ | خواب حیرت - (اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر) | سید احمد خان بہادر بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ - سرور گزٹ ناہن - مخود مصنف - ڈاکٹر فضل الدین صاحب - اسٹنٹ سحرین گجرات | ۶ |
| | ایضاً کم درجہ کے کاغذ پر - | ایضاً ایضاً | ۷ |

محصول ڈاک برائے نمبر نیم آء۔ برائے نمبر ایک آء۔ ۱۔ نمبر ۳ و ۴۔ یک
برائے نمبر ۵ دو آء۔



حمد اس ذات باری کو زیبا ہے جس کا فعل اور قول دونوں مطابق ہیں ات باری کے سوا جملہ کائنات اس کا فعل ہے۔ اپنے دوستوں سے جو کچھ اُس نے کہا وہ اس کا قول ہے وہ اخیر میں اپنے حبیب احمد مصطفیٰ صلعم کے ساتھ ہم زبان ہوا۔ اور اس کے اس آخری کلام معجز نظام کا نام قرآن ہوا۔

اس کے فعل (صفت) سے اس کا نشاء اس کی مراد اس کا مقصود ظاہر ہوتا ہے۔ خود نیچر یعنی صحیفہ فطرت پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میرے ہر شے میرے ہر نقطے میری ہر سطر میرے ہر ورق پر میرے مصنف کا نشاء کندہ ہے۔ دیدہ بنیا اور چشم بصیرت کے ساتھ معافی اور مطالب پر غور کرو تو تم کو دریافت ہو جائیگا۔

جوشائے ایزدی فطرت اللہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے وہی اس کے کلام معجز نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے بعض موقع پر ایک دوسرے کا مفسر ہے یا ایک مجمل ہے تو دوسرا مفصل ہے۔

جس طرح صحیفہ فطرت زبان حال سے اپنے مطالعہ کی ترغیب دے رہا ہے اسی طرح اس کا کلام بھی نیچر فطرت اللہ کے مطالعہ کی ترغیب دے رہا ہے چنانچہ اس کے کلام میں آیا ہے۔

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى الْاٰنْبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَآلِی السَّمٰوٰتِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَآلِی الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ
ترجمہ: چنانچہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ انبیل کی طرف وہ

| | |
|---|--|
| <p>کس طرح پیدا کیئے گئے اور آسمانوں کی طرف وہ کس طرح بلند کیئے گئے اور پہاڑوں کی طرف وہ کس طرح نصب کیئے گئے۔ اور زمین کی طرف وہ کس طرح بچھائی گئی۔ جو حقائق و معارف ارض و سما و مافہما پر غور کرنے سے منکشف ہوتے ہیں ان کا لطف ایک عاشقِ فطرت اللہ زحیری ہی خوب جانتا ہے۔</p> | |
| <p>قدر این بادہ ندائی بخدا تا نہ چشتی</p> | |
| <p>جنگو اس چاشنی کی خیر ہوئی ہے۔ وہ اب تک چٹخارے بھر رہے ہیں۔</p> | |
| <p>زبانِ پیار خدا یا یہ کس کا نام آیا تو کہ میرے لفظوں نے بوسے تیری زبان کیلئے</p> | |
| <p>اور وجد میں آ کر یہ ترانے گارہے ہیں۔</p> | |
| <p>برگ و رخسارِ بنبر و نظرِ ہوشیار</p> | <p>ہر بے دفتر ہے معرفتِ کر و گار</p> |
| <p>ع۔ ہر پتہ میں ہے پست۔ اُسی کا</p> | |
| <p>ع۔ ہر پھول میں تیری رنگتِ بو ہے</p> | |
| <p>ع۔ ہر رنگ میں شراب ہے تیرے ظہور کا</p> | |
| <p>رباعی</p> | |
| <p>ہر برگ سے قدرتِ حق پیدا ہے سینہ ہے بشر کا وہ محیطِ ذخرا</p> | <p>ہر پھول سے صنعتِ صمد پیدا ہے ہر ایک نفس سے جُذروں کا حیدر ہے</p> |

۵۔ منشاء و مُراد و حکم و مقصود خدا

(۱) نیچر پر غور کرنے سے۔ (۲) کلامِ ربّانی پر غور کرنے سے۔
 (۳) دونوں کو مطابق کرنے سے۔ (۴) ایک کی دوسرے کے ساتھ تفسیر کرنے سے۔
 (۵) ایک محل کی دوسرے کے ساتھ تفصیل کرنے سے۔
 دریافت کرنا ہر ذی عقل پر فرض ہے اور جب وہ اس طرح دریافت ہو جائیں تو
 اُن پر کاربند ہونا بھی ہر ذی عقل کا کام ہے کہ عقل اُس کو اسی واسطے دی گئی ہے
 اور وہ اسی واسطے خلیفۃ اللہ بنجواسے۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

اور اُسکی صورت پر بصدّق

خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَىٰ صُورَتِهِ

بنایا گیا تھا اور اسی باعث سے وہ اور وہی سے اشرف و ممتاز ہوا۔ اور وہی کو
 اور سب کچھ ملا تھا۔ ہاتھ پر۔ کان۔ ناک۔ آنکھ۔ مگر یہی عقل نہیں ملی تھی۔ اُس نے سمجھوں
 کے رد برویہ امانت پیش کی تھی مگر کسی کو اُس ذمہ داری کی برداشت کی جرأت
 نہ ہوئی اُٹھایا تو اسے حضرت انسان نے اُٹھایا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَلْفَقْنَ مِنْهَا

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ۔ ہر آئینہ پایش آور دیم امانت را بر آسمانها و بر زمین بر کوہا
پس قبول نہ کردند کہ بردارند آنرا و ترسیدند از ان و بدو داشت

آن را آدمی ہر آئینہ دی ہست ستمگار نادان
حافظ نے بھی اس شعر میں اسی امانت کی طرف اشارہ کیا ہے :

آسمان بار امانت نہ توانست کشید
قرعہ فال بستام من دیوانہ زدند

ایسی اعلیٰ ہستی کے واسطے راحت کو نین موجود دارین کے مرکوزِ خاطر تھی وہ
راحت کو نین اس طرح حاصل ہو سکتی تھی کہ انسان اُس کا منشاء و مقصود بقدرِ طاقت
بشری دریافت کرے اور جب وہ دریافت ہو جائے تو حتی الوسع اُس کے موافق
اپنی زندگی بسر کرے :

جب اُس کا یہ مقصود تھا تو اُس کے حامل کرنے کے واسطے اُن نے سہولتیں
بھی مہیا کر دی تھیں نہیچر فطرت اللہ خود بشر کے اندر اور باہر لگے اور چھپے۔ اور ادر نیچے۔
دائیں اور بائیں موجود تھی اُس کے کلام معجز نظام کا مظننہ ہر چار سو سے بلند تھا۔
اُس کے منشاء و مراد کی تحقیقات بڑے بڑے اصول سے شروع ہو کر چھوٹی چھوٹی
باتوں پر منتہی ہوتی ہے اور انسان کامل وہی سمجھا جاتا ہے جو بڑے بڑے
اصول سے لیکر چھوٹی چھوٹی باتوں تک اُس کے منشا کی پیروی کرے۔
لسا اوقات انسان اُس کے منشاء و مقصود کی تحقیق اُن طریق اور ذرائع سے

کرنی بھول جاتے تھے جنکا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ وہ واسطے اپنے کس خاص بندے کو اپنے منشا و مقصد کی تحقیق کی تجدید کے لیے بھیج دیتا تھا اسکو اسان شرع میں پیمبر اور اصطلاح حکمت میں انسان کامل کہتے تھے۔

سب سے اخیر اُس نے اس کام کے واسطے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلعم کو بھیجا۔ یہی پیمبر فطرت اللہ کا سب سے بڑا محقق تھا۔ اُس نے موجودات عالم پر اور اُس کے باہمی تعلقات پر اور اُن تعلقات سے جو نتائج حقیقہ پیدا ہوتے ہیں اُن پر غور اور فکر کی ہدایت کی۔ اُس نے ہکوتا یا کہ موجودات کی صنعت اُس کے صانع پر کس طرح دلالت کرتی ہے اور جس قدر کامل اور زیادہ علم صناع کا ہکوتا حاصل ہوتا ہے اُسی قدر صانع کی معرفت کامل ہوتی ہے اور خدا کی خدائی پر زیادہ یقین آتا ہے۔ غور کرنا اس آیت پر اور سوچو کہ امین کیا ہدایت ہے

اَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ اَۤیْ لَہُمْ رِزْقٌ مِّنْ اللّٰهِ مِمَّنْ شَبَّہَ

ترجمہ کیا نگاہ نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کے اور

جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز۔

یہ محقق نیچر فطرت اللہ ان بندشوں کے توڑنے کے واسطے آیا جو پیمبر فطرت اللہ پر لوگوں نے باندھی تھیں۔ وہ کوئی نئی بندش فطرت اللہ یعنی نیچر پر خدا کے دین پر باندھنے نہیں آیا تھا۔ اُس نے قیدیوں کی ہتھکڑیوں اور سیریلوں کو توڑا اور کوئی نئی ہتھکڑی اور سیریل نہیں ڈالی۔ اُس نے پورا حق آزاد کیا۔

نیچر (فطرت) کے موافق لوگوں کو دیا اور اُسی کو اُنکا دین بلکہ خدا کا دین بتایا
پڑھو اس آیت کریمہ کو:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ
عَلَيْهَا لَا تَبَدِيلَ لِمَخْلُوقِ اللَّهِ ذَلِكَ دِينُ الْقِيمِ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ - سیدھا کرنا پنا سنھ خالص دین کے لیے جو نیچر (فطرت اللہ)
خدا کا ہے جس پر لوگوں کو بنایا ہے۔ خدا کی پیدائش میں کچھ تبدیل
نہیں ہے یہی ستھکم دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اُسکے آنے سے پیش ازات باری اور توحید باری کے بارہ بن شک شبہ پڑ گئے تھے کوئی
کہتا تھا خدا کوئی ہے ہی نہیں کوئی کہتا تھا غدیر ابن تد ہے کوئی کہتا تھا مسیح ابن شد ہے کوئی
وہ خدا ماننا تھا کوئی تین کوئی تین سو ساٹھ بت پوجتا تھا کہیں لاکھوں دیوی اور
دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ اُس انسان کامل نے نیچر (فطرت اللہ) سے ہند لال
کر کے ذات و صفات باری اور توحید باری ایسی خوبی سے ثابت کی کہ وحدانیت کا
آفتاب اگرچہ عرب سے طلوع ہوا تھا مگر اُسکی کرنوں نے تمام عالم کو روشن کر دیا
اور دنیا میں ایک سے دوسرے تک توحید کے انوار چمک گئے اور
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کی روشنی پھیل گئی۔

اُس روشنی سے اگرچہ سارا عالم مستفید ہوا تاہم بہت سے آدمی ایسے باقی رہ گئے

جنھوں نے باوجود استفادہ کے اُس آفتاب عالمتاب کی تصدیق نہیں کی جس سے یہ روشنی نکلی اور پھیلی تھی۔ ایسوں کو بخیر نامشکرے موحّدین کے اور کیا کہوں!۔
اس مہر جہان افروز کی آل اطہار و اصحاب کبار نے بھی اس نور موفور سے نہراون مشعلین ہدایت کی خلق اللہ کے واسطے روشن کین رضی اللہ تعالیٰ عنہم!۔

۱۔ ایسے اشخاص بھگت کبیر بابائناںک۔ رام موہن راسے۔ بابو کیش چندر سین۔ اور دیا تہد سوامی ہو گزرے ہیں۔

جو آفتاب توحید عرب طلوع ہوا اُسے ان بزرگوں کے دلوں کو بھی توحید کی روشنی سے کسی قدر منور کیا لیکن اگر یہ اسکا اعتراف نہ کریں تو بخیر نامشکرے موحّدین کے انکو کیا کہا جائے۔
بھگت کبیر کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے مگر اُنکے بھجن عینہ بیدہ پورب کے شتور دن کو نایک خوب یاد چلے آتے ہیں۔

بابائناں کی کتاب موجود ہے اُسے آدھ گرتھ کہتے ہیں۔ جو الحاق اس کتاب میں بعدہ گو گوروں کی جانب سے ہوئے ہیں انکو انت گرتھ کہتے ہیں قوم سکھ ادھ اور انتھ گرتھ کی قائل ہے
رام موہن راسے بنگالیوں میں شاید سب سے پہلے وہ انگریزی قائل متبحر ہو گزرے ہیں جو توحید کے قائل ہوئے تھے۔ انھوں نے ملک انگلستان میں وفات پائی۔

بابو کیش چندر سین بھی انگریزی کے بڑے جید عالم تھے۔ جو فرقہ بنگالیوں میں برہمن کا وجود نکلا ہے وہ اُس کے پیشو تھے جو پچھلے پاپو صاحب نے زبان انگریزی انگلستان میں ہی تصنیف کی قائل ہیں انکو اس جہان گذشتی و گذشتی سے رخصت ہوئے چند ہی سال گزرے ہیں۔

اُسکے اور نیک بندے بھی اور ون کے لئے چراغ ہدایت ہوے۔ رحمتہ اللہ
 علیہم اجمعین اور اسی واسطے خدا نے ان سب کے حق میں فرمایا ہے
 كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
 بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
 ترجمہ۔ تم سب امتوں سے جو لوگوں کے لئے پیدا ہوئے ہیں
 بہتر ہو اچھی بات کرنے کا حکم دینے ہو۔ بُری بات سے منع
 کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

ان نیک بندوں کے ظہور کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا جب کبھی کسی
 سبب سے فطرت اللہ کے کسی شعبہ میں امت محمدیہ نے غلطی کھدائی خالقِ نیک
 مخلوقانند سوامی ہندو دن میں پہلے افارہ مصلح الدین) تھے جنہوں نے بُت پرستی سے منہ موڑا
 اور توحید سے رشتہ جوڑا ان کی دُنات، لوہی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے انکے نہیں تعلیم سے
 سہرا اہل ہندو نے بُت پرستی سے توبہ کی اُنکے پیرو کج کل آریا کھلائے ہیں کج کل کے گریزی
 تعلیم یافتہ ہندو اسی فرقہ میں علی العموم شامل ہیں۔

دیوانند سوامی باوصف اقرار توحید کے مادہ کو قدیم مانتے تھے اور تنازع روح کے بھی قائل تھے
 جب ان دو باتوں کو مانا جائے خاص کر یہ کہ مادہ آئن واحد میں خدا کے ساتھ ازل سے موجود
 تو توحید ناقص ہو گئی شاید اس نقص کا باعث ہو کہ سوامی جی نے اُس آفتاب عالم تاب کی نصیحت
 نہیں کی تھی اسی سے توحید ادھوری رہ گئی۔ فافہم و تدبر من مضت۔

رفا مصلح الدین و مجدد پیدا کر دیے اور انھوں نے فطرت اللہ کو غلط اوہام کی
آئینہ نش سے پاک کر دیا۔

ہمارے موجودہ زمانے میں بھی فطرت اللہ ان غلط اوہام کی آئینہ نش بہت کچھ
ہو گئی تھی مگر خدا کا شکر کہ ہمارا زمانہ بھی مصلح الدین یا مجدد کی ذات بابرکات سے
محروم نہ رہا ہمارے اس زمانہ کا مصلح الدین یا مجدد اُس کے حبیب کا نواسہ
سید احمد ہے اُس نے اپنے نانا کی سنت پر چل کر فطرت اللہ کے چہرے
غبار پاک کیا اور سارے عالم کو دکھا دیا کہ فطرت اللہ (اسلام) ہی ایسا دین ہے
جس کے چہرے پر کوئی داغ نہیں ہے۔

اسلام ذات خود ندارد عیب | عرب کہ بہت در سلما فی بہت

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
ہدایت بجانب اللہ کے ذریعے یہیں محدود و نہیں ہو جانے وہ بے شمار ہیں
تبعہ اُنکے ایک ذریعہ ہدایت کا امم سابقہ کے تاریخی حالات ہیں چنانچہ فرمایا ہے

مَنْ نَقَضَ عَلَيْهِ أَحْسَنَ الْقَصَصِ يَمَّا وَحَيْنَا إِلَيْكَ
هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ

ترجمہ ہم تجھے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس واسطے
کہ بھیجا ہے تیری طرف یہ قرآن اور اس سے پیشتر تو البتہ
بے خبروں میں تھا

اور شل مشہور ہے کہ ٹو

فَصَلُّوا وَلِیْنَ مَوَاعِظِ الْاٰخِرِیْنَ

ترجمہ۔ اگلوں کے حالات کچھلوں کے لیے پند و اندرز کے ذخیرہ ہیں۔
چنانچہ جو کوئی ائمہ سابقہ کی ترقی و تشرل کے سبب پر غور کرتا ہے بیشک
اُسے عبرت اور ہدایت کے واسطے اُن سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔
اس کے سوا خود ہماری قوم کے تاریخی حالات کم عبرت انگیز نہیں ہیں۔
ماوراءِ این بہ ہادی مطلق کبھی کبھی اپنے بندوں کو سوتے جاگتے اُن کی
حقیقت حال پر بلا واسطہ تنبیہ کر دیتا ہے اور وہ اُس سے عبرت پکڑ کر اپنا حال
وقال اُس کے منشا کے موافق کر لیتے ہیں۔

ہمارے واقفون میں مولوی اسلام اللہ خان صاحب کے ساتھ بھی
یہی ماجرا گذرا۔ اُنکو ایک دن خواب میں اُنکے حال پر تنبیہ ہوئی۔ وہ جاگے تو
ساری سرگزشت حاضرین کو کہہ سنائی۔ اُنکے خواب سے حیرت ہوتی تھی۔
اس واسطے میں نے اُنکے خواب کا نام۔

خواب حیرت

رکھا۔

اُنکا خواب ایسا حیرت خیز اور عبرت انگیز ہے کہ مجھے اُسید ہے کہ جس طرح
اُس سے مجھے فائدہ ہوا ہے اُسی طرح سُنتے اور پڑھنے والوں کو فائدہ ہوگا۔

بیشیطکیہ وہ اسے غور سے سنیں یا پڑھیں اور اپنے حال کو مولوی صاحب کے
حال سے مطابق کر کے دیکھیں۔

اگرچہ اس خواب کے بیان میں اختصار مد نظر رہا ہے تاہم حتی الوسع مطلب
فوت نہیں ہونے دیا۔ اگر میں شرح اور بسط کے ساتھ یہ خواب لکھتا تو عمر بھر ختم
نہ ہوتا اور مجھے یہ کہنا پڑتا۔

دفتر تمام گشت و بیابان رسید عمر

ماہ چھان در اول وصف تو مازہ ایم

اس اجمال کی ایک خاص وجہ اور بھی تھی۔ ایک انجمن اسلامیہ کے ممبرین
نے مجھے ارشاد کیا تھا کہ میں انکی انجمن میں ایک لکچر دوں مجھے اسوقت یہ خواب
مولوی اسلام اللہ خان صاحب کا مازہ تازہ یاد تھا اسی کو میں نے اپنے طور پر
اپنے روزمرہ کے موافق انجمن سنا دیا۔ اُسکے سنتے میں بھی سامعین کو اپنا
بہت سا گرائیہ وقت صرف کرنا پڑا۔ اگر میں اسے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ سناتا
تو ایک لکچر کی حد سے بڑھ جاتا اور طلبہ واحدین ختم ہوتا۔

سامعین نے اسے سنکر میری توقع سے زیادہ پسند کیا اور یہ استدعا بڑے
اصرار کے ساتھ کی کہ پبلک کے فائدے کے واسطے یہ ضرور چھپوایا جائے۔

اگرچہ میرا ایسا ارادہ نہ تھا مگر بقول سعدی
”آزردن دل دوستان جہل ست و کفارہ ہمین سل“

اسکے ارشاد کی تعمیل پر راغب ہوا۔

باوصفیکہ یہ رسالہ مختصر طور پر لکھا گیا ہے تاہم مجھے امید ہے کہ یہ اور
طبع آراءؤں کے لیے (Round world) گراؤنڈ ورک (معنی ڈھانچہ) کا
کام دیگا۔ اور وہ چاہینگے تو جن امور کا یہاں مختصر طور پر ذکر ہوا ہے ان میں سے ہر امر پر
جدا گانہ آرٹیکل لکھیں گے۔

اگر مجھے فرصت نہ یاری دی تو شاید میں ہی اس طرف توجہ کر دوں۔
آج کل تو اس دیباچہ پر نظر ثانی کرنے کی فرصت بھی مشکل سے میسر ہوئی ہے۔

فکرِ معاش خوفِ خدا جزایا دیہندگان

تھوڑی سی عمر میں کوئی کیا کیا کرے

بیان مذکورہ بالا سے ناظرین کو واضح ہو گیا ہوگا کہ کس غرض سے اور کس موقع پر
میں نے یہ رسالہ لکھا تھا۔ یہاں میں اس قدر اور گزارش کرتا چاہتا ہوں کہ میں نے
دنیاوی نفع کی غرض سے یہ رسالہ نہیں لکھا ہے نہ میں اپنی محنت کا صلہ کسی
سے چاہتا ہوں۔ لیکن جو کچھ میں نے لکھا ہے اگر اُس سے میری قوم کے ایک
متنفق میں بھی قومی ترقی کا جوش پیدا ہوا اور وہ اپنے غلط ادہام پر مطلع ہو کر فضا
ازدی کی مطابقت اسکے کام اور کلام میں ڈھونڈھے تو میں سمجھوں گا کہ میری
محنت رائگان نہیں گئی۔

میں اپنی قوم کے سواے اور قوموں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ رسالہ

۱۴
 بالخصوص مسلمانوں کے فائدے کے واسطے تحریر کیا گیا ہے تاہم ذہنی تغیر و تبدل
 سے ہر قوم کا آدمی جو نچرل مذہب کا حامی ہے اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔
 خدا جانے میری قوم کے بعض اشخاص حالات دنیا سے بے خبر و اپنے حال سے
 غافل اس رسالہ کو پڑھ کر کیا سمجھیں گے اور واللہ اعلم وہ اسکے مصنف کو کیا کیا پرہیز
 نہ کیے ہیں ایسوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان پر رحم کرے اور ان کی آنکھیں کھولے۔
 مجھے سوہ لاء سے خوف نہیں ہے۔ میرا معاملہ میرے خدا کے ساتھ ہے وہ ہر
 کی نیت اور دل کے خیالات جانتا ہے مجھے امید ہے وہ میری نیت کے موافق
 مجھے چل دیگا جو کچھ مجھے خوف ہے وہ یہ ہے کہ بعض کے لیے یہ ٹھوکر کا باعث
 بنو مگر اس میں میرا اختیار نہیں ہے۔

بُصِّلَ بِهِ كَثِيرًا وَكُنْهِيَ يَٰ يَه كَثِيرًا
 وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
 وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

الع
 المفتقر الى الله الرضيع احمد شافع۔

نہ نچرل مذہب بن حنیفا کہتے ہیں جسے دوسرے لفظوں میں فطرت اللہ بھی کہا جاتا ہے چنانچہ کچھ آیہ کریمہ
 فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي ظَهَرَ النَّاسُ عَلَيْهَا إِلَى آخِرِهِ

خواب حیرت

ہمارے واقفوں میں ایک مولوی اسلام اللہ خان بہادر ہیں قوم کے وہ عرب ہیں نسب کے وہ سید نجیب الطرفین ہیں۔ پیرزادہ ہیں مولوی ہیں حیثیت کے سید امیر ہیں نواب ہیں عمر انکی ادھیڑ سی ہوگی بد شعور سے تا دم حال ان کو دنیا میں مصروفیت رہی ہے۔ بڑے صالح ہیں بڑے پاک باز ہیں ان کے واسن پاک پر فرشتے نماں پڑھتے ہیں انکے زہد اور ورع پر ملائک کو حسد ہوتا ہے پانچون وقت کی نماز کے علاوہ انکا اشراق اور تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوا اور وظائف و درود خوانی اور ختم خواجگان انکے شعار روزمرہ میں سے ہے۔ وعظ و نصیحت اور کلمہ شتگان کو چھ ضلالت کی ہدایت بھی انکار و زمرہ کا کام ہے کوئی بشر ایسا ہوگا جسے انکا وعظ و نصیحت سن کر سر نہ دھنا ہوگا نہ رونا بند سے خدا کے ہر روز انکی خدمت میں تعلیم و تلقین کے لئے آتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں انکی نظر توجہ سے قلب پر وہ اثر ہوتا ہے کہ لوگوں کا دل ہی جانتا ہے علم اشراق اور علم وحائیات میں وہ یدِ طولی رکھتے ہیں کہ میڈم بلیوٹسکی اور کرنل الکاٹ انکے آگے طفلستان ہیں

فلاطون طفلکے باشد دیوانے کہ من دارم
بسحا رشک می دارد ز دربانے کہ من دارم

انکا جسد اطہر مسموم نریم کا قوارہ ہے رات کو شب بیداری صبح کو مراقبہ اور فراغت کے وقت مجاہدہ انکی عادات میں سے ہے بہت سے چلے بھی کھینچے ہیں عملیات علوی پر بھی قادر ہیں انکے حلقہ کے مرید بھی صاحب تاثیر شمار کیے جاتے ہیں قال اللہ وقال رسول کے سوا انکی محفل میں کوئی اور ذکر نہیں ہوتا انکے حلقہ میں مہو حق کے سوا کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی۔ دست بکار و دل پیار سفر و وطن خلوت و اجتماع انکے مقولے ہیں تقدس انکی صورت سے نمایاں ہے۔ محراب انکے ناصیہ پر عیان ہے۔

سَيِّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ

انکی شان میں ہے۔

عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ

کے وہی مصداق ہیں۔ امر بجالانا نہی سے پرہیز کرنا انکی طبیعت کا خاصہ ہے۔ سچ پوچھو تو سچ مجھ کے ولی معلوم ہوتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ خلقت انکو ایسا ہی کہتی ہے۔ اور ہم بھی انکو ایسا ہی خیال کرتے ہیں پڑ

زبانِ خلق کو تقارہ خدا سمجھو

پر ہمارا عمل ہے۔

مولوی صاحب ابتدا سے امیر نہ تھے۔ اُن کا طالب علمی کا زمانہ دہلی میں عسرت سے گذرا۔ ہزار طرح کی مصیبت جھیل کر انھوں نے تحصیل علم کی۔ اُنکے ساتھ کے طالب علم ہنوز جو تیان چُٹاتے پھرتے ہیں۔ بہت سے فتچوری کی مسجد میں بنی زناں اور شذنی سبیل اللہ کی روٹیوں پر گذار کرتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب کی تقدیر علم کی دولت کے ساتھ دنیا کی دولت بھی لکھی تھی اس واسطے اُسکے حاصل ہونے کے اسباب بہت سہولیت سے پیدا ہو گئے۔ لیکن باوصف اس ثروت کے مولوی صاحب نے وعظ و تلقین نہ چھوڑا۔ جہاں جسے بلایا اسکو نپہ داند زب سے مالامال کیا۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے نواب الامام الدین خان صاحب نے شام کے وقت مولوی صاحب کو بلوایا اور تمام شہر میں شہر کرادیا کہ مولوی صاحب ہمارے مکان پر وعظ کہیں گے جسے سُننا ہو آوے

صلائے عام ہے یا ران کتہ رس کے لئے

پس نگر ہزاروں زن و مرد مولوی صاحب کا وعظ سننے کے واسطے گئے یہ ہرچیز نہ تھی یہ خبر سنکر وہاں پہونچا مولوی صاحب کا وعظ حقیقت بہت پُر تاثیر تھا۔ اُس کی برکت سے سیکڑوں زن و مرد نے بدعت اور بد رسوم سے توبہ کی۔ بہت سے مرد و عورت نے کمال خلوص سے بیعت بھی کی عشا کے بعد مولوی صاحب واپس آئے بعد نماز مجلس امین گئے تھوڑی دیر سوئے پھر اُٹھ کر عبادت میں مشغول ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ قَلِيلٌ لَا قَلِيلًا نِصْفًا أَوْ أَقْصَى مِنْهُ قَلِيلًا

پر عمل کیا۔

مولوی صاحب کی باتیں جو مجھے بھائیٰں اس واسطے مولوی صاحب کے
چھپے سایہ کی طرح میں بھی ہو لیا۔ اگر وہ عجب کا حلقہ بنو سیرے کان میں نہیں
پڑا تھا، ہم مجھے انکی حلقہ گبوشی سے فخر تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ مولوی صاحب نوم قلیل سے بیدار ہو کر تمام شب عبادت میں
مصروف رہے صبح کو نو رک کے بڑکے حاضرین کو نماز پڑھائی پھر حسب دستور مراقبہ میں
مشغول ہوئے۔ تھوڑی دیر مراقبہ کیا ہو گا کہ مولوی صاحب چونک پڑے اور
ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ میری نظر جو انکے چہرے پر جا پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ چہرہ
اُترا ہوا ہے مسخ پر ہوا نیان اُڑ رہی ہیں۔ سخت گھبرا گئے ہوئے ہیں۔ ہنسنے
ہیں۔ مضطرب ہیں۔ دل اُن کا بہت عجیب ہے۔ انکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے
ہیں اور قریب ہے کہ مولوی صاحب ڈاڑھ میں مار مار کر رونے لگیں مولوی صاحب
کا یہ حال دیکھ کر مجھے سخت حیرانی ہوئی پہلے تو کچھ دیر ششدر سا رہ گیا۔ آخر ششدر
رہ گیا۔ بے اختیار یہ شعر زبان سے نکل گیا۔

کس کے غم میں ہوئی اے شخص یہ حالت تیری

رونا آتا ہے مجھے دیکھ کے صورت تیری

لے ترجمہ۔ اے مجھ کو مارنے والے کھڑا رات کو گر کسی رات۔ ادھی رات یا کم کہ تھوڑا سا

مولوی صاحب بولے۔

”بھائیو سنو جیسا میں زرا ہمدرد متقی۔ پرہیزگار تارک لذت با قبول حاجی

چو فقر اندر قباے شاہی آمد | از تذہیب علیہ اللہی آمد

شہک بامور عقبی خاشع خاضع ہوں تم سب جانتے ہو عیان راجہ
حاجت بیان ابھی جو میں مراقبہ میں گیا اس غرض سے کہ۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار | جب ذکر گردن مجھ کا کی دیکھ لی

تو ایک شکر خواب کی سی حالت مجھ پر طاری ہو گئی اُسی خواب کی
حالت میں درِ لاہوت مجھ پر وا ہو گیا اور دیکھا تو یہ دیکھا۔

مکانے بود خالی از مکان نیر | نہ تن محرم بود آنجا و جان نیر

ابھی اس سیر لاہوتی سے میں سیر نہیں ہوا تھا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص
سامنے سے چلا آتا ہے اسکی وضع نیاریوں کی سی تھی دھونکنی آسکے ایک کندہ
پر پڑی ہوئی تھی سندان اور تھوڑا دوسرے کندھے پر لٹک رہے تھے
تیزاب کی شبیشیان ہاتھ میں تھیں اور ہباب ایک تھیلہ میں بھرا ہوا تھا جو اسکے
سر پر رکھا ہوا تھا۔ ایسے شخص کا عالم لاہوت میں پہنچنا مجھے تعجبات سے معلوم
ہوا۔ میں سمجھا کہ سوائے کالمین کے ایسے ولیوں کی رسائی یہاں نہیں ہوتی
تو پھر یہ آیا تو کیونکر آیا۔ میرے دل میں اس خیال کے آتے ہی ہاتھ نے
مجھے جواب دیا کہ ”یہ کالمین کا کھوٹا کھڑا بچا کرتا ہے“ تب میں چپ ہو گیا اور

تھوڑی دیر ڈر کے مارے کچھ بول نہ سکا مجھے اندیشہ ہوا کہ سبادا کہیں یہ میرا بھی کھوٹا
 کھرا جانچنے لگے تو پھر سب قلعی کھل جائے۔ آخر پھر جب میں نے اپنا دل ٹٹولا تو وہ
 ہمت نہ ہیا معلوم ہوا کہ میں مجھے کچھ غل و غش کی آمیزش دکھائی نہ دی تبت میں نے
 اپنے دل میں کہا کہ بے شک یہ میرا کھوٹا کھرا جانچ لے۔ اس میں سب کھرا ہی کھرا
 پائے گا۔

”ہر کر احساب پاک است از محاسبہ چہ پاک“

توپاک باش برادر مدار از کس پاک
 زند جامہ ناپاک گا ذرا ن بر سنگ

ان خیالات سے قوی دل ہو کر میں نے اُس شخص سے پوچھا۔
 ”آپ ہی کا ملین کا کھوٹا کھرا جانچا کرتے ہیں۔“

نیا ریم۔ جی ہاں مجھی کو یہ کام سپرد ہے۔

م۔ آپ کا ملین کا کھوٹا کھرا کیونکر جانچتے اور جدا کرتے ہیں۔

ن۔ جس طرح ریت سے سونا اور سونے سے ریت۔

م۔ آپ کے اس علم کا نام کیا ہے۔

ن۔ کیمسٹری یا علم حل و عقد۔

م۔ میں اس کے معنی نہیں سمجھا۔

ن۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس علم کے ذریعے سے جن اجزاء سے کوئی شے

مرکب ہوتی ہے وہ جسزاجد اگر لیے جاتے ہیں اور جس طرح اجزا کی تحلیل ہم کر سکتے ہیں اُسی طرح تعقید بھی کر سکتے ہیں۔

م۔ کالین مین تو ایک ہی شے مفرد ہوتی ہے وہ دیگر اجزا سے مرکب نہیں ہوتی۔ پھر آپ اُس مین سے کون سا جزو علیحدہ کرینگے جیسے پانی کسی دوسرے جزو سے مرکب نہیں۔ پھر آپ اُس مین سے کون سا جزو علیحدہ کرینگے۔

ن۔ پانی مرکب ہے ہیڈروجن اور آکسیجن سے اور یہ اجزا اُسکے علیحدہ ہو سکتے ہیں علاوہ انکے پانی مین اور بھی بہت سی چیزیں مل سکتی ہیں جو تنگ نگاہوں کو نظر نہیں آتیں مگر شرف نگاہ دیکھ لیتے ہیں کہ خالص پانی کس قدر ہے اور زفا کس قدر ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا پانی مین گلاب ملا دو تو بظاہر وہ ملاوٹ نظر نہ آو گی لیکن جاننے والا جان لیوگا کہ اس مین کچھ اور بھی ملا ہوا ہے۔

م۔ ساگریوں ہے تو اصل یہ ہے کہ کالین مین جو شے ہوتی ہے اُس کی تشبیہ پانی سے دینی خطا ہے قیاس اسکا قیاس مع الفارق ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ن۔ اچھا فرمایہ کالین کی کون سی شے بسیط اور خالص ہے بتائیے۔
م۔ اُنکی دینی سرگرمی۔

ن۔ یہ تو بہت سے اجزا سے مرکب ہے مگر چونکہ آپ کو علم حاصل و حقیقت واقفیت نہیں اس واسطے آپ اُسکے اجزا نہیں جانتے لیکن اگر ان سب کو

صِرتِ نیک ہی اجزا شامل ہوں تب تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سہم تن غیا ہے
اور جو اس میں بد اجزا بھی ملے ہوئے ہوں تو افسوس کی بات ہے۔

م۔ کالین کی سرگرمی ایک دوسرے سے برابر ہوتی ہے یا کم و بیش۔

ن۔ میں نے تو اس کا وزن ہزار ایک کال میں متفاوت ہی پایا ہے۔

م۔ میری دینی سرگرمی کتنی ہے۔

ن۔ ایسے دکھائیے۔

راوی۔ مولوی صاحب نے اپنے دل کے ہر خانے سے دینی سرگرمی
دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر نیا ریہ کو دکھائی نیا ریہ نے اُس کے وزن کے
واسطے ایک عجیب قسم کی ترازو نکالی اور تو لا تو وہ پوری سو من اتر ہی بعد
وزن کرنے کے نیا ریہ نے مولوی صاحب سے کہا۔

ن۔ مولوی صاحب آپ کی سرگرمی پورے سو من ہے۔

م۔ اچھے سے اچھے کال میں زیادہ سے زیادہ مقدار سرگرمی کی آپ
کتنی پاتے رہے ہیں۔

ن۔ یہ نہ پوچھیے۔ سیکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں من
تک اس کی مقدار ظاہر ہوئی ہے۔

فَضَّلْنَا بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ

ترجمہ۔ ہم نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے

مگر آپ کی سرگرمی کا وزن بھی سیکڑوں تہاروں سے بڑھ کر رہا ہے۔
 ہم خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے مگر افسوس ہے کہ لاکھوں سے کمتر رہا میں تو بچھا تھا
 کہ یہ وزن سب سے بڑھا ہوا ہوگا۔

بس غلط بود آنچه من پنداشتتم

بھلا براہ مہربانی اسکو تا کر بھی لگے ہاتھوں تباہ کیجئے کہ یہ کن کن اجزا سے
 مرکب ہے مجھے امید ہے کہ آپ کے عمل تحلیل میں اُسکے جملہ اجزا نہایت صالح
 برآمد ہونگے۔

ن۔ ہاتھ لنگن کو اُرسی کیا ہے۔ کسی نے نانی سے پوچھا۔ سپاہی نانی جبرست
 کتنے بال ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ جیمان! سب آگے ہی آجاوٹے۔ ابھی آپ
 دیکھ لینگے کہ وہ کن کن اجزا سے مرکب ہے اور وہ اجزا کس قسم کے ہیں۔

م۔ یہ ہلکر کمیا کرنے اپنی بھٹی جمائی ایک بڑی سی کوٹھالی نکال کر اُس
 میں سیری سرگرمی کو گل حکمت کیا اور آگ پر رکھا جب وہ کھل گئی تو کوٹھالی کا
 سٹھ کھولا تیزاب کا ایک چھٹیا دیا اور سندان پر الٹ کر جو اماں شد کہہ کر تھوڑے
 ایک ضرب لگائی تو سیری سرگرمی کے اجزاء ابھر کر آگے آگے ہو گئے لیکن
 نے اُن سب اجزا کو تو لا تو یہ وزن برآمد ہوا۔

تعصب

.....

.....

.....

جہل مرکب ۱۶/۱۰ من
 ریاکاری ۱۶/۹ من
 طمع ۱۶/۸ من
 علم - زہد - تقویٰ اور حسب نسب کا غرور ۱۵/۱۵ من
 خبیثہ سیرات نیم چھٹا تک
 حُب العباد {
 حُب القوم {
 حُب اللہ نیم چھٹا تک

سیران کل تا من
 کیس کیا کرنے سیری سرگرمی کو ایسے ناقص اور ناکارہ اجزائے مرکب پا کر اور
 اجزائے صالح کی مقدار اس میں کم دیکھ کر ایک آہ سرور دل پر دروسے کھینچا اور
 کہا کہ باوجود اتنے پیچھے رحم کرے۔

اُنکے چون پستردیدش ہمہ مغر || پوست بر پوست بود همچو ساز
 مجھے اپنی سرگرمی میں اس قدر کھونٹ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے کیا کر
 سے کہا "ساحب! شاید آپ کی تشریح میں غلطی ہوئی ہے۔ شاید آپ ابھی کمزور
 ہیں شاید آپ کو ابھی پورا تجربہ اس فن میں نہیں ہوا ہے۔ شاید آپ وزن کشی
 میں دھوکا کھا گئے ہیں سیری سرگرمی کے اجزائے ناقص نہیں ہو سکتے جیسے

آپ نے بتائے ہیں نہ اُنکے اجزائے صالح کی مقدار ایسی کم ہو سکتی ہے
 نہ۔ ہمارے عمل میں غلطی کا امکان نہیں ہے لیجئے یہ ڈیپلو مالا حظہ فرمائیے
 یہ کتاب دیکھئے ہزاروں کی سرگرمی کی تشریح اس میں درج ہے اور کمیکل انجینئر
 انجیف (Chemical Examiner in charge) نے ان سب کو بعد ملاحظہ صحیح کیا ہے چنانچہ تصدیق اُعلیٰ موجود ہے۔
 م۔ تو چلیے اول کمیکل انجینئر انجیف سے اسپر بھی تصدیق کر دئیے
 تیار یہ نے جو اجزائے سرگرمی کے اپنی کتاب میں درج کیے تھے وہ کمیکل انجینئر انجیف
 کو دکھا دیے۔ اُس نے اُس تشریح پر اپنے العید کر دیے۔ تب تو میں گھبرا ایا کہ ہاں
 !!! ایک نشہ و دشتاب کیا کیجیے۔ اور تو کچھ نہوسکا میں نے کمیکل انجینئر انجیف
 سے کہا کہ براہ مہربانی میرے اطمینان قلب کے واسطے آپ پھر اس تشریح کی
 از سر نو پرتال کر لیں۔ یہ بات کمیکل انجینئر انجیف نے بلا تا مل منظور کر لی مگر پرتال
 میں بھی وہی۔

”ہاں آتش در کاسہ“

کامعالمہ رہا۔ اس سے میں بہت بے چین ہوا۔ اور تو کچھ بن نہ آیا سرے
 سے میں نے انکار شروع کیا کہ مجھ میں یہ صفات قبیحہ تھے ہی نہیں نہ اب ہیں
 جو میرے ساتھ منسوب کیے جاتے ہیں اسپر جواب ملا کہ ”ہمارے پاس شاید
 بھی موجود ہیں وہ گواہی دینگے بلکہ تمہارے نسخہ دستخط ثابت کر دینگے کہ میں

یہ صفات ذمیرہ موجود ہیں۔

میں نے کہا بہت خوب شاہد پیش ہوں ہم بھی نو سنین وہ کیا کہنے ہیں
اور پہنکی کہنے ہیں یا یوں ہی بے نگہی ہاں کہتے ہیں رو بہ کے گواہ ہیں یا سوچیں
نورہ جو کیمیکل اگر اسرارِ خفیف کا اشارہ ہو انورہ و گواہ آسیر ہو یہ ہیں۔
پوچھا۔ ان کا کیا نام اور کیا کام ہے جواب ملا۔ ضمیر یعنی شہین کرنا کا تئیں
کہتے ہیں۔ اخلاق میں ان کا نام کائناتِ شمس یعنی ناسخ و شفق ہے پرنکی و
بدی کے رجسٹرار بھی ہیں ان کو محتسب بھی کہتے ہیں یہ خود تمہارے ہی فعل
فعل ہیں ان کا نام گواہانِ ضمیر بھی ہے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے۔

|| قول فعل آمد گواہانِ ضمیر || زین و در باطن تو استدلال گیر ||

یہ ہمہ نرا دلی طرح ہر بشر کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ نیک کام کر سکتی اور بد کام
سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اگر بندہ نیک کام کرتا ہے تو یہ بہت خوشی سے تحریک
کرتے ہیں اگر بد کام کرتا ہے تو مجبوری کراہت کے ساتھ لکھتے ہیں تمہارے ساتھ
بھی یہ دونوں گواہ ہمیشہ موجود رہے ہیں ان سے تم خود ہی پوچھو۔

میں نے جو انکی طرف دیکھا تو کانپ گیا وہ بڑے بے لگاؤ بے طرفدار گواہ
معلوم ہوئے۔ اور غور جو کی تو میں نے پہچان لیا کہ ضرور یہ وہی ہیں جو سفر میں
حضور میں آتے دیکھتے تھے۔ سوتے جاگتے ہر وقت اور ہر حال میں ہر جگہ ساتھ رہتے تھے
ان کا قول فعل ہے حال میں ان کے ساتھ ہر لمحہ اور انکی نال سے انسان جان سکتا ہے کہ
ان کا فعل قابلِ نظر نہیں تھا یا قابلِ حسیں۔

مجھے نیک و برین تیز کروادیتے تھے نیکی کرنے کی ترغیب دیتے تھے بدی سے
 منع کرتے تھے ناصح مشفق کی طرح نیک صلاح دیا کرتے تھے مگر بااوقات
 میں نے انکی چنداں پروا نہیں کی تھی میں اُنکو ایسا ہی ویسا سمجھا تھا۔
 ناچار میں نے اُنسے کہا کہ جو تم کو معلوم ہے ایمان سے کو ناحق مجھ پر کوئی بہانہ
 نہ باندھنا کیسے اگرا سزا خفیت نے کہا "یہ بھی اُنسے کہہ دو کہ۔
 وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ بِأَدَلَّةٍ

پر بھی عمل کریں۔
 گواہوں نے تسلیم کو خم کیا اور بولے۔
 مولوی صاحب! بترقیب سب حال آپ سنئے جاوین۔ ہم پہلے آپ کے
 تعصب کا ذکر کرتے ہیں۔

تعصب

اگرچہ ہم جانتے ہو کہ خلاق مطلق نے سب آدمیوں کو پیدا کیا مگر بہت تو عداوت
 عقائد اور رائے سے اختلاف کیا تم اُسکو جانی دشمن جاننے لگا۔
 اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ
 تم نے اسے برعکس کر دکھایا۔

اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ

۱۔ مسادات کرامت چھاپاؤ۔

بریں بین تفاوت رہ از کجاست تابیہ کجا

تَخْلُقُوا بِإِخْلَاقِ اللَّهِ

تمہارے رسول مقبول کا قول ہے لیکن جس شخص سے تمہارے دسترخوان پر بسم اللہ کی آواز سنائی تم نے سعدی کے خلیل کی طرح کان پکڑ کر اُسے بھوکا اٹھا دیا۔

| | |
|------------------------------|----------------------------|
| چو بسم اللہ آواز کر دند جسمع | نیا مذر پریش حدیثیہ لسمع |
| چنین گفتش اے پرور پریش رو | چو پران نغمہ نیت صدق و سوز |
| نہ شرطت وقتی کہ روزی تھری | کہ نام خداوند روزی بری |
| گفتا گلیم طریقت بدست | کہ نشنیدم از پر کافر پرست |
| بدانست پیغمبر شک فاع | کہ گبرست پر تہ بودہ حال |
| بخواری بر اندش چو بیگنا دید | کہ شکر بود پیش پاکان لبید |
| سروش آواز کرد کار جلیل | بہ بیت ملاست کنان گلے خلیل |
| منش دادہ صد سالہ روزی جان | ترا نفرت آمد از ویک زمان |
| گراومی برد پیش آتش سجود | تو واپس چرامی ہی دست بخود |

نہ جاتے ہو۔

خواہی کہ خداے بر تو بخشد

یا خلق خداے کن نکوئی

لہ اپنے خلق اللہ کے سے خلق بناؤ۔

مگر تم اس نکوئی کو ایک تنگ دائرے میں بند کر دینے ہو تم سمجھتے ہو جو
ہمارے عقیدہ نہیں وہ خلق خدا میں داخل نہیں !!!

یہ اگر حرج ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

تم کو تعصب نے یہاں تک اندھا کر دیا ہے کہ اپنے سے خلاف عقیدہ رکھنے
والے کے قتل کے درپے ہوتے ہو اور اُس کا نام تم شرع کے پردے میں
جہاد رکھتے ہو خدا کا یہ مقصود ہرگز نہیں اگر اسی طرح سے ایک عقیدہ کا
آدمی دوسرے عقیدہ کے آدمی سے جنگ شروع کرے تو خلقت خدا کی
ہمیشہ جنگ و جدل میں شاغل رہے اور نتیجہ اس کا یہ ہو کہ ایک دوسرے کو
مارتے مارتے ساری خلقت خود ہی مر جائے اور اگر ایسا ہو تو نبی آدم کی نسل
جہاں میں باقی نہ رہے اور یہ صریحاً خلاف منشاء خلقت عالم کے پایا جاتا ہے
پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اختلاف آراء اور عقائد کا اس طرح سے دنیا
اُس کے مقصود کے خلاف تھا۔ تم کو۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ

ترجمہ - اسلام میں جبر نہیں۔

اور۔

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ

ترجمہ - تمہارے لیے تمہارا دین اور ہمارے لیے ہمارا دین۔



مسلمانوں کا عدالتی انصاف

اور



پڑھو گے تو تم پر جو جس ظاہر ہو یا یہ گاہ کہ رسول مقبول کے بعد غزوات
مدافعت پر نہی تھے اور ناچار ہو کر ان کی طرف رجوع کرنا پڑا تھا۔

وَأَقْتُلُوا هُمُ حَيًّا وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

پر اسی وقت تک عمل کرنے کا حکم تھا جب تک کہ مدد مقابلہ میں دیکھو کہ
گڑتا رہے اور یہ مقابلہ بھی مسلمانوں کو مجبوری کرنا پڑتا تھا۔

مجبوری گلے کو کاٹنے میں تمہید رہی ہے

اصل یہ ہے کہ وہ خدا سے وعدہ لا شرک لاکہی پرستش کرتے تھے
یہ پرستش کفار عرب کے عقائد کے مخالف تھی وہ اس واسطے مٹا دئے گئے تھے
ایذا پہنچاتے تھے قتل کے درپے رہتے تھے۔

کیا تم کو یاد نہیں جب آنحضرت کعبہ شریف میں عبادت کرتے تھے تو کون
تے عین سجدے کی حالت میں اوجھڑی آپ پر ڈال دی تھی پھر بیان تک
درپے آزا ہوئے کہ اسلام کی روک کے واسطے کفار نے ہمارے رسول مقبول
کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اسی سبب سے ناچار آپ کو ہجرت کرنی پڑی پھر
لے ترجمہ قتل کروا لگو جہان پاؤ۔

بھی کفار نے سچیا چھوڑا آزادی سے خدا کی پرستش نہ کرنے و
 اسپر مجبوری وہ کرنا پڑا جسے ملا جہاد کہتے ہیں۔ ہم اُسے تدبیر حفاظت خود
 کہتے ہیں۔ حفاظت خود اختیاری میں کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ جب ہم کو خیر ہو تو
 کہہ دیکتوں کا گروہ ہم پر ڈاکہ ڈالنے والا ہے تو پیش از انکہ وہ ہم پر ڈاکہ ڈالے
 ہم خود اسپر چھاپہ مارنے میں ہمارے اس فعل کو جو محض زیادتی پر محمول کر-
 وہ نادان ہے ہمارا یہ فعل محض ڈاکہ کی مدافعت کے لئے صادر ہوا تھا۔
 اگر کسی خود غرض حریص نے اُسکے برخلاف ملک گیری کے خاطر جہاد کے
 پردے میں اپنی کارروائی کی ہے تو اُسے مذہب اور اعلام کلمۃ الحق سے کچھ
 تعلق نہیں ہے۔

مولوی صاحب تم بھی جانے ہو کہ انسان کے ساتھ دو طرح کے تعلق
 لگے ہوئے ہیں۔ ایک تعلق اس کا خدا کے ساتھ ہے دوسرا اس کا تعلق انبائے
 جنس کے ساتھ ہے۔ جب رشد ظاہر ہو گیا۔

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

تو اُسے چھوڑ دو کہ جو تعلق اُس کو خدا کے ساتھ ہے وہ خود ہی اُس میں
 غور کرے جو تعلق اُس کو انبائے جنس کے ساتھ ہے وہ پہلے تعلق کی وجہ سے
 کوثر نہیں ہونا چاہیے۔ انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام نے کیا خوب کہا ہے۔
 ”جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو۔ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو۔“

تم جلتے ہو شرع نے اہل کتاب کتبوں سے نکاح جائز کر دیا ہے تم جانتے ہو زوج کو اپنی زوجہ سے بالطبع کس قدر محبت ہوتی ہے تم جانتے ہو بڑھیا عیسائی مان کے فرزندوں پر فریضہ کی کسبت کے ان سے کدھیا کھاکے گرجا لہجائیں اور نماز پڑھا لائیں پھر تم اہل کتاب سے کیوں منفرد ان کے مذہب سے کیوں تعرض کرتے ہو بروے معاشرت ہیں ان سے اور انہیں اقوام سے محبت کرنی منع نہیں ہے۔

تم جانتے ہو کہ قیصر ہند سلطان اسلمین ہے اُسکے زیر حکومت پانچ کروڑ مسلمان بستے ہیں اور سلطان روم کی سلطنت ترکی میں صرف ایک کروڑ مسلمان آباد ہیں۔

ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی سلطنت میں تم کمال آزادی سے اپنے دین کے شعائر اور فرائض بجالاتے ہو اسن چین سے رہتے ہو۔ کوئی تم پر مزاحم نہیں ہوتا۔ روم میں مسلمانوں کو ایسی آزادی خیالات حاصل نہیں یہاں شیعہ سنی وہابی اور بدعتی مقلد اور غیر مقلد عاشق فطرت الہیہ زنجیری، اور وہم پرست اپنے اپنے عقیدے کے موافق معبود متبقی کی پرستش کرتے ہیں ایک دوسرے سے معترض نہیں ہوتا۔ وہاں اگر یہ فرقے بیان کی طرح اپنے اپنے عقیدے کے موافق خیالات کا اظہار کریں تو۔

پا بدست دگرے دست بدست دگرے

کا معاملہ ہو۔

ہندوین یہ اسن یہ امان یہ آزادی نعم مسلمانوں کو کس کے ظل حمایت میں حاصل ہے؟ اسی ملکہ معظمہ (فیضہ ہند) کے ظل حمایت میں۔ پھر اگر تم باوجود اس اسن امان اور آزادی کے اُس سے پھر دو تم کہتے ہیں کہ تم اپنے خدا اور رسول سے پھر گئے۔

کیا تم نے قرآن میں یہ آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَادْعُوا إِلَى مَنكُمْ

نہیں پڑھی۔ پھر کیا تمہارا شاہ وقت اولی الامر میں داخل نہیں ہے حضور داخل ہے۔ یہ تو یوروپین شہنشاہ اولی کتاب ہے اگر تمہارا حاکم کوئی ظلام حبشی ہوتا تو کبھی تم اسکی اطاعت پر مامور اور مجبور تھے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعوا واطیعوا وازلت علیکم عبد حبشی کان اسد زبیبہ رواہ البخاری

ترجمہ۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ سنو حاکم کی اطاعت کرو۔ اگر چہ عاقل کیا جائے تم پر ظلم حبشی جس کا سر مثل انگور کے چھوٹا ہو۔

یہ شاہنشاہ تمہاری اسن و امان اور آزادی کا شغل ہے اگر چہ مسلمان

لے اے ایمان والو حکم انوائد کا اور حکم مافور رسول درجو اختیار دالے ہیں تم پر ایسا بھی

نہیں مگر تمہارے دین کا اسی قدر ادب کرتا ہے جس قدر اپنے دین کا کرتا ہے جس طرح پادری تمہارے دین کی تردیدیں منع کرتے ہیں اسی طرح تمہارا مولوی اُس کے دین کے ابطال میں وعظ کرتے ہیں جس آزدی سے عیسائی اپنے دین کے شعائر بجا لاتے ہیں اُس آزدی سے تم اپنے دین کے فرائض بجا رکھ کر ٹوک ادا کرتے ہو پھر میرا بیٹا بادشاہت پھر ناخدا اور اُس کے رسول سے پھرنا ہے یا نہیں۔

پھر تمہارے کٹ ملا ملکہ مغظمہ کی سلطنت کی کیوں نیسیر نہیں مناسے تمہاری انہیں اصل حقیقت سے کیوں متنبہ نہیں کرتے۔

تم اتنا تو خیال کرو کہ اگر دوسرے مذہب کی ناگواری سے جہاد جانیو تو بوقت فتح و نصرت اور ظہر کے غیر دین والوں کو محض ہزیدہ کی شریعت پر مجبور اسن و امان بخشی جاتی جہاد مجبوری اُس وقت کرنا پڑا جب کہ غیر مذہب کے شعائر مذہب اسلام کی بجا آوری میں فراحم ہوے جب وہ فراحت و ہولی جہاد بھی بند ہوا۔

فاذا فات الشرط فاق المشروط

اور غیر بھی کسی مذہب کی ناگواری کے سبب سے مامد نہیں کیا جاتا تھا بلکہ جس ارشل لارائین جنگی کے مسلمان پابند تھے اُس پابندی سے غیر دین والے مستثنیٰ کر دیے جاتے تھے اُن سے بیت المال کے واسطے زکوہ نہیں

لی جاتی تھی اُن کو جنگ پر نہیں بھیجا جاتا تھا۔ بلکہ اُن کی امن و امان کی خاطر مسلمان اپنا خون بہاتے تھے اور اُن پر رنج نہیں آنے دیتے تھے۔
غیر مذہب والوں کی بوڈھیوں عورتوں اور بچوں کو جو مارنے کا حکم تھا اُس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مذہب کی ناگواری جہاد کا کوئی سبب نہ تھا۔ ورنہ اُن کے حق میں کیوں رعایت کی جاتی۔

ان کے حق میں جو رعایت مذہب اسلام نے رکھی ہے اُس سے بہت واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ شعائر اسلام میں تعرض اور مزاحمت کرنے سے یہ مجبوری جہاد کرنا پڑتا تھا۔

چوں کہ بوڈھوں عورتوں اور بچوں کی جانب سے تعرض اور مزاحمت ظہور میں نہیں آتی اس واسطے اُن کو ابوصفت اُن کے تباہ مذہب کے پھیلنے کا حکم نہیں تھا۔

تم جانتے ہو کہ آں حضرت نے رحلت کے وقت جب وقطاس واسطے اندراج چند مواعظ اور پند کے طلب کیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا تھا کہ قرآن مجید ہمارے لیے کافی ہدایت ہے اور رسول مقبول نے اُن مان لیا تھا۔ تم جانتے ہو کہ خیر البشر کی حیات میں احادیث و اخبار کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ تم جانتے ہو کہ خلفائے راشدین کے عہد میں احادیث کا تدوین کرنا خلاف منشاء شارع سمجھا جاتا تھا۔ پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ بعض اہل حدیث

تے رطب و یابس حاطب اللیل کی طرح جو کچھ ملا سمیٹ کر جمع کر لیا اور بعض نے اپنے اصول موضوعہ کے موافق صحت کا التزام بھی کیا تاہم اُن کی ایجاد کی جلیج پرتال کی ابھی بہت کچھ گنجائش باقی تھی۔ روایت کی تحقیق کے واسطے روایت کی ضرورت تھی۔ روایت میں روایت کا دخل نہ دینے سے بھاری غلطیاں پیدا ہوتی ہیں۔

سب سے بھاری غلطی اور دھوکا یہ ہو جاتا ہے کہ جب لوگ سنتے ہیں یا دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں مندرج ہے تو بلا غور اُسکو مان لیتے ہیں حالانکہ مصنفین صحاح ستہ نے جہاں تک اُن سے ہو سکا روایت کی تنقیح میں بڑی کوشش کی یعنی حتی المقدور جن راویوں کو معتبر سمجھا۔ اور انھوں نے جو حدیث نقل کی اُسکو کتاب میں مندرج کیا۔ جس کے لیے ہمیں اُن بزرگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے مگر اُن حدیثوں کی تنقیح کو بلحاظ اُن کے واقعات مندرجہ اور اُن کے مضامین کے جو روایت سے تعلق رکھتی ہیں پڑھنے والوں کی تحقیق پر چھوڑا ہے مگر افسوس ہے کہ تم اُس زمانہ کے پڑھنے والی احادیث کی تنقیح کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ تم اپنی ہمت کے واسطے قرآن سے تمسک کرتے ہو تم عودۃ الوثقیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہو۔ تم احادیث کو قرآن پر منطبق کر کر نہیں دیکھتے کہ وہ کہاں تک اُس کے موافق ہیں اور کہاں تک مخالف ہیں۔ تم روایت میں روایت کا

داخل نہیں دیتے۔

تم جانتے ہو کہ زمانہ حال میں سید احمد خاں صاحب نے منقول کی معقول سے عمدہ طور پر تطبیق کی ہے اور ساری خدائی پر علی رضوان اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ ثابت کر دیا ہے کہ۔

”قرآن خدا کا کلام اور موجودات اُس کا کلام دونوں مطابق ہیں اُس کے قول اور فعل میں کچھ مخالفت نہیں“
پھر بھی تم مغی کی وہی ایک ٹانگ کہے جاتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ سب کام کر گئے امام فخر الدین رازی اور حجت الاسلام امام غزالی وغیرہم نے جو تطبیق منقول کی معقول سے کی ہے وہ کافی ہے مگر تم اتنا نہیں سمجھتے کہ اگلوں نے ایسے فلسفہ اور حکمت کے مقابلے میں منقول کی معقول۔ یہ تطبیق کی تھی جو فی نفسہ تو ثبات اور قیاس ہائے دوران کار بر نبی تھے جبکہ مار و پولو آج۔

أَوْفَقْنَ مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ

ثابت ہوا ہے اُس تطبیق سے گو ایک زمانے میں اسلام کو فائدہ ہوا ہو مگر اس زمانے میں بجائے فائدہ کے اُس تطبیق سے نقصان ہوا ہے اُس تطبیق سے غلط مسائل حکمت اور فلسفہ کے اسلام میں داخل ہو گئے اور جزو اسلام سمجھے جانے لگے حالانکہ اسلام زبان حال سے بیکار کر رہا ہے۔

أَنَابِرُ حُجٍّ مِمَّا تَقُولُونَ

لہ جو تم کہتے ہو میں اُس سے پاک ہوں

اس وقت کی حکمت اور فلسفہ شاہدہ اور تجربے پر مبنی ہے اس کے
سائل سلمہ قریباً ایسے ہی صحیح ہیں جیسے مسائل ہندیہ ہوتے ہیں۔

اس حکمت اور فلسفہ نے پُرانی حکمت اور فلسفہ کو تہ و بالا کر دیا ہے اور
جو نادان مسلمان اُس پُرانی حکمت اور فلسفہ کو جزو اسلام اپنی نادانی سے
سمجھنے لگے ہیں وہ اب نئی حکمت اور فلسفہ کے مقابلہ میں پُرانی حکمت اور فلسفہ کو
مغلوب دیکھ کر حیران ہیں۔

اس واسطے منقول کی معقول سے ساتھ اس وقت تطبیق کرنے فرمائی
ہو گئی تھی اور سید احمد خان سارہے بہان کے علماء سے منت کرتے تھے
کہ انہیں سے کوئی اس فرق کو ادا کرے مگر جب۔

صدر مسلمہ برہنہ خواست

کا معاملہ جاتو ناجا رسید نے خود جو کچھ اُس سے ہوا اس بار دیں
کیا اور جو کچھ کیا اُس کے واسطے وہ ہماری شکرگزاری کا مستحق ہے۔

ضرورت کہ سنئے ہو کہ اگر علوم و فنون جدید بھی پُرانے علوم و فنون کی طرح اسی
زمانے میں پیدا کیا ویں اور غلط ثابت ہو جائیں تو ہم کہاں تک منقول کی
معقول کے ساتھ تطبیق کریں گے یہ اُلٹ پیچہ بحث ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نئے علوم و فنون اور ہماری معلومات میں کیسے
ہی عظیم انقلاب ہوں گا لاکھ علوم و فنون جدیدہ میں اُن کے مشابہہ

اور تجربہ پر مبنی ہونے کے سبب سے ایسے انقلاب کا اندیشہ نہیں ہے (تاہم خدا کے کلام کو جب غور سے دیکھو گے وہ اُس کے کام سے مخالف نہ پڑے گا اگر غلطی ہوئی ہوگی تو ہمارے ہی ذہن کی نارسائی سے ہوئی ہوگی

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| اسلام بذاتِ خود نادر دیکھیے | ہر عیب کہ بہت دوسرا لی ماست |
|-----------------------------|-----------------------------|

تم جانتے ہو کہ علاوہ فصیح و بلیغ ہونے کے تمہارے قرآن کا بڑا معجزہ یہ ہے کہ خدا نے اُس میں ایسے سیدھے سادے مسائل حکمت اور سو غلط کے بتائے ہیں کہ جاہل سے جاہل بدو بھی اُن کو آسانی سمجھ سکتا مگر بعض ملاؤں نے اُنھیں ایسا چیتاں بنا دیا کہ دانائے دانا بھی اُن کی تعبیر میں قاصر ہے۔

یابیوں کو کہ قرآن مجید میں یہ معجزہ خوبی ہے کہ عامی اور حکیم برابر اُس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر تمہاری تفسیروں نے قرآن کو ایسا بنا دیا ہے کہ اُس سے عامی مستفیض ہو سکتا ہے نہ حکیم۔

تم جانتے ہو کہ اکثر علماء سابقین نے یونانی بت پرستوں کی حکمت اور فلسفہ کے موافق قرآن کی تفسیر کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے اور اب جو یونانی حکمت اور فلسفہ کی قلعی کھلی اور وہ ہمہ تن دغل برآمد ہوا اور اُس دغل سے بوڑھے سید نے قرآن کو پاک کیا اور صحیح حکمت اور فلسفہ اہل کتاب کے موافق تفسیر لکھی تو تم کہنے لگے کہ۔

معاذ اللہ منها

سید نے قرآن کے معنی اُلٹ دیے حالانکہ جو اُلٹ پھیر ہوا وہ شرکوں کی حکمت اور فلسفہ میں ہوا۔

تم یہ بھی جانتے ہو کہ بہت سے خوش اعتقاد علمائے سابقین نے بہت سے بے سند اور دور از کار قصہ کہانیاں یہودیوں وغیرہ سے لے کر تفسیر قرآن میں داخل کر دیں اور قرآن کو اُن سے کچھ شرک و کفر کا نہیں مگر جسے ان غیر مستند قصہ کہانیوں سے انکار کیا تم نے اُسے قرآن کا منکر قرار دیا حالانکہ حشور و اوند کا انکار قرآن کا انکار نہیں ہو سکتا۔

تم جانتے ہو کہ مجتہدین علیہم الرحمۃ کا ہر گز یہ فتنا نہیں تھا کہ تم اپنی رائے اور اجتہاد کو معطل رکھ کر اُن میں سے ایک کی منکھ بند کر کے تقلید کیے جاؤ حاشا کہ ایسا خیال شرک فی الصفت النبویہ کا کسی مجتہد ملامہ کے خیال میں بھی گذرا ہو مگر تم اُن کے خلاف منشاء عمل کرتے ہو کہ زید و عمرو کے سائل استخراج کو قرآن پر منطبق کر کے نہیں دیکھتے کہ یہ اس کے موافق ہیں یا مخالف تم نبی کے اتباع کو چھوڑ کر غیر نبی کے اتباع کو اپنے ادا پرستی میں کر بیٹھے ہو تم سمجھتے ہو کہ فقہ کا ہر لفظ ویسا ہی مستحکم ہے جیسا قرآن کا۔ لیکن حال یہ ہے کہ جب وہ قرآن کے مخالف پڑی یا قرآن کے موافق ہو تو اس پر عمل کرنا گویا خلاف قرآن پر عمل کرنا ہے۔

تم جانتے ہو کہ فقہ ایسے وقت میں تدوین ہوئی تھی۔ جب مسلمانوں کے عروج تھا۔ اُس وقت صرف ایک پہلو پر نظر رہی کہ ہمیشہ مسلمان ہی سارے جہان کے حاکم رہیں گے کبھی محکوم نہ بنیں گے۔ اس واسطے جو مسائل ایک رُو پر طور کے اُس وقت استخراج ہوئے وہ حال برعکس کے لیے مطلق موزوں نہیں ہم ہر طور پر شے نمونہ از خود اسے ایک مثال دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوگا۔

اول مسائل فقہ بعض صورتوں میں مخالف قرآن ہیں۔

دوم۔ وہ یک رُخ ہیں۔

مثلاً خداوند کریم نے اس آیت کریمہ ہے۔
فَاَمَّا مَتَابَعِدُ وَاِمَّا فِكَاءُ

غلامی منع کر دی۔ پھر بھی فقہ میں غلامی کے متعلق مسائل بہ کثرت درج ہیں۔

پھر دیکھیے کہ وہ یک رُخ بھی ہیں۔ فقیہوں کو یہ خیال رہا کہ مسلمان ہمیشہ غیر قوموں پر غالب رہیں گے اور ان کے زن و مرد۔
اَلَا مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

پھر بعد جنگ کے یا احسان کر کر اسیرانِ جنگ کو چھوڑ دیا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔
تو اگر خلیفہ مالک تمہارے ہاتھ پہنچائیں۔

کے ذریعہ سے اُن کی لونڈی غلام ہمیشہ بنتے رہیں گے۔ وہ بہ نہ سوچے کہ یہ فحوائش ہے۔

تِلْكَ الْأَيَّامُ مِنْ ذِكْرِكُمْ وَالْحَبَائِبُ النَّاسِ

کبھی وہ مغلوب بھی ہونگے اور اُن کے زن و مرد بھی غیر قوموں کے ہاتھ لگیں گے پھر غیر قومیں بھی اُن کو لونڈی غلام بنا دیں گی اور یہ کیسا بُرا حال مسلمانوں کا ہو گا!!!

”ہر صبر پر خود پسندی بر دیگران ہم پسند“
پراختوں نے عمل نہیں کیا اور خدا کا صریح اور صاف حکم

فَاَمَّا مَتَابِعُكُمْ وَاَمَّا فِدَاكُمْ

ان کی محبتدانہ نظر سے پنہاں ہو گیا۔

تم نے روم و روس کی لڑائی میں نہیں پڑھا کہ روسی سپاہیوں نے بلگیر باداے مسلمانوں کی جو روؤں اور بیٹیوں سے کیسی کیسی خراب حرکتیں کیں جب ان نیک بختوں کے خاوند پرے سے سک رہے تھے جب ان کے خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں جب ان کے سر تن سے جدا کیے جاتے تھے جب یہ نیک بختیں اپنے خاوندوں اور اپنے ماما پوں کے حال ترار پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھیں جب یہ اپنی زندگی پر موت کو ملے۔ اور بدن بدلنے لاتے ہیں ہم لوگوں میں۔

ترجیح دیتی تھیں۔ تو وحشی روسی اُن کو اٹھا کر کسی آرٹس میں لیجاتے تھے اور اُن سے وہ کام کرتے تھے جسکے بیان سے جبینِ قلم سے شرم کے مارے پسینے کے بڑے بڑے قطرے ٹپکتے ہیں۔ کتنے غضب اور قہر کا مقام ہے کہ جس صاحبِ عصمت نے سوا اپنے خاوند کے دوسرے کی کبھی شکل نہ دیکھی ہو جو اپنے خاوند کی عاشق زار ہو۔ جو اپنے خاوند کے فراق میں جان دینے کو تیار ہو جو اپنے یتیم بچوں اور نوجوان کواری بیٹیوں کی فکر میں ڈوبی ہوئی ہو وہ لڑائی کے بگڑ جانے سے ایسی بے حسرت ہو جس پر وہ موت کو ترجیح دیتی ہو کیسا بھاری ظلم ہے کہ اُن کنواری بھولی بھالی بیٹیوں کا شیشہ ناموس جو۔

وَلَمْ يَمَسَّ يَدَیْهِ كَثْرَةٌ

کے مصداق ہوں روسی سپاہیوں کی وحشیانہ حرکت سے چور چور ہو اور جب مذہبِ غمخیز قومیں۔ روسیوں سے ایسی بے اعتدالی کا جواب طلب کریں تو وہ ہم کو جواب الزامی یہ دیں کہ ”مسلمانوں کے مذہب میں بھی یہی لکھا ہے کہ جس قوم پر تم فتح حاصل کرو اُن کی جو روئیں اور بیٹیوں کو اپنے تصرف میں لاؤ۔ پھر اگر ہم نے ایسا کیا تو کیا گناہ کیا !!!“

یہ عذاب ہے اُن مولویوں کی گردن پر جو مذہبِ اسلام میں غلامی کو

مجھے کسی بشر نے نہیں چھوڑا۔

جائز بتاتے ہیں۔ کہاں ہیں ہمارے باحمت مولوی ذرہ اپنے گریبان میں
سُنہ ڈال کر دکھیں کہ اُن کے مسائل نے مسلمانوں پر کج کل کیسی بے غوثی
کی بوجھار کی ہے تم نے آیہ۔

فَاَمَّا مَنَابِعُهَا وَمَا فَاَدَّاءُ

کو قرآن مجید میں نہرا دفعہ پڑھا ہو گا۔ مگر غور کرنے کے واسطے ایک سٹ
بھی تم اس آیت پر نہیں ٹھہرے۔ تم نے قرآن کو درود و وظائف کے طور پر
پڑھا۔ تم نے اُس کے معانی اور ہدایت پر غور کرنے کی غرض سے اُسے
کبھی نہیں پڑھا۔ تمہارے حافظوں نے رمضان کی تراویح میں اور درود
و فاتحہ میں تلاوت قرآن فروخت کرنے کے واسطے قرآن کو حفظ یا د کیا وہ
اس آیت۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا

کو بھول گئے۔ اُن کی وہی شال ہوئی۔

اَلْحَافِظُ كَالْاَعْمٰی

اور جنہوں نے کبھی اس آیت پر غور کی۔ اُن کو خود غرضوں نے
ناسخ منسوخ کے جھگڑے میں پھنسا دیا۔ حالانکہ محققین کے نزدیک ناسخ

سیری آیات کو تھوڑی قیمت پر مست بیچو۔

تہ حافظ مثل اندھے کے ہوتا ہے۔

منسوخ کوئی نہیں۔ اور بالفرض محال اگر کچھ ہو بھی تو یہ آیت۔
 فَأَمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِنَّمَا فِيكَ عَمَلٌ

ناسخ ہے نہ منسوخ چنانچہ ایک دفعہ سید صاحب کار سالہ تبریت السلام
 عنین الامتہ والنعلام جب ہم نے تم کو دکھایا تھا اور اُس وقت تم قائل
 ہو گئے تھے کہ۔

”بے شک دنیا میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے“

جس نے غلامی دنیا کے پردہ سے دور کی

مگر پھر تم نے جارجیہ کی خوبصورت لونڈیاں مکہ معظمہ میں دیکھ کر
 کیوں انہیں خرید اور اپنے حرم بنایا اور مدینہ منورہ سے کسی شیدی بچے
 پیروانے کے واسطے کیوں خریدا لائے۔ حالانکہ اُن کے والدین بہت
 واہلا کرتے رہے کہ خدا کے واسطے ہمارے بچوں کو ہم سے جدا نہ کرو مگر
 تم نے ایک نہ سنی۔

تم جانتے ہو کہ تم چار بیویوں میں عدل نہیں کر سکتے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

اسی لئے۔

فَإِذَا فَاتَتْ الشَّرَافَاتُ فَاتِ الشَّرَافَاتِ

لہ پھر اگر ذرہ کہ سب بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی کافی ہے۔

لہ جب شرط فوت ہو جائے تو شرط شرط ہی فوت ہو جاتا ہے۔

مشہور ہے۔ پھر تم نے ایک بیوی پر قناعت کیوں نہ کی تم جہاں اپنے
 مریدوں میں گئے۔ اور کوئی خوبصورت نوجوان لڑکی دیکھی تو تمھاری
 رال کیوں ٹپک پڑی تم نے کیوں ہزار طرح کے حیلہ شرعی بنا بنا کر
 اُسے اپنا ملک بین گردانا۔ پھر ایک جگہ تم نے ایسا نہیں کیا بلکہ مبیمون
 جگہ۔ پھر جہاں اُن میں سے کوئی مری اور تم نے جھٹ دوسری اُس کی
 جگہ اسی طرح بھرتی کی تمھیں کسی دفعہ یہ بھی ارمان ہوا کہ کاش خداوند
 کریم بجائے چار کے آٹھ بیویوں کی اجازت دیتا تو برا مڑا ہوتا۔ تم نے یہ بھی پسپا
 سے کہا کہ اگر خدا مجھے ساڈنا کر جا رہی میں چھوڑ دیتا تو بڑا لطف ہوتا۔

جب تم کشمیری کٹرے میں وغض کہنے گئے اور دلمان ایک
 بربر و کشمیرن تمھاری نظر ٹپ۔ تو تم کیوں دل میں کہنے لگے کہ اگر خداوند
 کریم پانچ بیویوں کا حکم دیتا تو اس کشمیرن سے ضرور شادی کر لیتا یہ خواہش
 تمھارے دل سے گئی نہیں تم اس تدبیر کی اُدھیر بن میں رہے تم نے
 آخرش یہ تدبیر نکالی کہ جو پہلی بیوی عمر سے دھل گئی تھی۔ اُسے طلاق دیدیجئے
 تم نے بلا قصور اُس غریب سے علیحدہ رہنا اختیار کیا تم نے اسکو مارا اور آخر میں تم

لے اس آیت۔
 وَاللّٰہِی تَخَافُوْنَ نُشُوْرَہُنَّ فَعُظُوْہُنَّ وَاهْجُرُوْہُنَّ
 فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْہُنَّ

لہٰذا دین عورت کی ہر خوبی کا منکر خوف ہو تو اُن کو سمجھاؤ اُن نے علیحدہ ہوؤ اور مارو

کی آڑ میں اُس سے سلوک کر کے طلاق دیدی تم خیر البشر کے ار
قول کو بالکل بھول گئے۔ کہ۔

الطَّلَاقُ الْبَعْضُ الْمُبَاحَاتِ

پھر اُسکا ہمارے کہنے کی نیت سے سوختیں شرعی نکالیں بہتر از خالی جب
تم نے تعدا مقررہ میں سے ایک بیوی نکال لی۔ تو اب تم نے اس کشمیر
سے سلام و پیام کرنا چاہا۔ تمہارے وعظ کے وقت وہ کواری تھی۔ مگر تھوڑے
دوں کے بعد وہ بیاہی گئی۔ اُسے یا اُسکے والدین کو کیا حال معلوم تھا کہ آپ
اُس پر فریقہ ہیں تم اُسکے بیاہے جانے کی خبر سن کر بڑے رنجیدہ ہوے۔

نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہو

تم نے اُس سے شادی کرنے کی وہی تدبیر نکالی جو جہانگیر نے نور جہاں
سے شادی کرنے کی تدبیر نکالی تھی۔ فرمایے یہ شہوت رانی نہیں تو کیا ہے
ذرہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو تم کتنی بیویاں کر چکے ہو کتنوں
کو اپنے واسطے طلاق دلو اچکے ہو کتنی حرمیں تمہارے پاس بے لگاؤ ہیں
ہیں۔ کیا اس بارے میں تم میں اور کسی عیاش میں کچھ فرق ہے ہرگز نہیں
بلکہ تمکو بعض امور کے لحاظ سے عیاشی میں ترجیح ہے۔

راوی۔ مولوی صاحب یہاں پہنچ کر زار زار رونے لگے اور کہا

سب مباحی چیزوں میں سے طلاق زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

یہ جو کچھ حال تم نے سنا حقیقت میں سچ ہے۔ جب مولوی صاحب کی پہلی
تفہمی وہ پھر اپنے گواہوں کا بیان دہرانے لگے۔

گواہان۔ مولوی صاحب! تمہاری شہوت رانی کے خیالات اسی دنیا پر مبنی
نہیں ہیں۔ ان کو تم عاقبت میں بھی ساتھ لیے جاتے ہو۔ اگرچہ تم جانتے ہو کہ
خدا کے دیدار سے زیادہ کوئی شے پر لطف نہ ہوگی مگر اُس کی تم کو پروا نہیں
تم حور و غلمان کے لالچ سے عبادت کرتے ہو۔

اگر تم سے کہا جائے کہ حور و غلمان جنت کی حقیقت تمہاری پریر جاہلین
حرمون سے متاثر ہے چنانچہ نماز جنت کی حقیقت کے بار میں غور
قرآن میں آیا ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِّمَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ
جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ترجمہ۔ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا ان کے لیے آنکھوں کی
ٹھنڈک (راحت) چھپا رکھی گئی ہے اُس کے بدلے میں جو
وہ کرتے ہیں۔

اور حدیث نبوی میں اُس کی تفسیر اور توضیح ہوئی ہے چنانچہ فرمایا ہے
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اَعَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ
مَرَاتْ وَلَا أُدْنُ سَمِعَتْ وَلَا حَطَّكَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ

ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نیک بندوں
 کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جو کسی آنکھ نے دیکھی ہے نہ کسی
 کان نے سنی ہے۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں اُس کا
 خیال گذرا ہے،

تو تم بھولے سے بھی ایک سجدہ نہ کرو۔ تم نادان لڑکے کی طرح ریوڑیوں کے لالچ
 سے سو سو دفعہ جھک جھک کر سلام کرتے ہو اگر تمہیں یہ خبر ہو کہ ریوڑیاں نہیں
 ملیں گی تو تم کبڈی کھیلنے کے واسطے فی الفور بھاگ جاؤ تم کو اب تک یہ اصل
 اصول معلوم ہی نہیں ہوا کہ:-

نیکی کو خود نیکی کی خاطر کرنا چاہیے نہ کہ فرد کی خاطر
 تم جانتے ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔

لَا تَكْفُرُوا أَهْلَ الْقِبْلَةِ

تم جانتے ہو کہ جس میں تانوسے وجہ کفر کی اور ایک وجہ اسلام کی ہو اُسے
 کافر نہیں کہتے۔

تم جانتے ہو کہ جو تادیل کرے وہ کافر نہیں ہوتا چنانچہ امام غزالی حسب
 اپنے رسالہ التفرقة بين الاسلام والزندقيہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جو
 کے پانچ درجے ہیں۔
 ۱۔ وجود ذاتی۔

(۲) وجود حسی۔

(۳) وجود خیالی۔

(۴) وجود عقلی۔

(۵) وجود شبہی (شین اور بے کے فتح معنی زبر سے)

ان اقسام وجود کے نہ جاننے سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔ مگر جس چیز کے وجود کی رسول نے خبر دی ہے اور جس نے اُن انچون قسموں میں سے کسی قسم کے وجود سے اس چیز کے وجود کو تسلیم کیا ہے وہ اُس کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیبؑ

وہ ان بچکانہ اقسام وجود کی یہ تعریف کرتے ہیں۔

۱، وجود ذاتی حقیقی وجود ہوتا ہے جو خارج میں موجود ہو اور جس اور عقل اُس سے اُسی کو سمجھے جیسے حجر و شجر وغیرہ جو حقیقتاً موجود ہیں اور سب جانتے ہیں بلکہ ان سے بجز اُن کے وجود کے اور کوئی معنی ہی نہیں سمجھے جاتے۔

(۲) وجود حسی۔ ایسا وجود ہوتا ہے جو آنکھ میں محسوس ہوتا ہے مگر خارج میں اُس کا وجود نہیں ہوتا جیسے جلتی ہوئی نیٹی کو جب انسان تیزی سے پھراوے تو ایک شعلہ کا دائرہ آنکھ میں محسوس ہوتا ہے مگر واقعی خارج میں اُس دائرہ آتشین کا وجود نہیں ہوتا۔

(۳) وجود خیالی اُن محسوس چیزوں کی صورت ہے جو ہم کو دکھائی دیتی ہیں۔ جب کہ وہ ہمارے سامنے موجود نہ ہوں۔ تم ہاتھی گھوڑے کی صورت آنکھیں بند کر کے اپنے خیال میں پیدا کر سکتے ہو گو یا کہ تم اُن کو دیکھ رہے ہو اور وہ ہو ہو پوری شکل تمہارے روپرو موجود ہے مگر موجود فی الخارج کچھ بھی نہیں۔

۴۔ وجود عقلی ہر ایک چیز کی ایک حقیقت اور اور اُس کے لیے کوئی شے یعنی غایت ہے۔ پس جب کہ عقل اُس شے کی غایت اور مقصد کی طرف بلالفاظ اُس کی صورت ذاتی یا خیالی یا حسی کے منتقل ہوتی ہے تو اُس شے کا وجود عقلی مراد ہوتا ہے۔ مثلاً ہاتھ۔ اُس کی ایک تو صورت موجود فی الخارج ہے جو اُس کا وجود ذاتی ہے اور ایک اُس کا وجود حسی اور ایک وجود خیالی ہے جسکی تفصیل اوپر بیان ہوئی ہے مگر اُس کے سوا ہاتھ کے لیے ایک معنی اور بھی ہیں جو دراصل اُس کی حقیقت ہے اور وہ کیا ہے پکڑنے کی قدرت اور

يُدُّ اللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

میں یہی عقلی ہاتھ مراد ہے۔

(۵) وجود شبہی وہ ہے کہ نفس شے موجود نہ ہو۔ نہ حقیقت میں نہ فی الخارج اور نہ فی الحس اور نہ فی الخيال اور نہ فی العقل۔ بلکہ ایک ایسی چیز موجود ہو جو

اُس کی کسی خاصیت یا صفت میں مشابہ ہو“

ان پانچوں قسم کے وجود کے بیان کرنے کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ ”جس شخص نے شائع کے اقوال کو ان قسموں میں سے کسی قسم پر تسلیم کیا تو وہ شارع کے قول کا تصدیق کرنے والا ہے نہ تکذیب کرنے والا۔ تکذیب ج بھی ہوگی جب وہ ان سب قسم کے معانی اور مراد سے ہٹ کر کرے“ اس اصول کی ناواقفیت سے کٹ ملاؤن نے سرمد کی یہ رباعی منکر ایسے معراج کا منکر قرار دیا۔

رباعی

آؤ کہ سر حقیقتش باورشد خود بہتر از پہر پہناورشد
ملاؤ گوید کہ بر شد احمد فلک سرمد گوید کہ فلک با احمد در شد
اگر اُس وقت اُن کو حضرت عائشہؓ کا یہ قول معلوم ہوتا تو خدا جانے اُن کے حق میں کیا کہتے۔

مَا فَقَدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ

یعنی شب معراج کو اُن حضرت کا جسم مبارک سیرپاس سے گم نہیں ہو چکا۔
ان کٹ ملاؤن نے سرمد کے قول پر غور کر کے یہ بھی نہ سوچا کہ اسماءؓ کا فلک پر جانا زیادہ وقعت رکھتا ہے یا خود فلک کا احمد کے دروازے پر حاضر ہو جانا اُس کی وقعت اور شان بڑھاتا ہے

اصل یہ ہے کہ یہ کٹ ملا وجود ذاتی کے سوا دوسرے اقسام وجود سے
محض نا آشنا تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ ہر چیز کے واسطے ایک حقیقت اور
نهایت بھی ہے بے شک نظیر نیشاپوری نے کہا ہے۔
گوئی بغیر واسطہ درگوشش خما کیے
رازے کو خبر نہ بود جبریل را
اور سید لکھا ہے۔

زجبریل امین قرآن بہ پیامے نے خواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآن کے کہ من ارم
مگر اس سے یہ بزرگوار نہ وحی کے شکر ہیں وجود جبریل کے کو ممکن ہے کہ
جو حقیقت وحی کی اور جس قسم کا وجود جبریل کا اُنھوں نے سمجھا ہو وہ تمھاری
سمجھی ہوئی حقیقت اور تمھاری سمجھی ہوئی قسم وجود سے مغایر ہو۔
جبریل معرب ہے لفظ گبریل اور گبریل مرکب ہے دو لفظوں سے
گبر اور ایل سے۔ گبر کے معنی عبری میں قوت کے ہیں اور ایل کے معنی
اللہ کے ہیں۔ پس معنی جبریل کے قوت اللہ ہوئی۔

بعد اس قدر تحریر کے اب اگر تم غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا
کہ سید احمد خان صاحب نے ان سب قسم کے معنی اور مراد سے کسی جگہ
اِکٹا نہیں کیا ہے۔ وجود کے ان اقسام پنجگانہ میں سے کسی کو کسی قسم کا

وجود احوال متنازعہ فیہ میں رخواہ وہ وجود شیطان کے متعلق ہوں خواہ تمہا
بہشت اور آلام و دوزخ کے متعلق ہوں خواہ عذاب قبر وغیرہ سے متعلق ہوں
ضرور مانا ہے پھر تم بوڑھے سید کو کافر کیوں کہتے ہو۔

تم جانتے ہو کہ وحی غیر نبی پر بھی نازل ہوئی تھی۔ حضرت مریم علیہا السلام
نبی نہ تھیں۔ وحی اُن پر نازل ہوئی تھی چنانچہ سورہ مریم میں کہا ہے۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْسُومًا إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا
مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ
حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا
سَوِيًّا قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتُ
تَقِيًّا قَالَ سَمَّاكَ نَسْوًا لَئِنْ لَمْ تَنْتَبِهِ لَكِ عَذَابٌ
أَلِيمٌ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ
يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا قَالَتْ كَذَلِكَ
قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّئْ وَلْنَجْعَلَنَّ إِيَّاهُ
لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا

ترجمہ اور ذکر کتاب میں مریم کا جب کنارے ہوئی اپنے لوگوں
سے ایک شرمیلی مکان میں پھر کھڑپایا اُس نے اُن سے دوسرے
ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اُس پاس اپنا فرشتہ بھیج دیا اُس کے

آگے آدمی پورا بولی مجبور حمل کی پناہ تجھے۔ اگر تو پرہیزگار
 ہے۔ بولامین تو بھیجا ہوا تیرے رب کا ہون کہ دیے جاؤں
 تجھ کو ایک لڑکا ستھرا۔ بولی کہاں سے ہو گا میرے لڑکا
 اور چھو انہیں مجھ کو آدمی نے اور میں خراب بھی نہ تھی۔ بولا
 یون ہی فرمایا تیرے رب نے وہ مجھے آسان ہے۔ اور اُس کو
 ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوگوں کے لئے نشانی اور رحمت ہماری
 طرف سے اور یہ کام ٹھہر چکا۔

اسی طرح سورہ آل عمران میں بھی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس
 وحی بھیجے جانے کا ذکر ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر وحی نازل ہوئی تھی اور
 وہ نبی نہ تھیں چنانچہ سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ
 فَاِذَا خِفَتْ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ
 وَلَا تَخَافِ وَلَا تَحْزَنِ اِنَّا سَرَّادُوْهُ
 اِلَيْكَ وَجَاعَلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ۔ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی ماں کو کہ اُس کو دودھ
 پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اُس کا تو ڈال دے اُس کو درمیان اور

نہ خطرہ کرورنہ غم کھا رہم پیونچا دیوینگے اُس کو تیری طرف اُو
 کرین گے اُس کو رسولوں سے
 پھر ذوالقرنین کو بھی وحی آئی تھی۔ حالانکہ وہ بنی نہ تھے چنانچہ سورہ
 میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ
 نَعَذِّبَ بِمَا كُنْتَ تَعْمَلُ فَيَمُوتَ حُسْبًا

ترجمہ۔ اے ذوالقرنین یا لوگوں کو تکلیف دیا رکھتا ہوں غیبی
 اس کے سوا وحی نخل (شہد کی مکھی) پر بھی آئی ہے۔
 اور شکوہ شریف میں لکھا ہے

قال النبي صلى الله عليه وسلم قد كان فيمن من
 قبلكم من الائمة محمد ثوث فان شك في متى احد فانه عرض
 ترجمہ بنی برحق نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے پہلی امتوں میں
 الہام والے لوگ تھے۔ پھر اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے

اس سے ظاہر ہے کہ وحی کا انصاف انبیاء ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ انبیاء کے
 سوا مقدس لوگوں پر بھی وحی آتی ہے مگر جب انبیاء کے سوا وحی اور لوگوں پر
 اُترے تو اُسے تحدیث کہتے ہیں۔

پھر وحی۔ الہام۔ اور کشف میں بھی فرق ہے۔

جب خدا کی طرف سے دل میں خدا کا پیام ڈالا جائے اُسے
الہام کہتے ہیں۔

جب خواب میں یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الہی معلوم ہو تو اُسے
مشاہدات یا مکاشفات کہتے ہیں اور الہام مشاہدات اور مکاشفات اکثر
مقدس لوگوں کو ہوا کرتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ وحی کی حقیقت کیا ہے اور الہام سوائے صاحب الہام کے دوسرے
کے لیے قطعی حجت ہے یا نہیں یہاں اور مسئلہ ہے یہاں جو کچھ ثابت کرنا منظور تھا
وہ یہ تھا کہ الہام اہل اللہ کو ہوا کرتا ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم
مرزا غلام احمد قادیانی پر محض اُن کے دعوے الہام کی وجہ سے کفر کی ٹیٹھ
کیون کرتے ہو۔

تم جانتے ہو کہ صرف ایک بڑا سید ہی مختلف مذاہب کے اٹھاڑے میں
کھڑا ہوا ہم ٹھونک ٹھونک کر یہ آواز بلند کر رہے ہیں کہ جس کا جی چاہے
ہمارے مذہب سے اپنے مذہب کا مقابلہ کرے۔

بازار مصر میں چل یوسف کا سامنا کر
کھوٹے گھرے کا سودا کھل جائیگا چلین

اور اگر دنیا میں کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور جو غیر مذہب الہی
تقابلہ کے لیے میدان میں آتا ہے وہ سُخڑ کی کھاتا ہے۔

ہر کہ باقولا دیاز و سنجہ کر د
 ساعدہ سیمین خود را رنجہ کر د
 پھر تم اپنے مذہب کے پہلوان کی پیٹھ ٹھونکنے کے بجائے اسکی پیٹھ پیچھے
 غیبت کیوں کرتے ہو۔

تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم کا جہاز تباہی اور ذلت کے گرداب میں پڑا ہوا
 ڈبکون ڈبکون کرتا ہے اور اہل جہاز کمال منت و سماجت جعفر زلی کی زبان
 میں سید سے کہہ رہے ہیں۔

کشتی قوم مسلمان در بھنور افتادہ است
 ڈبکون ڈبکون مے کند از یک توجہ پار کن
 اور یہ نا خدا نہ تلاطم سے ڈرتا ہے نہ توجہ سے۔ دلیرانہ اس کی پتوار
 منبھالے ہوئے سلامتی کے کنارے کی طرف لیے چلا آتا ہے اور
 ساحل پر کھڑے ہونے والوں سے کہتا ہے کہ رستہ تنہا کر کشتی کو
 کیچ لو۔ تو تم اسے مدد کیونہیں دیتے۔ اگر تم مدد نہ دو گے تو تمہارے
 اہل کشتی ڈوب جائیں گے اور اس کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔

تم جانتے ہو کہ سید کی تدبیر دن سے قوم خاک ندلت سے عرج عزت
 پر پہنچ جائے گی پھر تم ان تدبیروں پر کیوں عمل نہیں کرتے۔
 کم جانتے ہو کہ مدرستہ العلوم تمہارے بچوں کے لیے عمدہ

تعلیم گاہ ہے۔ پھر تم اپنے بچوں کو اُس میں کیوں داخل نہیں کرتے۔
 تم جانتے ہو کہ مدرستہ العلوم ساری قوم کا مدرسہ ہے پھر تم
 اُس کی شرکت سے اُس کے انتظام وغیرہ میں کیوں مدد نہیں دیتے
 اُس کی ہر کارروائی کو نظر غور سے کیوں نہیں دیکھتے جہاں اصلاح کی
 ضرورت ہے وہاں اصلاح کا مشورہ کیوں نہیں دیتے۔

سوائے تعصب کے اور کون سی شے ہے جو تھیں سید اور اُس
 کے مدرسہ اور اُس کی مذاہب سے علیحدہ رکھتی ہے۔

یہ تمہارا تعصب ہی ہے کہ تم انگریزی پڑھنے کو کفر سمجھتے ہو حالانکہ
 ضرورت وقت انگریزی تعلیم کو تم پر فرض کر چکی ہے۔

تم جانتے ہو کہ اگلوں کا علم کلام اس وقت کام نہیں آتا۔ اس وقت
 ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے جس سے ہم اپنے مذہب کو ویسا ہی
 سچا آج کل کے حکما اور فلاسفہ کے نزدیک ثابت کر دکھا دیں۔ جیسا کہ
 پیشتر ایک زمانے میں ہمارے علمائے سابقین نے اگلے حکما اور فلاسفہ
 کے روبرو ثابت کر دکھایا تھا اور یہ بات حاصل ہوگی جب تک تم علوم
 مغربی سے بذریعہ انگریزی کے واقفیت حاصل نہ کرو گے اس کے
 علاوہ دنیا کے اس دور میں ہماری قوم کی ترقی کے واسطے علوم و فنون
 مغربی کی تحصیل لا بد ہو گئی ہے اگر خوف طوالت نہ تو ہم زیادہ

مفصل بتاتے۔

غرض جس پہلو سے دیکھو تمہارا تعصب بدنام معلوم ہوتا ہے۔
یہ تمہارے تعصب ہی کا نتیجہ ہے کہ باوجودیکہ اسلام نے تمہارے
درمیان اخوت قائم کر دی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحْ بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

ترجمہ مسلمان آپس میں بھائی بتاتے ہیں پس اپنے

دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو

كُنْتُمْ اَعْدَاءُ قَالَفَ بَيْنَ تِلْكَ لَكُمْ

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا

ترجمہ۔ تم پہلے دشمن تھے خدا نے تمہارے دلوں میں

افت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی

ہو گئے۔ پھر بھی تم اس اخوت کو مداوت سے مبدل کرتے ہو

تم کو اس تعصب کے طفیل غیر دین ہی سے بغض نہیں ہے بلکہ خود

اپنی قوم سے بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان

کے خون کا پیا سا ہے اور یہ پیاس تمہارے تعصب ہی نے تم میں

پیدا کی ہے۔

تم جانتے ہو کہ جب اصول میں کچھ تازم نہ ہو تو ذروعات میں جھگڑنا

بے فائدہ ہے مگر تم فردعات میں نفسانیت اور تعصب سے اس قدر جھگڑتے ہو کہ یہ فروعات ہی گویا اسلام کے اصول ہیں حالانکہ اسلام کے اصول مغوی اور صوری کی نسبت کبھی تمہارے دل میں کوئی خیال بھی نہیں آیا۔ نہ تم نے کبھی غور کیا ہے۔

تم جانتے ہو کہ اسلام نے اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے اور تمہارا طعام اہل کتاب کے لیے حلال کر دیا ہے۔

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ

مگر تم ایسے شدید القلب اور متعصب ہو کہ عیسائیوں کو چھوڑ کر تم باہم مسلمانوں کو مل کر ایک دسترخوان پر کھانا نہیں کھانے دیتے جس گھر میں مولوی انوار الحق صاحب کی دعوت ہو اُس میں ضیاء الحق صاحب کو کھانا حرام ہے اور جس گھر میں مولوی ضیاء الحق صاحب مدعو ہوں وہاں مولوی انوار الحق صاحب کو کھانا حرام ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں مقلد نماز پڑھے وہاں غیر مقلد نماز نہیں پڑھتا اور جہاں غیر مقلد نماز پڑھے وہاں مقلد نماز نہیں پڑھتا۔

پھر تمہاری عید گاہیں بھی دو ہیں تمہاری جامع مسجد بھی دو ہیں اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے۔

کیا تمہارے خدا بھی دوہیں؟ !!! کیا تمہارے رسول بھی دوہیں؟ !!!
 کیا تمہارے معبودوں میں مختلف معبودوں کی عبادت ہوتی ہے؟ کیا
 تم سب خداے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت نہیں کرتے؟ کیا تم ایک رسول
 عربی محمد رسول اللہ کی امت نہیں ہو کیا تم ایک خدا اور ایک رسول کا کلمہ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

نہیں پڑھتے؟ پھر تم میں یہ بغض کیسا یہ عداوت کیسی یہ تفرقہ کیسا۔ بہ معارفت
 کیسی؟۔ حیف۔

اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ مَرْحَمَةٌ

کو تم نے۔

اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ نَزْجَمَةٌ

سے بدل دیا۔

حیف کہ تم ایک خدا کے بندہ ہو کر اُس کے بندوں سے غناور کھو۔

حیف کہ تم ایک رسول کی امت ہو کر اُس کے پیروں سے بعداوت پیش آؤ۔

گر سلما نی بہین ست کہ واعظ دار و

واسے گرا ز پس امروز بود و راسے

تم جانتے ہو کہ خیر البشر نے صاف کہہ دیا ہے۔

وانذا امرت برأعی فانتم اعدا یا مومنین دنیا کہ

ترجمہ۔ جب میں تم کو امور دنیا میں اپنی راے سے حکم دوں
تو دنیا کے کاموں میں تم مجھ سے زیادہ ہوشیار ہو۔

پھر تم امور دنیا کو دنیا کے ساتھ کیوں خلط ملط کرتے ہو دنیا میں
جو نبی برحق نے تم کو بتایا ہے اُس پر عمل کرو امور دنیا میں تمہارے لئے
اجتہاد کا راستہ کھلا ہوا ہے اُن میں اپنی عقل اور فکر لڑاؤ۔ اور زمانہ کے
ساتھ ساتھ چلے چلو پیچھے مت رہو ورنہ تمہارا وہی حال ہو گا جو اُس سفر
کا ہوتا ہے جو مدینہ جانے والے قافلہ سے بے سرو سامان پیچھے رہ جاتا ہے
تم جانے ہو کہ برخواستے۔

لا سرہبائیت فی الاسلام

ترجمہ۔ اسلام میں جوگی پناہ نہیں ہے۔

پھر تم لوگوں کو جوگی پن کیوں سکھاتے ہو۔

تم اپنے تعصب کے سبب سے غیر مذہب والوں کے طعن نہیں سہتے
غیر قویں اسلام کی نسبت جو راے رکھتی ہیں تمہارے کان اس سے محض
نا آشنا ہیں۔ تمہارے بھائیوں نے جو کچھ دنیا میں اپنے مذہب کی بابت
سننا ہے اور جو کچھ وہ جواب دینے کے واسطے تم سے پوچھنا چاہتے ہیں
تم نہیں بتاتے اصل یہ ہے کہ تم بہت ڈرتے ہو یہاں تک کہ اس سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تمہارا مذہب۔

اوهن من بیت العنکیوت

ہے یا تمہیں اُس کی حقانیت پر یقین نہیں ہے یا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ عقل اور حکمت کی آزمائش کے آگے نہیں ٹھہر سکتا جہاں عقل کی کسوٹی پر کسا یا حکمت کی کوٹھالی میں تایا اور اُس کا کھوٹ معلوم ہوا۔

ونعوذ باللہ من ذالک

مگر مذہب اسلام ایسا نہیں ہے نہ اُس کو غیر مذہب والوں کے طعن و تشنیع کا خوف ہے نہ وہ عقل و حکمت سے ڈرتا ہے وہ ایسا کندن ہے کہ چون چون اُسے تاؤ وہ اور چمکتا ہے چون چون اُسے رگڑو اُس کا رنگ او دکھتا ہے۔ کسی نے یہ سچ کہا ہے۔

اسلام بہ ذات خود نہ دارد عیب

ہر عیب کہ مست در سلطانی ماست

تمہارے تعصب نے تمہیں حق بات کے سمجھنے کے قابل نہیں رکھا۔ اُس نے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تمہاری آنکھوں پر تعصب کا پردہ ایسا پڑا کہ حق دیکھنے کے واسطے تم اندھے ہو گئے۔ تمہارے دل پر مہر لگائی گئی۔

حَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشًا

کہا گیا تھا کسی اور کی شان میں مگر وہ تھیں پر درست آیا۔

تمہارے تعصب کی اور بھبی بہت سی مثالیں ہیں اگر سب کو بیان کریں تو شاید کئی روز لگیں گے اور شرمندگی تھیں اور زیادہ حاصل ہوگی بہتر یہ ہے کہ تم خود ہی اپنے دل میں غور کرو کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے

یکے از ہزار دشتے نمونہ از خسرو دار

وہ سچ ہے یا نہیں اور جو اس بارہ میں باقی رہتا ہے وہ کس قدر ہے
ہمیں اسید ہے کہ جب تم بجائے خود غور کرو گے تو تم کو ہرگز شبہ باقی نہ رہیگا
کہ تمہاری دینی سرگرمی میں تکیں سن تعصب ملا ہوا ہے۔

راوی مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے حسب گفتہ ان کو اپنا
کے اپنی لوح دل پر نظر کی تو بہت سا حصہ اُس کا تعصب سے گھرا ہوا
پایا اُس سے میں اپنے دل میں آپ قائل ہو گیا۔ مصرع

میں الزام اُن کو دیتا تھا قصو نہ نکل آیا

اور اُس سے مجھے اس قدر نجات ہوئی کہ یہ جی چاہا کہ خود کشی کروں مگر

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

ترجمہ۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاکت کی طرف نہ کھینچو۔
یاد آگئی اس واسطے میں خود کشی سے باز رہا۔ مگر دل کا وہ حال جیسے کسی
چور کے دل کا حال ہوتا ہے۔

ابھی میں اس تاسف اور تحسّر کی حالت میں ڈوبا ہوا تھا کہ گواہوں نے پھر زبان کھولی وہ بولے۔

بیانِ حسد

گواہان۔ مولوی صاحب! اب تم اپنے حسد کا بھی حال سنو مگر میں ازان کہ ہم تم کو تمہارے حالات حسد پر مطلع کریں ہم حسد کی اقسام تم کو بتانا چاہتے ہیں تاکہ ہمارا مطلب سمجھنے میں تم کو سہولت ہو۔ سنو! حسد کی تین اقسام ہیں۔

(۱) حاسد کا محسود کو ضرر اور نقصان پہنچانے کے درپے رہنا۔ اس غرض سے کہ اس حاسد کو نفع پہنچے گا۔

(۲) عام اس سے کہ محسود کے ضرر اور نقصان سے نفع پہنچے یا نہ پہنچے حاسد کا خواہ مخواہ محسود کے ضرر اور نقصان کے درپے رہنا۔

(۳) گو محسود کو ضرر اور نقصان پہنچانے میں حاسد بھی ضرر اور نقصان پہنچا تاہم محسود کو ضرر اور نقصان پہنچانے کی سعی سے حاسد کا باز نہ آنا۔

مولوی صاحب!

تم سے تینوں اقسام کے حسد کا طور ہوا ہے کیا تم کو یاد نہیں ہے کہ جب پہلے پہل مولوی صدر الاسلام دہلی میں مفتی مقرر ہوئے تھے تو تم نے آتش حسد سے جل کر ان کو اس عہدے سے گرانے اور خود مفتی بن جانے

اسکی سچی کی تھی۔ تم یہ کہتے ہو کہ مولوی صدر الاسلام کے لئے عہدہ
 مفتی تجویز ہوا ہے کلکٹر صاحب کے پاس دوڑے گئے تھے اور جا کر
 کہا تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ علم میں ہیں نہ عقل میں نہ خاندان میں نہ
 صورت میں نہ شان میں پھر کیا وجہ کہ آپ اُن کو مفتی بناتے ہیں اور
 مجھے نہیں بناتے اُن کا پچال چلن بھی اس عہدہ جلیلہ کے لائق نہیں ہے
 اور اسی طرح کی اور ہزار باتیں کلکٹر صاحب سے مولوی صدر الاسلام کے
 برخلاف جڑی تھیں۔

شور بختان بہ آرزو خواہند

مقبلان راز و ال نعمت و جاہ

مگر چون کہ کلکٹر صاحب عقل اور فہم تھے وہ سمجھ گئے تھے حسد نے تم کو
 غیبت اور بہتان پر آمادہ کیا تھا اور اسی واسطے اُنھوں نے عدم وصیت کے
 بہانہ سے تم کو اُس وقت ٹال دیا تھا۔

پھر جب سید احمد خان صاحب نے مسودہ وقفہ کا لکھنؤ
 کونسل میں مسلمانوں کے خاندانوں کو تباہی سے روکنے کے واسطے پیش
 کرنا چاہا تو تم نے محض از روے حسد کے اسکی مخالفت کے واسطے محفلین
 جمائیں مجلسین منعقد کیں جھوٹ سچ کہہ کر لوگوں کو مسودہ سے بظن کیا۔
 ناحق اُس مسودہ کو تم نے خلاف فقہ اور خلاف حدیث بتایا۔ تم جانتے تھے

کہ اگر یہ مسودہ ایکٹ ہو جائیگا تو ضرور مسلمانوں کے خاندانوں کا جہاز
تباہی سے بچ جائیگا۔ مگر تم کو خیال تھا کہ اس سے سید احمد خان صاحب
کو وہ عزت قوم میں حاصل ہوگی جسے تم جیسے جی دیکھ نہ سکو گے تمہارا
حال ٹھیک اُس یونانی دہقان کا سا ہوا جو ارٹاڈیس کی جلا وطنی کے
دوٹ کی ٹھیکری ڈالنے گیا تھا اور اتفاقاً ارٹاڈیس سے ملاقی ہو گیا
تھا اور اُس سے کہا تھا بھائی ذرہ اس ٹھیکری پر ارٹاڈیس کا نام لکھ دیا
ارٹاڈیس نے پوچھا تم ارٹاڈیس کی جلا وطنی کا دوٹ کیوں دیتے ہو
تو اُس نے کہا وہ تو میں کچھ وجہ نہیں بتا سکتا۔ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں اُس
کو ہر خاص و عام کی زبان سے عادل مُنتے مُنتے جل گیا ہوں اب

اے ارٹاڈیس شہر امیتھنز (مدنیۃ الحکم) کا باشندہ تھا اُس کو نہ شیروان کی طرح
عادل کہتے تھے وہ بڑا بیک انسان تھا جب دانے یونان پر چڑھائی کی اور اُٹلیس
کام آیا تو سب کی توجہ ارٹاڈیس عادل کی جانب معطوف ہوئی۔ مگر تعیضاً کلس چاہتا
تھا کہ میرا بول بالا ہو۔ اس واسطے اُس نے ارٹاڈیس کو جلا وطن کرنا چاہا اُس وقت
یونانیوں میں یہ قاعدہ تھا کہ ہزار آدمی بالاتفاق دوٹ دیتے تو کوئی جلا وطن کیا جاتا
دھوکہ میں آکر لوگوں نے ارٹاڈیس کی جلا وطنی کے دوٹ دیے۔ جب اُس نے
اہل وطن کو پیٹھ دکھائی تو کہا کہ خدا کرے میرے ملک کو ایسے نازک وقت میں میری ضرورت
نہ پڑے۔ من مہصف۔

اس سے زیادہ اُسے عادل سُننے کی مجھ میں تاب نہیں رہی، یہ سُنکر
اُسٹڈیس نے ٹھنڈے دل سے اُسے اپنی جلاوطنی کا دوٹ اپنے
ہاتھ سے لکھ دیا !!!

ایسے ہی خیال سے تم مدرسۃ العلوم کی امداد سے باز رہے اور
اورون کو باز رکھا اور جب پچھلے سال سید پنجاب میں آیا اور اہل
پنجاب نے اس کی تعظیم و تکریم ہر جگہ خلوص دل سے کی تو تمہارے حسد
کی آنکھوں سے خون ٹپکا تم اُس کی توقیر دیکھ نہ سکے تم نے اس کا سفر نامہ
پنجاب پڑھا تو تمہارے کانوں سینہ میں اور بھی زیادہ حسد کا شعلہ بھڑکا
تم سے اور کچھ نہ ہو سکا تو تم نے جھوٹ سوٹ کا ایک ریویو اُس کے سفر نامہ پر
لکھ مارا تم نے عوام کو اُس سے بدگمانا چاہا تم کو۔

الحق یعلو ولا یعلیٰ

یاد نہ رہا تم یہ نہ سمجھے کہ جو حق کی تکذیب یا کتمان کرتے ہیں وہ اپنی کوشش
میں قاصر رہتے ہیں تم یہ نہ سمجھے کہ حق میں وہ زور ہے کہ تکذیب کرنے والے
کے مُنہ سے وہ کسی نہ کسی جگہ اپنی تعریف کروا دیتا ہے۔ چنانچہ تمہارا ریویو
پڑھنے والے جانتے ہیں کہ تم خیر میں اپنے ریویو میں سید کی حُب قومی
اور حسن تدابیر ترقی کے خود ہی قائل ہو گئے۔

لے حق کا بول بالا رہے گا۔ کبھی حق مغلوب نہ رہے گا۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کے لوے

تم سوچ پر خاک ڈالو وہ کبھی نہیں چھپے گا تم چاند کو دیکھ کر بھونکو اس کی چاندنی کبھی کم نہوگی۔

تم کو یاد ہو گا کچھ بہت دنوں کی بات نہیں ہے کہ جب مولوی شمس الحق صاحب کو سرکار سے اُن کی خیر خواہی۔ وفاداری اور نیک صلاحی کے صلہ میں جاگیر اور انعام ملا تو تم کو سخت رنج ہوا۔ تم کو اُس رنج کے باعث خواب و خور حرام ہو گیا تم نے ہزاروں منصوبے مولوی شمس الحق کو ترک دینے کے سوچے مگر جب کوئی کارگر نہوا۔ تو آخر تم نے یہ منصوبہ ٹھکانا کہ گواپ بھی جان سے جائے مگر ساتھ ہی اس کو بھی لیتے جائے۔

تم کو ڈبوئین لاکھوں مین گوہم بھی ڈوب جائیں یہ سوچ کر اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تم نے صاحب مجسٹریٹ سے جا کر مخبری کی کہ۔

”حضور مولوی شمس الحق اور مخبر یعنی ہم دونوں پہلے قزاقی اور پٹاری کیا کرتے تھے کہتے کی سراسے کے پاس جو پارسا سال ستر فاکس مارے گئے تھے اُن کو ہم ہی دونوں نے مارا تھا اتنی مدت یہ راز ہم نے چھپایا اب نہیں چھپ سکتا قتل سر پر چڑھ کر اقبال کروانا ہے جو سزا حضور دادوین ہم دونوں اُس کے سزا دار ہیں۔“

ہوے آگے حاضر خطاوارہین

سنرا جو کہ دیکھے سنرا دارہین

صاحب مجسٹریٹ یہ حکایت سن کر از بس حیران ہوئے کچھ دیر تال کیا آخر
تم سے دو ہزار روپیہ کی حاضر ضامنی لینے کا حکم دیا اور مولوی شمس الحق کو
بھی بگوا یا اور تحقیقات شروع کی ثنائے تحقیقات میں معلوم ہوا کہ مولوی
شمس الحق صاحب مسٹر ولیم کے ساتھ دو برس سے انگلستان کی
سیر کرنے کے واسطے گئے ہوئے تھے دو مہینے ہوئے کہ واپس آئے
ہیں اس واسطے مولوی شمس الحق کو تو انھوں نے بری کیا اور تھارے
گرد ہو گئے جب تم نے دیکھا کہ دشمن بچ نکلا اور میں مفت مارا جاتا ہوں
تو تم نے حمق کی آرٹ پکڑی اور پاگل بن گئے اور بکنے لگے کہ ہاں ہم نے
مسٹر فاکس کو پچھلے سال مارا تھا اُس سے پشیر مسٹر وولف کو بھی مارا
مسٹر وولف مسٹر فاکس سے کچھ بڑا تھا مسٹر فاکس کی دم گچھے دا
تھی مسٹر وولف کی دم گچھے دار نہ تھی مسٹر وولف آدمیوں اور
بکریوں کو چٹ کر جاتا تھا اور مسٹر فاکس مرغیوں پر دانت تیز کرتا تھا ہاں
واسطے ہم نے اُن دونوں کو مار ڈالا تھا اہا ہا ہا ہو ہو ہو نہیں اُن دونوں

ادھ فاکس انگریزی میں لوٹری کو کہتے ہیں۔ وولف انگریزی میں بھٹیوے کو
کہتے ہیں اور یہ نام انسانوں کے بھی ہوتے ہیں۔

صاحبون نے ہم کو دانت مارا تھا اور ہم مر گئے تھے۔ مگر پھر اُن کی دُعا ہمارے
 منہ میں آگئی اُس کو جو ہم نے کاٹا تو پھر جان میں جان آگئی۔
 مجسٹریٹ صاحب نے تین ڈاکٹر کو دکھایا انھوں نے تم کو مرض مالینجولیا
 میں مبتلا بتایا اور تم پاگل خانے بھیجے گئے اور ابھی تھوڑے دن ہوئے
 کہ صحیح الحواس ہو جانے کا سرفلیٹ لے کر گھر آئے ہو واللہ تم نے وہ
 کر کیا کہ مسٹر فاکس (لوٹری) کے بھی کان کاٹے کیون نہو۔

الذین اذوا لا یجصل الا بالذور

یہ حسد تمھارا نہیں ختم نہیں ہو جاتا یہ تمھاری ذات سے ہر ذی وعلیٰ امر میں
 ظاہر ہوتا ہے۔ صوفیاء سے تم کو حسد ہے۔ صلیی سے تم کو حسد ہے۔ ثقہ سے
 تم کو حسد ہے۔ نہاد سے تم کو حسد ہے۔ فقہاء سے تم کو حسد ہے۔ انبیاء
 سے تم کو حسد ہے۔ مشرک سے تم کو حسد ہے۔ کتبہ سے تم کو حسد ہے۔ صحابہ
 محب القوم بغیرہ سید الاہم سے تم کو حسد ہے اور اس حسد سے
 تم ہمیشہ نعل در آتش رہتے ہو نہ سوتے چین نہ جاگتے آرام۔

بمیر تار ہی اے حسود کا میں رہنے ہست

کہ از شقت آن جز بہ مرگ نتوان رست

پھر طرفہ ماجرایہ ہے کہ تم اپنے اس جہاد حسد کو مذہبی طور سے حلال کرتے
 ہو تم کہتے ہو کہ ”ہم نے جو مولوی شمس الحق کو عہدہ مفتی سے معزول

نہ دنیا فریب ہے اور سوائے فریب کے کسی اور ذریعہ سے وہ حاصل نہیں ہوتا۔

کرتا ناچا ہوتا محض اس واسطے چاہتا کہ خلقت خدا کی اُس کے نتیجہ ظلم سے نجات پائے۔ اُس کی بے علمی سے چھوٹے مسئلہ سن کر اپنے حقوق سے محروم نہ رہے

راجہ۔ کراما کاتین نے یہاں تک مولوی صاحب کے حسد کا حال بیان کر کے کہا۔

”سینے مولوی صاحب! اگر تم ہمارے حسد کی مثالیں لے کر کہتے جائیں تو ہمیں اندیشہ ہے کہ برسوں لگ جائیں اور وہ ختم ہوں اور یہ قول سعدی ہمیں بھی یہ کہنا پڑے

دفتر تمام گشت و بیابان رسید عمر

ماہمچنان در اول و صفت تو ماندہ ای کم

اس لیے جو کچھ تم نے سنا ہے اُسے شے تھوڑی اور خردار سے تصور کرو اور یقین مانو کہ تمہارا حسد سولہ سن میں سیر ہے اور اب اپنے جہل مرکب کا حال سنو۔

بیان جہل مرکب

دنیا میں قاعدہ ہے کہ جب تک کسی شے میں قصور معلوم نہ ہو اُس کی برائی کی جانب توجہ نہیں ہوتی جب تک کسی شے میں کمی ثابت نہ ہو وہ پوری نہیں کی جاتی۔ اور یہ بھی اس دُنیا کا قاعدہ ہے کہ لاعلمی سے شوقِ دنیا

پیدا ہوتا ہے یعنی ہر ایک شے کی ماہیت اور حقیقت وہی شخص دریافت کرتا ہے جو اپنے آپ کو بے علم تصور کرتا ہے۔ رسول مقبول کے الفاظ میں وہی شخص دعا مانگتا ہے۔

اللَّهُمَّ اِنَّا حَقَائِقُ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ

جو پہلے مقرر ہوتا ہے کہ مجھے اُن کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے مگر تم خبر رکھو تم نے کس دن جانا کہ مجھ میں کچھ قصور ہے جس کی دُستی ہونی چاہیے تم نے کب یقین کیا کہ مجھ میں کسی بات کی کمی ہے جو پوری ہونی چاہیے تم کو اپنی بے علمی کا کب اقرار ہوا کہ شوق دریافت پیدا ہوتا یعنی تم نے اپنے تئیں کب بے علم تصور کیا جو تم ماہیت اور حقیقت اشیاء کی دریافت کرنے کس دن تم نے یہ دعا مانگی تم ہی ایمان سے کہہ دو کہ۔

اللَّهُمَّ اَمِّرْنَا حَقَائِقُ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ

برعکس اس کے تم اپنے آپ کو بلا قصور کامل اور واقعہ حقائق و معارف تصور کرتے رہے ہو اور یہ قول کسی تجربہ کار کا بھول گئے ہو۔

اُن کس کہ بداند و بداند کہ نداند اس پر طرب خویش بندگان رساند
وان کس کہ بداند و بداند کہ بداند اُن ہم فکر لنگ بربزل رساند
وان کس کہ نداند و بداند کہ بداند در جہل مرکب ابدال دھرم رساند

لے الہی حقائق اشیاء جیسی کہ وہ ہیں بغیر ظاہر کر دے۔

جہان صاحب معرفت یہ کہے
ما عرفناك حق معرفتك
وہاں تم ڈینگ مارو۔

شاباش دلا ارشدک اللہ تعالیٰ
پہچاناؤ سے تو نے جسے دیکھا نہ بھلا

جہان نیوطن سا عالم یہ کہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ سمندر میں
سے قطرہ ہے۔ وہاں تم کو دعویٰ ہے کہ میں علم کا سمندر سوک گیا ہوں
تمہارے اس زعم نے تمہیں معلومات مفیدہ سے محروم رکھا۔ تم اپنی
پورانی حکمت اور کتنے فلسفہ کے بوسیدہ خیالات پر اسی طرح اتر رہے ہو
جس طرح گلہری اپنے گھونسلے میں گود جمع کر کے اتراتی ہے اور یہ کہتی
ہے کہ جو میرے یہاں ہے وہ کسی راجہ کے یہاں بھی نہیں۔

نہ دار پیسج ہم چھو سامانے کہ من دارم
تم کو ہر چند کوئی سمجھائے بچھائے سکھائے پڑھائے مگر تمہارا جہل مرکب تم کو
اس پر یقین کرنے سے باز رکھتا ہے تمہارے جہل مرکب نے تم کو ابھلنا دیا
تم نے کچھ تھوڑی سی ریشیائی طریق کی تعلیم پائی ہے وہ تمہارے لیے
اَللّٰہُ حَیُّ الْکَلِیْمُ

ہو گئی ہے کاش تم ای ہی رہتے اور زید و عمر کے خیالات فاسدہ کا اثر تمہارے

ذہن پر نہ پڑتا۔ تو تمہارا ذہن زیادہ تر قابل واسطے اخذ خیالات صحیحہ کے ہوتا۔

تم ہی ایمان سے کہو کہ جب تم نے دیکھ لیا کہ ابن قلدون نے جملہ احادیث اور آیات کو جو ہمدی مفروضہ کے طور کے متعلق یقین اصول تنقید احادیث کے ذریعے مخرج اور مخدوش ثابت کر دیا اور تم کو اس مقدمہ کے جواب میں کچھ بھی کہتے نہ بن آیا تو تم پھر اس کی جانب کیوں نہ ہو گئے پھر بھی تمہارا یہ عقیدہ کیوں قائم رہا کہ ضرور کوئی ہمدی آوے گا اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں بیسیوں ہمدیوں کا ظہور ہوا اور انھوں نے ہمدی ہونے کا ادعا کیا مگر وہ ایسے ہی کاذب تھے جیسے آج کل کا ہمدی سوڈانی کاذب ہے تو تم ہی بتاؤ قرآن میں کون سی جا ہمدی کے طور کا اشارہ ہے ممکن نہیں کہ اگر کوئی ہمدی آنے والا ہوتا۔ جیسا کہ احادیث و روایات مخدوش کے ذریعے سے سمجھا گیا ہے تو ضرور ہے کہ ایسے ہمدی معبود کی پیش خبری قرآن میں درج ہوتی۔ اچھا یہ تو بتاؤ کون سی بات دین اسلام میں باقی رہ گئی تھی جس کی وہ تکس کر رہے کیا تم کو۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَارْتَمَتْ بِكُمْ رَحْمَتِي وَرَضِيَ عَنْكُمْ دِينُكُمْ
ترجمہ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کر دیا

اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمہارے واسطے دین اسلام
پسند کیا۔

یاد نہیں کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ سچے اسلام سے جس قدر مسلمانوں نے
انحراف کیا ہے وہ اُن کو سیدھا کر دینگے یہ کام تو ہر مجتہد یا زائر مر یا مصلح
الدین یا مجدد کر سکتا ہے پھر تم بتاؤ کہ وہ کون سا خاص کام ہے جو ہمدی
انجام دینگے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جب وہ آدین گے تو ساری دنیا کو
مسلمان کر لیں گے یہ کام تو کوئی نبی بھی نہیں کر سکا جس کا رتبہ امام
ہمدی سے بدرجہا افضل تھا۔ پھر وہ یہ کام کیوں کر کریں گے شاید تم یہ سمجھتے
ہو گے کہ وہ مسلمانوں کو تمام دنیا کی سلطنت بخش دیں گے یہ کام بھی کسی نبی
سے مقصود نہ تھا نہ امام کے فرائض منصبی سے یہ کام ہے پھر امام ہمدی سے
ایسی توقع موہوم رکھنی محض بے ہودہ ہے۔ محض بے ہودہ ہی نہیں بلکہ ہم
مسلمانوں کو خاکِ ندلت میں ملانے والی ہے۔ اسی خیال خام نے لاکھوں
مسلمانوں کو بے حس و حرکت کر دیا ہے وہ ستیا چھوڑ ہمدی کی آس لگا
بیٹھے ہیں کہ جب وہ آدین گے تو ہم یک لخت آسودہ ہو جائیں گے وہ نہیں
جانتے کہ خدا کی سنت کوئی ہمدی تبدیل نہیں کر سکتا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

لہ تو اللہ کی سنت (قوانین) ہجیر کو بدلتا ہوا نہ پاوے گا۔

خدا کی توہی سُنّت ہے کہ کھیتی کرو تو فصل کاٹو۔ تم اپنے اور غیر قوموں کے
 نزل اور ترقی کے اسباب پر غور کرو اور سوچو کہ تم کیوں کر گھٹے اور وہ کیوں کر
 بڑھے اگر تم اس بات پر غور کرو گے تو تمہیں خود معلوم ہو جائیگا کہ تم بغیر کسی
 مہدی کے ظہور کے کیوں کر حوضِ منسکنت سے نکل کر راجِ غت پر چڑھ سکتے
 ہو۔ لیکن اگر تم یوں ہی بے حس و حرکت بیٹھے رہے اور اپنے خدائے علیم کا قول
 یَسْئَلُ النَّاسَ اِلَّا مَا سَعَى

بُھلا دیا۔

تو یقین جانو ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ تھوڑی سی مدت میں تم ایسی سخت
 الشری کو چیلے جاؤ گے کہ پھر نہ ابھیر سکو گے پھر وہاں یہ قول حضرت مسیح
 علیہ السلام کے۔

”رُونا اور دانستہ پیسنا“

ہوگا۔ پھر یہ تمہارا جہل مرکب نہیں تو کیا ہے کہ بزعم خود ایک غلط خیال کو صحیح
 تصور کر کے اُس پر تکیہ کر بیٹھے ہو اور جو اُس کو غلط ثابت کر چکا ہے اُس کی
 نہیں مانتے براے خدا جہل مرکب کی عینک اتار کر ابنِ خلدون کی کتاب
 پھر دیکھو اگر تم کو وہ نہیں ملتی تو اُس پر مہدی کے بارے میں جو کچھ بڑھے
 سید نے لکھا ہے اُسی کو دیکھو وہ تہذیبِ الاخلاق کی جلاِ ششم میں درج
 ملے انسان کو اُس کی سعی کا پھل ملتا ہے۔

۸۰
ہے۔ اگر تم وہ بھی نہ لے سکو تو لاؤ تمہیں اُس کا اعادہ کر کے یہاں سنا دین
لو سنو وہ یہ ہے۔

مہدی آخر الزمان

اُس غلط قصوں میں سے جو ہم مسلمانوں کے ہاں مشہور ہیں ایک قصہ
امام مہدی آخر الزمان کا ہے اُس قصہ کی بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں
بھی مذکور ہیں۔ مگر کچھ شبہ نہیں کہ سب جھوٹی اور مصنوعی باتیں ہیں جبکہ
ایک محقق کیا باعتبار واقعات تاریخی کے اور کیا باعتبار اُن کے راویوں
کے اُن پر غور کرتا ہے تو اُن کا غلط اور نامعتبر اور وضعی ہونا آفتاب کی طرح
روشن ہو جاتا ہے اور یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ اُن حدیثوں کے بنانے
کی کیا ضرورت پیش آئی تھی چنانچہ ہم اُن حدیثوں کو اولاً مع تاریخی واقعات
کے بیان کرتے ہیں اور اُن کا وضعی ہونا دکھلاتے ہیں اور پھر محدثین کے
نظریہ پر اُن کے راویوں کی نسبت بحث کریں گے اور اُن کا نامعتبر ہونا
دکھلا دیں گے جس سے ثابت ہو جاوے گا کہ مہدی آخر الزمان کی بشارت
کوئی اصلی بشارت نہ تھی بلکہ اُس زمانے کے لوگوں کی صرف ایک حکمت
عملی اور خلافت ہاتھ آجانے کی تدبیروں میں سے ایک تدبیر تھی اور اُن
سے کسی ایسے مہدی کی جو مسلمانوں نے تصور کر رکھا ہے اور جس کا قیامت

کے قریب ہونا خیال کیا ہے بشارت مقصود نہیں تھی۔

جب کہ خلفائے اربعہ کی خلافت ختم ہو گئی اور حضرت امام حسن نے بھی خلع خلافت کیا اور مستقل خلافت خاندان بنی امیہ میں چلی گئی تو بنی ہاشم اور بنی فاطمہ کے دل سے پھر خلافت حاصل کرنے کا جوش کبھی کم نہوا۔ اسی حالت میں واقعہ کربلا واقع ہو جس سے بہت لوگوں کا دل بنی امیہ کی طرف سے متنفر اور بنی فاطمہ کی طرف مائل ہوا۔

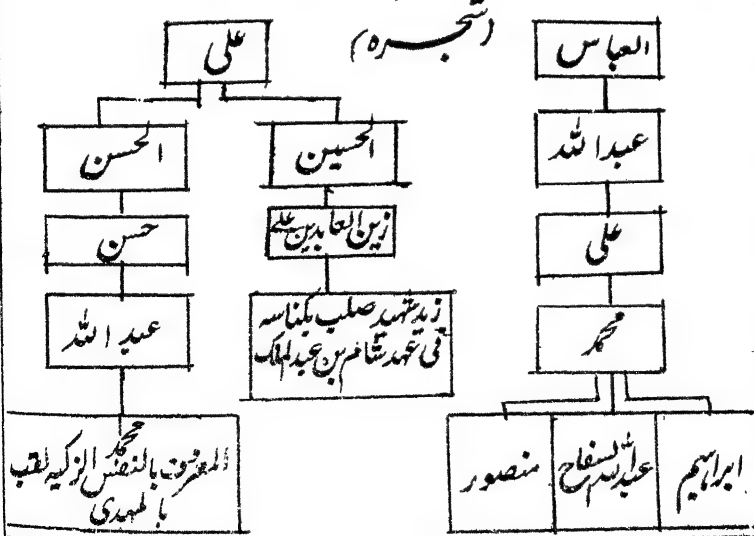
مگر جیسا کہ بنی فاطمہ خلافت کا اپنے تین مستحق سمجھتے تھے بنی عباس بھی کچھ کم خود استگرا خلافت کے نہ تھے کیونکہ وہ بنی ہاشم تھے اور تمام بنی ہاشم اپنے تین آل محمد یعنی آن حضرت صلعم کا کنبہ سمجھتے تھے بنی عباس کو بھی یقین تھا کہ بنی فاطمہ سے خلافت کا کام نہیں چلے گا مگر ہم چلا لیں گے چنانچہ جب بنی عباس خراسان میں اپنی خلافت کی تدبیر کر رہے تھے۔ اُس وقت بنی فاطمہ کے دل میں بھی اُس کا جوش پیدا ہوا تھا۔ مگر بنی عباس نے صاف کہہ دیا تھا کہ تم سے یہ کام نہیں چلے گا ترجمہ تاریخ طبری میں مندرج ہے کہ ”آن گاہ (یعنی بزمانہ تحریر) کہ خراسان پر خلافت بنی عباس طبع افتاد

بنی ہاشم را اندر خلافت فضل بن عبد الرحمن بن عباس بن ربیعہ بن جابر بن عبد المطلب بیٹے چند گفت و بعد اللہ بن الحسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما داد و اور تحریص کرد

بر طلب ولایت دایو الحسن گفت کہ یا عبداللہ بن الحسن بن علی و
 علی بن عبداللہ بن العباس ہے فہم داود بن علی مرا نزدیک
 عبداللہ بن حسن شد و گفت اگر تو فرمودی پسراں خویش را محمد و ابراہیم
 تا اندر آمدندے فردا و حرب کردندے نیک بودے کہ دولت بنی امیہ نذر
 شوریدہ نہ بینی کہ جز ہائے خسراں چکو نہ ہی آید و تباہ شدہ است
 و عبداللہ بن الحسن گفت ہنوز ہنگام نیست کہ مارا بایہ آمدن عبداللہ بن
 علی گفت یا ابا محمد شمارا بر بنی امیہ ظفر نباشد ظفر مارا بود و منم کہ ایشان را کشم
 و کار از ایشان بستانم۔

وَمَا ذَلِك عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ

پس عبداللہ خاموش شد و چیزے نہ گفت۔ (ورق ۴۹۸ صفحہ ۲)



غرض کہ اخیر زمانہ خلفائے بنی امیہ میں جب کہ اُن کی خلافت میں کسی قدر ضعف بھی ہو گیا تھا اور اُن کے ظلم و تعدی سے اہل حجاز ناراض بھی تھے بنی عباس اور بنی فاطمہ بہت سی تدبیریں اور ترغیبیں خلافت حاصل کرنے کی کر رہے تھے اس خلفشار میں لوگوں کے چار گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ تو خلفائے بنی امیہ کا طرفدار تھا جو مسند خلافت پر جلوہ آرا تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو عبد اللہ بن زبیر کی خلافت پر مائل تھا جنھوں نے مکہ معظمہ میں دعویٰ خلافت کا کیا تھا تیسرا گروہ وہ تھا جو بنی عباس سے خلیفہ ہونے کی تدبیر میں تھا۔ اور چوتھا گروہ وہ تھا جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہونے کا طرفدار تھا۔ بنی امیہ والے گروہ کو تو بحجز اس کے کہ وہ اُن کی خلافت قائم رکھنے میں کوشش کریں اور مخالفوں سے لڑیں اور اُن کو قتل و برباد کریں اور کوئی کام نہ تھا مگر بنی فاطمہ جو باقی رہے اُن کی تدبیریں البتہ غور کے قابل ہیں عبد اللہ بن زبیر کے طرفداروں کو کچھ زیادہ کارروائی کا موقع نہیں ملا مگر بنی عباس و بنی فاطمہ کے طرفداروں نے نہایت عاقلانہ تدبیریں اختیار کیں تھیں سب سے بڑی تدبیر یہ تھی کہ اُن کی طرف سے لوگ دور دور ملکوں میں جاتے تھے اور لوگوں کو بنی امیہ سے برخلافت اور اُن کی خلافت پر مائل کرتے تھے اور سب سے بڑا ذریعہ لوگوں کے براگینختہ کرنے کا اُن وضعی حدیثوں کا پھیلاتا اور لوگوں کو سنانا تھا جن سے اُن لوگوں کے استحقاق خلافت کو جن گتے

طرفداران حدیثوں کو بناتے تھے یہ طور نشین گوئی کے تقویت ملی تھی وہ اُن پیشین گوئیوں میں یہ تو کہ نہیں کہتے تھے کہ کوئی دوسرا پیغمبر ہونے والا ہے جس کی اطاعت سب کو کرنی چاہیے اس لئے اُنھوں نے لفظ ہدی کا اختیار کیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص جو خدا کی طرف سے ہدایت کیا گیا ہے۔ عدل و انصاف کرنے والا پیدا ہو گا جس کی اطاعت سب کو کرنی چاہیے اور اُن وضعی حدیثوں میں اُس ہدی کی ایسی نشانیاں بتاتے تھے جو اُن لوگوں پر صادق آتی تھیں جن کا وہ خلیفہ ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ امر ان واقعات کو حدیثوں سے مطابق کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے

عبداللہ بن زبیر کا زمانہ بہت نہیں چلا جب کہ سترہ ہجری میں طایف سنہ ۱۷ھ کے نزدیک تخت پر بیٹھا اور واقعہ کربلا بھی ہو چکا اہل حجاز اُس کی بدکاریوں سے نہایت ناراض تھے عبداللہ بن زبیر نے یزید سے بیعت نہیں کی تھی اور حجاز کے لوگ اُن کی طرف مائل تھے۔ پس عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں اپنے آپ کو خلیفہ کیا اور عراق و حجاز و مین و بصرہ کے لوگوں نے اُن کی اطاعت قبول کی یزید نے اُن سب ملکوں کو باغی قرار دیا اور مدینہ منورہ کے قتل و غارت کے بعد عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کو مکہ پر فوج بھیجی وہ مکہ میں محصور ہوئے اور لڑائی ہوئی۔ مگر یزید کے مرجانے کے سبب سے وہ فوج واپس آئی۔

زیرید کے بعد معاویہ ابن زیرہ خلیفہ ہوا۔ مگر اُس نے خلافت چھوڑ دی اور
 ۶۵ھ ہجری مطابق ۶۸۶ء کے عبدالملک بن مردان خلیفہ ہوا
 اُس نے اپنے وزیر حجاج کو مع فوج کثیر عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کو مکہ پر
 روانہ کیا عبداللہ بن زبیر بکڑے گئے اور ۶۹۲ھ مطابق ۶۹۲ء کے اُن کو
 سولی دے کر مار ڈالا۔

یہ فوج کئی جود دوسری دفعہ ہوئی نہایت سخت تھی اور اس غرض سے کہ
 لوگ عبداللہ بن زبیر کی مدد کریں اُن لوگوں نے جو حضرت عبداللہ بن
 زبیر کے طرفدار تھے اُن کے لیے حدیثیں بنالین انھیں حدیثوں میں سے
 وہ حدیث بھی ہے جو ابی داؤد نے ام سلمہ سے روایت کی ہے جس میں
 قتادہ بھی ایک راوی ہے۔

(۱) قتادہ) اور وہ حدیث یہ ہے کہ ام سلمہ نے
 عن ام سلمة عن النبي
 عليه السلام قال يكون
 اختلاف عند موت خليفة
 فيخرج رجل من اهل المدينة
 هاريا الى مكة فيأبئ الناس
 من اهل مكة فيخرجونه
 آن حضرت صلعم کا فرمانا بیان کیا کہ ایک
 خلیفہ کے مرنے پر اختلاف واقع ہوگا۔
 پھر ایک شخص مدینہ میں سے بھاگ کر
 کہ میں آئے گا پھر اُس کے پاس مکہ کے
 لوگ آویں گے اور اُس کو خلیفہ بنانے کے
 لیے نکالیں گے اور وہ خلیفہ ہونے کو

وهو كان فيا بعونه بين
 الركن والمقام وبعث
 اليه بعث من الشام
 فيخسف بهم بالبيد عيين
 مكة والمدينة فاذا اهل القلعة
 ذلك اتاه الا بلال الشام
 وعصائب هل العراق
 فيا بعونه ثم رجل من قريش
 احواله كلب فيبعث اليهم
 بغا فيطهرون عليهم
 ذلك بعث الكلب الخبيثة
 لمن لم يشهد غنيمته كلب
 فيقسم المال ويعمل في الناس
 لبسته نبيهم صلى الله عليه
 وسلم ويلقى الاسلام هجرانه
 الى الارض فيلبث سبع
 سنين (سبع سنين) ثم

ناپسند کرے گا پھر لوگ اُس سے حجرِ اسود
 اور مقامِ ابراہیم کے پیچ میں بعیت کریں گے
 پھر شام سے اُس پر لشکرِ چڑھ کر آوے گا
 پھر وہ لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان کے
 میدان میں دھنسن جائے گا جب لوگ
 یہ بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال یعنی
 بزرگ لوگ اور عراق کے لشکر اُس کے
 پاس چلے آویں گے اور اُس سے بعیت
 کریں گے پھر ایک شخص قریش میں سے جس
 کی قوم بنی کلب رشتہ میں مامون زاد ہوگی
 اُٹھے گا اور ایک لشکر اُن پر بھیجے گا اور وہ اُن
 پر فتح پاویں گے اور یہ لشکر قومِ کلب کا ہوگا۔
 افسوس ہے اُس شخص پر جو کلب کی لوٹ میں
 موجود نہ ہو پھر وہ شخص مال کو تقسیم کرے گا
 اور لوگوں میں اُن کے پیغمبر کے طریقہ پر
 عمل کرے گا اور اسلام کو زمین پر پھیلا دیگا
 پھر سات برس یا نو برس جتا رہے گا پھر

یتونی ولصلى عليهم المسلمون | مرجعے گا اور مسلمان اُس کے جنازہ
(ابوداؤد صفحہ ۲۲۲) کی نماز پڑھیں گے۔

یہ شروع شروع زمانہ اس قسم کی حدیثوں کے بنتے کا ہے اور ابھی تک ہمدی
کا لفظ وضع نہیں کیا گیا مگر محدثین نے ہمدی ہی سے اس حدیث کا یہی تعلق
سمجھا ہے اور اسی لئے ابوداؤد نے باب المہدی میں اس حدیث کو لکھا
ہے مگر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن زبیر کے لئے
بنائی گئی تھی۔ مدینہ سے مکہ میں آنا اور بنی الرکن والمقام بمعیت کا ہونا۔ او
پہلی دفعہ جو شام کا لشکر بغیر فتح کے واپس چلا گیا اُس کے دھنس جانے سے
کنایہ کرنا اور عراق سے لشکر کا آنا جس نے عبداللہ بن زبیر کی اطاعت قبول
کی تھی یہ سب ایسے اشارے انھیں پیشین گوئی میں ہیں کہ ہر پھیر کر سب اس
بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جو پیشین گوئی اس میں ہے عبداللہ بن زبیر ہی
اُس کے مصداق ہیں۔

بنی فاطمہ نے خلافت مغصوبہ کے دوبارہ حاصل کرنے کی جو تدبیر کی تھی وہ
مات تک جاری رہی مگر افسوس ہے کہ کام یاب نہ ہو سکا سب سے پہلی
کوشش وہ تھی جو زید کے وقت میں ہوئی اور اہل کوفہ کی خواہش پر
حضرت امام حسین نے مسلم بن عقیل کو دیا بھیجا اور پھر خود بھی روانہ ہوئے
اور صحرا کے ماریمین فرات کے کنارے پہنچے جہاں مطالبانِ کوفہ تھے

مع بہتر فقہاء کے شہید ہو گئے۔

مگر بنی فاطمہ کے دل سے یہ دعویٰ زائل نہیں ہوا جب کہ شہنشاہ مطابق ۲۴ھ کے ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو زید ابن علی بن حسین علیہ السلام نے جو مدت سے اپنی خلافت کی تدبیر کر رہے تھے اور چاہا بجا ان کے نقیب پھیلے ہوئے تھے کو فہمین دعویٰ خلافت کیا مگر جب ہشام کی فوج آئی تو صرف پانچ سو آدمیوں نے ساتھ دیا شکست ہوئی اور حضرت زید شہید ہوئے کنا سمہ بن سولی دے دیئے گئے۔

جو لوگ کہ بنی فاطمہ سے گرویدہ تھے اور زید شہید کی خلافت چاہتے اُنھوں نے اس لیے کہ لوگ بنی فاطمہ کی طرف رجوع کریں اور زید شہید کی خلافت کے حامی ہوں۔ وضعی حدیثیں بنا کر لوگوں میں پھیلاتی شروع کیں اب ایسا مضمون ان حدیثوں میں بیان ہونے لگا جس سے پایا جائے کہ بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہونے کی پیشین گوئی ہوئی ہے اس مضمون کی بہت سی حدیثیں کتابوں میں پائی جاتی ہیں چنانچہ ابی داؤد میں حضرت علی سے روایت ہے جس میں ایک راوی فطر بھی ہے۔

۲۔ (فطراء) کہ حضرت علی نے ان حضرت صلعم کا فرمانا

بیان کیا اگر دنیا سب چلی جائے اور صرف ایک دن ہی باقی رہ جائے تو بھی

عن علی عن النبی علیہ السلام
لولا بقی من الدنیا الا یوماً

بِئْسَ اللَّهُ مَرَجَلًا مِنْ أَهْلِ
بَيْتِي يَمْلَأُهَا عَدْلًا
كَمَا مَلَأَتْ جَوْسَرًا
أَسَى طَرَحَ مُشْكُوَّةً مِنْ أَيْكٍ حَدِيثَ غَالِبًا حَاكِمَ كَيْ مَسْتَدْرِكٍ سَ نَقْلٍ
کی ہے کہ۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ ذَكَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلَامُ يَصِيبُ هَذَا الْأُمَّةَ حَتَّى لَا يَجِدَ الرَّجُلُ مَلِجَاءً إِلَيْهِ هَذَا الظُّلْمُ فَيَبْعَثُ إِلَيْهِ رَجُلًا مِنْ غَنَرَتِي وَأَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلَأُ بِهِ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مَلَأَتْ ظُلْمًا وَجَوْسَرًا يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ لَا تَدْعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا إِلَّا حَبَّتْ مِنْ دَارِهَا وَلَا تَدْعُ الْأَرْضُ مِنْ بَنَاتِهَا

ابو سعید نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے ذکر کیا کہ اس امت پر ایک بلا پڑے گی یہاں تک کہ کوئی شخص اُس کے ظلم سے بچنے کو کوئی ٹھکانہ پاوے گا پھر اللہ تعالیٰ ایک شخص فرمائی اولاد اور میرے اہل بیت سے کھڑا کرے گا اور اُس کے سبب سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی اُس سے آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے رضی ہوں گے اور آسمان اپنی بوندوں میں سے ذرہ بھی نہیں چھوڑنے کا جو نہ برباد ہو اور زمین نباتات میں سے کچھ نہ چھوڑے گی

شَيْءًا إِلَّا أَخْرَجْتَهُ حَتَّى يَتِمَّتْ
الْأَحْيَاءُ الْأَمْوَاتُ يَعِيشُ
فِي ذَلِكَ سَبْعَ سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ
سِنِينَ (ولسبع سنين) مشکوٰۃ ۴۲۲۲
جو نہ اُگائی ہو یہاں تک کہ زندے
مردوں کو یاد کریں گے اور اُسی حالت
میں وہ سات یا آٹھ یا نو برس زندہ
رہے گا۔

کچھ عجیب نہیں کہ اسی زمانہ میں اُس شخص کے لیے جس کی نسبت مکہ مکرمہ
میں پیشین گوئی ہوتی چلی آتی تھی مہدی کا لقب وضع ہوا کیونکہ مہدی کا
لقب بیخُن مدثون کے شامل ہے جن میں بنی فاطمہ اور اہل بیت میں سے خلیفہ ہونے
کی بشارت ہے اور وہ حدیث بھی جن میں مہدی کا لقب بیان ہوا ہے متعدد کتابوں
میں ہیں چنانچہ ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و مسلمہ سے جس کے راویوں میں علی
بن نفیل بھی ایک راوی ہے یہ حدیث مذکور ہے کہ۔

(عن ابن نفیل) عن ام سلمة قال
سمعت رسول الله عليه وسلم يقول
المهدي من عترتي من ولد
فاطمة (ابو داؤد صفحہ ۳۳۲)
ام سلمہ نے کہا کہ میں نے رسول خدا
صلعم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے
کہ میری آل میں سے اور فاطمہ کی اولاد
میں سے مہدی ہوگا۔

اور ابی داؤد ہی میں ایک دوسری حدیث ابی سعید خدری سے ہے
جس میں عمران الفطان بھی ایک راوی ہے اور وہ یہ ہے کہ
دھ، (عمران الفطان) سعید خدری نے آن حضرت صلعم کا یہ

عن سعید الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المهدی منی جلی الجبینه اقصی الاثف یملا الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً (مسندین) اور وہ مالک رہے گا سات برس۔
 چمکتی ہوئی پیشانی اور اونچی ناک والا بھروسے کا زمین کو عدل و انصاف سے جیسی کہ بھر گئی ہوگی ظلم اور جور سے جو علیہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے گویا وہ علیہ زید شہید کا ہے تفاتیات زمانہ سے حضرت زید شہید اور ان کے بیٹے حضرت یحییٰ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوئے اور شہام کے ہاتھ سے شہید ہوئے حضرت یحییٰ نے شہید ہوتے وقت وصیت کی کہ میرے بعد محمد بن عبد اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ حضرت محمد رپوتے ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام کے انجین کا خطاب نفس زکیہ اور لقب المہدی ہے چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ۔

قال لویذ بامامۃ ابنہ یحییٰ حضرت زید شہید اور ان کے بیٹے حضرت یحییٰ کی امامت کے قائل ہیں پھر وہ قتل بالجور جان یعدان اقصیٰ خراسان کی طرف گئے اور خورجیان الی محمد بن عبد اللہ بن حسن میں شہید ہو گئے۔ شہید ہوتے وقت انھوں نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن الحسن بسط بن الحسن بسط و یقال له

النفس الزکیة فخرج بالحق
وتلقب المهدی جائتہ
عسا کرا منصور
فقتل

حضرت محمد بن عبد اللہ کی خلافت مستحکم کرنے کو اور اس غرض سے
کہ لوگ اُن کے معتقد اور اُن کے گرویدہ ہو جائیں اُن کے طرفداروں
نے بہت سی وضعی حدیثیں پھیلائیں انھیں میں سے وہ حدیث بھی ہے
جو ابو داؤد میں لکھی ہے اور جس میں ہارون اور عمرو بن ابی قیس
اور ابو اسحق بھی راوی ہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ۔

(۴) قال علی و نظرائی ابنہ
الحسن ابنی ہذا سید
کما سماہ النبی علیہ السلام و
یستخرج من صلیبہ جل سبی
باسم نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم
یشبہ فی الخلق ولا یشبہ
فی الخلق ثم ذکر قصۃ
یملا المرص عدلاً

حضرت علی نے اپنے بیٹے امام حسن کی
طرف دیکھا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے جیسے
کہ پیغمبر خدا نے اُن کا یہ نام رکھا ہے۔ اور
قریب ہے کہ اُس کی اولاد میں سے ایک
شخص نکلے گا جس کا نام وہی ہوگا جو کھانا
نبی کا نام ہے اور انھیں کا سا خلق ہوگا
مگر صورت میں اُن کے مشابہ نہ ہوگا چھوٹی
قصہ بیان کیا کہ وہ بھروسے کا زمین کو

(ابوداؤد صفحہ ۲۳۳) عدل سے۔

علاوہ اس کے اور بہت سی وضعی حدیثیں ہیں جن میں ہمدی کا محض نام ہونے کی بشارت ہے چنانچہ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے جس میں عاصم بھی ایک راوی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ۔

| | |
|--|---|
| <p>عبداللہ ابن مسعود نے نبی صلعم کا فرمانا بیان کیا کہ اگر دنیا بجز ایک دن کے کچھ نہ باقی رہے تو بھی اللہ تعالیٰ ضرور اُس دن کو بڑھا دے گا تاکہ اللہ اُس میں ایک شخص کو مجھ میں سے یا یہ کہا کہ میرے اہل بیت میں سے کھڑا کرے گا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ اور اُس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا (اور قطر راوی نے اس قدر اور بڑھا دیا کہ وہ بھروسے کا زمین کو عدل اور انصاف جیسی کہ وہ بھڑکے گی ہوگی ظلم اور جور سے۔ اور یحیٰ کی حدیث میں ہے کہ نہ جلاوے یا نہ نڈرے گی دنیا یہاں تک کہ میری اہل</p> | <p>(عاصم) عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لولم یبق من الدنیا الا یوما یطوّل اللہ ذلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلاً منی او من اهل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی) مراد قطر یملا الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً وفی حدیث سفیان لا تدھب الا مقتضی البیانا حتی یملأ العرب من رجل</p> |
|--|---|

من اہل بیت یواہی اسمہ اسمی
 ابوداؤد ۲۳۲۲
 بیت میں سے عرب کا ایک شخص مالک
 ہوگا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا
 محمد بن عبد اللہ نے حجاز میں خروج کیا تھا اور اسی لیے اُس حدیث میں عرب
 کا نام بھی داخل کیا گیا۔

ترمذی میں بھی اسی قسم کی مندرجہ ذیل حدیثیں ہیں اور ان سب میں
 عاصم بھی ایک راوی ہے اور وہ حدیثیں یہ ہیں۔

۸ (عاصم) عن عبد اللہ قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لا ینزل من اہل بیت یواہی اسمہ اسمی
 العرب رجل من اہل بیت یواہی
 اسمہ اسمی (ترمذی صفحہ ۳۳)
 ۹ (عاصم) عن عبد اللہ عن
 النبی علیہ السلام قال یلی رجل
 من اہل بیت یواہی اسمہ اسمی
 ترمذی صفحہ ۳۳
 عبد اللہ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا
 کہ دنیا نہیں جانے کی جب تک کہ میرے
 اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک
 ہو جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا
 پھر انھیں عبد اللہ سے روایت ہے
 کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ والی ہوگا ایک شخص
 میرے اہل بیت میں سے جس کا نام میرے
 نام کے مطابق ہوگا۔

۱۰ (عاصم) عن ابراہیم بن یونس قال
 لولم یبق من الدنیا الا یوما
 اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ان
 حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر دنیا بجز ایک دن
 کے باقی نہ رہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اُس

یطول الله ذلك اليوم حتى يلى الخ) ترمذی میرے اہل بیت میں سے جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

ابن ماجہ میں بھی اس قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں ایک حدیث میں جس کے راویوں میں یسین الجعفی بھی راوی ہے یہ آیا ہے کہ۔

۱۱) یاسین عجلی عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المهدى من اهل بيت يصلى الله اهل بيت میں ہے ایک رات میں اللہ تعالیٰ فی لیلۃ) ابن ماجہ صفحہ ۷۹، اُس کے سب کام بیت کرے گا۔

ایک اور حدیث میں جس میں علی بن نقیل بھی راوی ہے۔

۱۲) علی بن نقیل عن سعید بن مسیب قال کنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فتذکرنا المهدی فقال یجمعہ رسول الله صلى الله عليه وسلم یقول المهدی من ذی القلم فرماتے تھے کہ مہدی اولاد قاطمہ سے ہوگا۔

ایک اور حدیث میں جس میں مکرّم بن عمار و علی بن زریاد بھی راوی ہیں۔

(۱۱) عکرم بن عمار و علی بن زیاد
 عن انس بن مالک قال سمعت
 رسول الله صلى الله عليه وسلم
 يقول نحن لد عبد المطلب
 سادة اهل الجنة انا و حمزة
 و علي و جعفر و الحسن و الحسين
 و المهدی ابن ماجه ۷۴۹ المهدی -

انس بن مالک سے روایت ہے کہ
 انھوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا
 صلعم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ
 ہم اولاد عبد المطلب سردار اہل الجنۃ ہیں
 اور وہ کون ہیں میں ہیں ہون اور حمزہ اور
 علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور
 والمہدی

غور کرو کہ اس حدیث کے بنانے والے نے جو خاص نبی فاطمہ کا طرفدار معلوم
 ہوتا ہے کس حکمت سے حضرت عباس کا نام اولاد عبد المطلب سے چھوڑ
 دیا ہے تاکہ نبی عباس کے دعویٰ خلافت کو تقویت نہ پہنچے حالانکہ
 طرفداران نبی فاطمہ و طرفداران نبی عباس دونوں
 اکثر شیعے تھے مگر جو جس کا طرفدار تھا اُس کے مفید کام کرتا تھا۔

نبی عباس نے اپنی تدبیروں میں نہایت کامیابی حاصل کی اور آخر کار وہ
 خلیفہ ہو گئے نبی عباس میں سے ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ
 بن العباس نے اپنے تئیں بہ لقب امام ملقب کیا مگر وہ مروان کی قید میں
 پڑے اور قتل ہوئے۔ اس واقعہ سے نبی عباس کی تدبیروں میں کچھ نقصان
 نہیں آیا اس لیے کہ ابوسلمہ خراسانی نے جو نہایت دانش مند اور مدبر

شخص تھا محمد بن علی بن عبد اللہ بن العباس سے خفیہ بیعت کی تھی اور وہ خراسان میں اس لیے گیا ہوا تھا کہ لوگوں کو بنی عباس کے خلیفہ ہونے پر مائل کرے ابوسلم کے پاس وہاں خوب جمعیت جمع ہو گئی اور بنی عباس کی طرف لوگوں کے دل مائل ہو گئے ابوسلم نے "نقیب آل محمد" اپنا لقب اختیار کیا۔ کیونکہ بنی عباس بھی آل محمد کہلاتے تھے اور اپنی طرف سے ستر نقیب اطراف میں لوگوں کو بنی عباس کی خلافت پر مائل کرنے کے لیے روانہ کیے اور کل دوست داران آل عباس کے لیے سیاہ لباس تجویز کیا اور ان کے شکروں کے جھنڈے بھی سیاہ قرار پائے۔

اس زمانہ میں سب سے بڑا نسخہ لوگوں کو گردیدہ کرنے کا حدیثوں کا پیش کرنا تھا۔ اس لیے بنی عباس کے طرفداروں نے ایسی وضعی حدیثیں بنائیں جن سے خلیفہ یا مہدی ہونے کی پیشین گوئی بنی عباس کے حق میں نکلتی تھی اور مسلمانوں کو ان کی مدد کرنا ان حدیثوں کی رو سے ضروری ثابت ہوتا تھا چنانچہ اسی قسم کی وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

| | |
|---|--|
| <p>۱۷ عن ثوبان قال قال رسول خدا صلعم نے فرمایا جس وقت تم دیکھو سیاہ جھنڈوں کو خراسان کی طرف سے آتے ہو</p> | <p>عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأيتم الرايات السود قد جاءت من قبل خراسان</p> |
|---|--|

فَاتَوَهَّأْنَا فِيهَا خَلِيفَةَ اللَّهِ الْمَهْدِيَّ (۱) تُوَان کی اطاعت کرو بے شک اُن ہی
دوامِ حمد الباقی فی کل النبی مشکوٰۃ میں خلیفہ اللہ مہدی ہوگا۔

اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ابو مسلم نے جو اپنے لشکر
کے جھنڈے سیاہ قرار دیے تھے۔ اس لیے ہوا تو اہان بنی عباس نے یہ
حدیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلائی تھی تاکہ لوگ اُن کے مطیع ہو جائیں۔
اس سے بھی زیادہ وضعی ایک اور حدیث ہے جو ابو داؤد میں مذکور ہے

انھیں ہنگاموں اور تدبیروں کے زمانہ میں جو نسبت خلافت کے ہو رہی
تھیں ایک شخص الحرث قوم از دین سے تھا اور وہ بھی خراسان میں بنی
امیہ کے گروہ میں تھا مگر اُس نے خلیفہ بنی امیہ کی اطاعت چھوڑ دی اور ہوا خواہ
بنی عباس میں شامل ہو گیا چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ۔

كان الحرث عظیم الانزد
بجند اسان فخلع سنہ سنہ
عشر ولبس السواد ودعا الی
كتاب الله وسنة نبیه
البيعة الرضاعی ما كان
عليه عات بنی عباس هناك
ابن خلدون صفحہ ۹۲

حرث ایک شخص قوم از کا سردار خراسان
میں تھا اُس نے سنہ سنہ میں خلیفہ بنی
امیہ کی اطاعت کو چھوڑ دیا اور سیاہ لباس
پہن لیا لوگوں کو خدا کی کتاب و پیغمبر کی
سنت پر چلنے اور اُس طریقہ کو پسند کرنے پر
جس پر کہ بنی عباس کے ہوا خواہ بیعت
لے رہے تھے مشغول ہوا۔

اس حث کے لئے بھی ایک حدیث بنائی گئی اور لوگوں میں پھیلائی گئی جو ابوداؤد میں مندرج ہے اور جس میں ہارون و عمرو بن ابی قیس ہلال ابن عمرو بھی راوی ہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ۔

(ہارون و عمرو بن ابی قیس ہلال ابن عمرو) عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج رجل من دياره ليرى قال ما حدث حرات على مقدر رجل يقال منصور يأتى بطن يمكن لال محمد كما كنت قرش رسول الله عليه وسلم وجب كل مسلم نصره (ابوداؤد ص ۳۳۳)

حضرت علی نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ نہ فرات کے اُس طرف سے ایک شخص خروج کرے گا جس کو حرات حث کہیں گے۔ اُس کی سرداری میں ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہیں گے بساؤں گے اور جگہ دے گا آل محمد کو جس طرح کہ جگہ دی قریش نے رسول خدا صلعم کو واجب ہے

یہ منصور وہی ہیں بنی عباس سے جو خلیفہ ہوئے پس ان تمام واقعات کے مطابق کرنے سے کس شخص کو شبہہ باقی رہتا ہے کہ یہ سب حدیثیں وقت کی مناسبت سے اور اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔

اسی قسم کی کئی حدیثیں ابن ماجہ میں ہیں انھیں میں سے وہ حدیث ہے جس میں تیریا بن زیاد بھی راوی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

| | |
|---|--|
| <p> (ابن یزید بن یزید) عبد اللہ قال لہما عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قبل فیتہ من بنی ہاشم فلما راہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعزف رقت عیناہ وتغیر لونه قال فقلت ما نزل نرہی فی وجهک شیئاً نکرہ فقال انا اہل بیت اختار اللہ لنا الاخذۃ علی الدنیا والہلبیتی سلیقون بعدی بلاء وشد بلاء وقطیر حقیباتی قوم من قبل لمشرق معہم دایات سود فیسالون الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون فینفرون فیعطون حتی یدفعوہا الی الجحیم من اہل ہلبیتی فیموتوا </p> | <p> عبد اللہ نے کہا کہ ایک دفعہ ہم رسول خدا صلعم کے پاس تھے کہ دفعۃً بنی ہاشم کے چند گروہ آگئے جب ان کو رسول خدا صلعم نے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور آپ کا رنگ تغیر ہو گیا عبد اللہ نے عرض کیا کہ کیا بات ہے جو آپ کے چہرہ مبارک سے ایسی بات پائی جاتی ہے جو ہم کو ناخوش کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے لیے دنیا پر آخرت کو پسند کیا ہے اور قریب ہے کہ میرے اہل بیت میرے بعد بلا میں اور تشدد میں اور ڈانٹوں میں ہو جانے میں پڑے گی یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے ایک قوم آوے گی جس کے سیاہ جھنڈے ہوں گے چہرہ ایک نیک بات کا سوال کرے گی پھر ان کو وہ نہیں ملے گا چہرہ (ڑپ) گئے اور فتح پائیں گے اور جو مانگے تھے وہ مل جائے گا پھر وہ ان کو قبول نہ کریں گے </p> |
|---|--|

قسطا کما ملوہا جوسراً یہاں تک کہ اُس کو یہ اہل بیت میں ایک آدمی
 من ادھرک ذلک منکم دے دیو گے اُس وقت کہ ایک شخص کو سیر اہل بیت میں
 فالیا اتھمد ولو صبو دے دیا جاوے گا پھر وہ بھڑکے گا دنیا کو انصاف سے طرح
 علی التلیج ابن ماجہ کہ وہ بھڑکے ہوئی ظلم سے جو شخص تم سے اُس کو پاوے
 تو ان کا ساتھ دے گو کہ برف پر گھست گھست کے ہو (صفحہ ۲۷۸)

ابو سلم نے جو لوگوں کو بنی عباس کی خلافت پر رائل کیا تھا مدت تک اُس
 نیا ہر نہیں کیا کہ کس شخص کا وہ خلیفہ ہونا چاہتا ہے جب بہت لوگ جمع ہو گئے
 اور لشکر جم ہو چکا اور خراسان میں بخوبی ضابطہ مٹھیہ گیا تو اُس وقت اُس
 عبداللہ ابن العباس کا نام ظاہر کروایا اور اُس کو خلیفہ مشہور کر دیا پس
 یہ حدیث صرف اُس تدبیر کے پورا کرنے کو بہ طور مشین گوئی کے
 بنائی گئی تاکہ عبداللہ کی خلافت کا اثر اور استحکام اور لوگوں کے دلوں پر
 جم جاوے۔

ابن ماجہ میں ایک اور حدیث بھی ہے جس میں عبدالرزاق ابی قلابہ بھی
 لاوی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

۱۷ عبدالرزاق ابن قلابہ عن ثوبان نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے
 ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ فرمایا کہ تمہارے خزانہ پر تین شخص مارے
 علیہم نقول عن کنز کہ ثلاثہ جائیں گے وہ سب خلیفہ کے بیٹے ہوں گے

کالہم بن خلیفۃ ثم لا یصبر الی
 وحد منهم ثم تطلع الذیات
 السوفیقتلونکم قتلا لا یقتله
 قوم ثم ذکر شیئا لا احفظہ فقال
 اذ انتموہ فبايعوہ ولو صبروا
 علی لنلج فان خلیفۃ اللہ
 (ابن ماجہ صفحہ ۷۹۷) اللہ المہدی۔

جب کہ بنی امیہ کے خاندان کی خلافت ختم ہونے کو ہوئی اور بنی عباس کا ستار
 اقبال عروج پر ہوا تو ان جھگڑوں میں اس قدر خون ریزیاں ہوئی تھیں کہ
 درحقیقت کسی قوم میں نہ ہوئی تھیں۔ بنی امیہ اور ان کے طرفدار سب قتل
 ہوئے محمد بن علی کے سانسے ایک حمام میں سترگروہ بنی امیہ کے قتل ہوئے
 تھے اور پھر ان کی لاشوں پر کچھو نا کچھا کر کھانا کھایا گیا تھا عبد اللہ ابو عباس
 کا نام سفاح بسبب بے انتہا خون ریزی کے پڑ گیا تھا۔ اُس خون ریزی پر
 خاک ڈالنے اور بنی عباس کی خلافت مستحکم کرنے کو یہ حدیث بنائی گئی جس سے
 معلوم ہو کہ اس خون ریزی کی پیشین گوئی پہو چکی تھی اور ضرور ہونے والی تھی۔
 ابن ماجہ میں ایک اور حدیث ہے کہ۔

(ابن لہیعہ) عن عبد اللہ بن الحارث
 عبد اللہ بن الحارث زیدی نے کہا کہ رسول

نَزِيدًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 عَلَّامٌ يُخْرِجُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ وَفِيهِ طَوْنٌ
 لَهُمْ كَيْفَ يَخْرُجُ سُلْطَانُهُ (ابن ماجہ صفحہ ۵۷)

خدا صلعم نے فرمایا کہ مشرق کی جانب سے
 لوگ خروج کریں گے اور مہدی کے لیے
 سلطنت اور حکومت قائم کریں گے
 بنی عباس کی کوششوں کا آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ عبد اللہ ابو العباس سفاح
 پڑ پڑے حضرت عباس کے مستقل خلیفہ ہو گئے اُن کے مرنے کے بعد ابو جعفر
 منصور دوانقی اُن کا بھائی ۳۲ ۵۵ھ مطابق ۷۵۵ء کے خلیفہ ہوا اُسی کے
 وقت میں محمد بن عبد اللہ حضرت امام حسن کے پڑوتے نے دعویٰ خلافت کیا
 تھا جو انجام کار قتل ہوئے اُس کے مرنے کے بعد ابو عبد اللہ محمد بن منصور
 ۵۸ ۵۸ھ مطابق ۷۵۸ء کے خلیفہ ہوئے اور انھوں نے المہدی اپنا لقب
 قرار دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ المہدی جس کی پیشین گوئی ان تھیں وہ اچھا اب
 کوئی نہیں آنے والا اور مقصود اُس سے یہ تھا کہ آئندہ کافساد اور دعوے
 ہمدویت بند ہو۔

ان تمام حالات کو پڑھ کر ضرور ہمارے اس آرٹیکل کے پڑھنے والوں کے دل
 میں یہ خیال جائے گا کہ یہ کیوں قرار دیا گیا ہے کہ جب یہ واقعات پیش آئے
 تو اُس وقت اُن کے مطابق یہ حدیثیں اپنی اپنی اغراض کے لیے بنائی گئیں
 برعکس اس کے یہ کیوں نہیں قرار دیا جاتا کہ یہ سب حدیثیں تھیں اور جو پیشین
 گوئی ان میں تھیں انھیں کے مطابق یہ سب واقعات پیش آئے

مگر اُس کا سبب ذرا سا غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے دیکھو پیشین
 ذکر وہ سے متعلق ہیں۔ ایک بنی فاطمہ سے اور ایک بنی عباس سے ایک قسم
 کی حدیثوں میں المہدی کا ہونا بنی فاطمہ میں بیان ہوا اور اُس کی اطاعت
 و نصرت پر حکم ہے اور ایک قسم کی حدیثوں میں بنی عباس میں المہدی کا
 ہونا اور اُس کی مدد و اعانت کرنے کا حکم ہے اگر درحقیقت کوئی المہدی ہوتا
 تو وہ بنی فاطمہ میں سے ہوتا یا بنی عباس میں سے نہ یہ کہ وہ مختلف شاخوں
 میں سے پس صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی پیشین گوئی المہدی کی دھڑی بلکہ
 ہر ایک فریق نے اپنی اپنی تائید کے لیے حدیثیں بنالی تھیں۔

جن حدیثوں کی کتابوں میں یہ حدیثیں مندرج ہیں۔ اگر وہ کتابیں قبل ان
 واقعات کے تصنیف ہو چکی ہوتیں اور ان میں یہ حدیثیں مندرج ہوتیں تو
 البتہ ایک بات قابل اعتماد کے ہوتی مگر وہ سب کتابیں حدیث کی جن میں
 یہ حدیثیں ہیں ان واقعات کے بہت دنوں بعد تالیف ہوئی ہیں۔ ان
 حالات سے جو ہم نے بیان کیے صاف ظاہر ہے کہ یہ سب واقعات ۱۵۸۰
 سے پہلے ختم ہو چکے تھے اور ان حدیث کی کتابوں کے مصنف سب اس
 زمانے کے بعد تھے اور وہ کتابیں سب اُس زمانہ کے بعد تصنیف ہوئیں
 جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

| نام | سنہ پیدائش | سنہ وفات |
|---------------------------------|------------|----------|
| محمد تمیل بخاری | ۱۹۴ | ۲۵۶ |
| مسلم | ۲۰۴ | ۲۶۱ |
| ابو یسیٰ محمد ترمذی | ۲۰۹ | ۲۷۹ |
| ابوداؤد | ۲۰۴ | ۲۷۵ |
| ابو عبد اللہ محمد بن احمد نسائی | ۲۱۵ | ۳۰۳ |
| ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ | ۲۰۹ | ۲۹۳ |

اس راوی کی زیادہ تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور یہ تمام واقعات اُن کے رائے گذرے مگر اُن کی کتاب موطا میں کوئی حدیث المہدی کی پیشین گوئی کی نہیں ہے اور بخاری اور مسلم میں ہے۔

ایک بڑا دھوکا لوگوں کو یہ پڑا ہے کہ جب سنئے ہیں یا دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث محل مرتبہ میں مندرج ہے تو بلا خوراس کو مان لینا چاہتے ہیں۔

حالانکہ مصنفین محل مرتبہ نے جہاں تک اُن سے ہو سکا ہے روایت کی تصحیح میں بڑی کوشش کی ہے یعنی حقیقی المقدور جن راویوں کو مستحکم سمجھا اور انھوں نے جو حدیثیں نقل کیں ان کو کتاب میں مندرج کیا مگر اُن حدیثوں کی تصحیح کو یہ محال ہے کہ وہ حدیثیں مستحکم اور اُن کے مضامین

جو درایت سے تعلق رکھتے ہیں پڑھنے والوں کی تحقیق پر چھوڑا ہے مگر افسوس ہے کہ اس زمانے کے پڑھنے والے اُس کی تنقیح کی طرف مطلق متوجہ نہیں ہوئے۔

یہ محدثین جو ہم نے بیان کیں اگرچہ انھیں کتب میں مندرج ہیں جو صحاح میں سے کہلاتی ہیں۔ لیکن اُن کے راوی بھی معتبر نہیں ہیں اور اس لیے یہ محدثین روایت کی تنقیح کے مطابق بھی جو محدثین کے اصول مسلمہ میں سے ہے قابل رد کرنے کے ہیں۔ پس اب ہم بموجب اصول محدثین کے اُن حدیثوں کا مردود ہونا بیان کرتے ہیں۔ ابن خلدون نے ان حدیثوں کے راویوں کی نسبت جو بحث کی ہے نہایت خوبی سے ایک جگہ جمع کر دی ہے اور ہم اُسی کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

ہمارے آرٹیکل کے پڑھنے والے دیکھیں گے کہ ہم نے ہر حدیث کے پہلے راویوں کا نام دو ہلا کی خطوں کے بیچ میں لکھ دیا ہے اُس سے مطلب یہ ہے کہ اُس حدیث کے راویوں میں سے وہ شخص بھی ایک راوی ہے اور وہی شخص نامعتبر ہے اور اُسی کے راوی ہونے کی وجہ سے وہ حدیث قابل اعتبار اور لائق قبول کے نہیں رہی پس اب ہم ہر ایک کی نسبت جو جمع ہے وہ لکھ دیتے ہیں۔

(۱) قتادہ (۲) قتادہ مدلس (۳) ابو داؤد کی روایت میں قتادہ ایک راوی ہے اور

وقد عنعن فيه والملاس
لا يقبل من حديثه الا
ما صرح فيه بالسماع
(ابن خلدون ص ۲۴۳)

وہ ملس ہے یعنی بچ کے راویوں کے نام چھوڑ جاتا ہے اور اُس نے اُس حدیث کو عن عن کر کے بیان کیا۔ اور ملس کی بیان کی ہوئی حدیث بغیر اُس کے کہ وہ اُس کا سُنا صاف نہ بیان کرے قبول نہیں ہو سکتی۔

(ابو فطر) قال العجلي حسن الحديث وفيه تشيع
فيل وقال بن معين
ثقة شيعي قال احمد بن
عبد الله بن يونس كذا
من علي فطر وهو مطروح
لانكتب منه وقال
هذه كنت امر به وادعم
مثل الكلب وقال الدارقطني
لا يحتج به وقال ابو بكر بن
عياش ماتركت الرواية
عنه لا لسوء مذهبه
وقال السجستاني زايغ ثقة
(صفحہ ۲۴۲)

عجلی نے فطر کے حق میں کہا ہے کہ اُس کی حدیثیں اچھی ہیں اور اُس میں کچھ شیعہ پن ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے شیعہ ہے اور احمد بن عبد اللہ بن یونس کذا من علی فطر وہ مطروح لانکتب منه وقال ہرہ کنت امر بہ وادعم مثل الکلب وقال الدارقطني لا يحتج به وقال ابو بکر بن عیاش ماترکت الروایۃ عنہ لا لسوء مذهبہ وقال السجستاني زايغ ثقة

بن یونس نے کہا ہے کہ ہم فطر کے سامنے کو چلے جاتے تھے اور اُس کو چھوڑ دیتے تھے اُس سے کچھ نہیں لکھتے تھے یعنی ہم اُس کو لائق اخذ روایت کے نہیں جانتے تھے اور مرہ نے کہا ہے کہ میں اُس کو مثل کلب کے چھوڑ کر چلا جاتا ہوں اُس سے روایت نہیں کرتا ہوں اور دارقطنی نے یہ کہا ہے کہ اس کی روایت سے استدلال نہ کرنا چاہیے اور ابو بکر بن عباس نے کہا ہے کہ میں نے فطر کی روایت تو اس کی خرابی سے بیک چھوڑ دی ہے اور جر جانی نے کہا ہے کہ وہ

(مجاہد) قال البلقینی کج را ہے قابل اعتبار کے نہیں۔

قد جمع فظ الذہبی ھما لہ
حدیث موضوع من احادیث
المستلک و شنع علیہ
التشیع فی بعض المواضع قال
الحاکم حجا مافی للحاکم
النسائی نہ سوال کتاب التبیح
فاجابہ البیہ و غیر ذلک
ص ۱۲۸ البیہی اور شاہ عبدالغفری محدث دہلوی نے مستدرک اور کتب بیہی کو طبقہ سوم میں کہ جس میں احادیث صحیحہ اور حسنہ اور ضعیفہ اور متهمہ بالوضع بھی ہیں شمار کیا ہے قولہ

طبقہ ثالثہ احادیثی کہ جماعہ از علماء متقدمین بہ زمان بخاری و مسلم ابوعباس
آن ہا یا لاحقین بآن ہا در تصانیف خود روایت کردہ اند و التزام صحیح نہ
و کتب آن ہا در شہرت و قبول در مرتبہ طبقہ اولی است تا کہ در جہت بیست و شش
آن کتب موصوف بودند بہ تجرد علوم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط و احادیث
صحیحہ حسنہ و ضعیفہ بلکہ متهمہ بالوضع نیز در ان کتب یافتہ می شود و رجال ان
کتب بعضی مہمل و اکثر ان احادیثی معمول بہ نزد فقہائے زمانہ و علماء جماع

برخلاف آن ہا منعقد گشتہ و درین کتب ہم تفصیل و تفاوت بہت بعضنا
قوی من البعض اسمی آن کتب این ست مستر شافعی بن ابن ابی جہ
مسند داری مسند ابو علی موصلی مصنف عبد الرزاق مصنف ابی کثیر شیبہ
مسند عبد بن حمید مسند ابی داؤد طیار السی سنن دارقطنی صحیح بخاری
مسند رک حاکم کتب بہیقی کتب طحاوی تصانیف طبرانی۔

(۱۲ و ۱۷) علی بن نفیل قد علی بن نفیل کو عقلی نے ضعیف کہا ہے اور کہا
ضعیف ابو جعفر العقیلے قل کہ اس میں اس کا اور کوئی تابع نہیں ہے اور
لیتابع علی بن نفیل ولا یفر وہ اسی روایت سے معلوم ہوا ہے اور کوئی
الایہ (صفحہ ۲۴۲) روایت اس کی کہیں مروی نہیں ہے۔

(۵) عمر اب القطان مختلف عمران قطان میں اختلاف ہے کہ اس کی
فی احتجاج یہ ائما اخرج روایت حجت ہو سکتی ہے یا نہیں۔

لہ البخاری استشہاداً بخاری نے تو اس کی روایت دوسری روایت
لا اصلاً وکان یحیی النالی کے لیے ذکر کی ہے اس کی اس روایت نہیں

لا یحدث عنہ وقال یحیی بیان کی ہے اور یحیی قطان تو اس کی حدیث
بن معین لیس بالقوی قال نہیں لیتے تھے اور یحیی بن معین نے کہا ہے

مرہ لیس لشیء وقال احمد بن یہ قوی نہیں ہے اور مرہ نے کہا ہے کہ وہ کچھ
حنبل واریجو انما یکون نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ

| | |
|---|--|
| صالح الحدیث وقال یزید بن الزریع کان حرمیا وکان یری السیف علی اهل القبلة وقال للنسائی ضعیف صحیح | شاید اُس کی حدیثیں اچھی ہوں اور یزید بن الزریع نے کہا ہے کہ اُس کا عقیدہ خوارج کا تھا۔ اور اہل قبلہ پر تلوار پکڑنا اور اُن سے لڑنا قائل تھا اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف |
| (۲۶۲) ہارون عمرو بن ابی قیس وابو اسحق شیعہ ہارون سکتا بوداود علیہ وقل فی موضع فی ہارون ہی من لد الشیخۃ وقال السلیما فیہ نظر (صفحہ ۲۶۲) | ہارون اور عمرو بن ابی قیس اور ابو اسحق شیعہ کا یہ حال ہے کہ ہارون کے حال سے ایک جگہ تو ابوداؤد نے سکوت کیا اور دوسری جگہ کہا ہے کہ وہ شیعوں میں سے ہے اور سلیمان نے کہا ہے کہ اُس میں نظر ہے۔ |
| (عمرو بن ابی قیس) قال ابوداؤد فی عمرو بن ابی قیس لا باس بہ فی حدیثہ خطأ وقال الذہبی صدک لاہم (صفحہ ۲۶۲) | عمرو بن ابی قیس کے حق میں داؤد نے یہ کہا کہ اُس کا دُر نہیں ہے اُس حدیث میں خطا ہوئی ہے ذہبی نے کہا ہے کہ وہ سچا ہے مگر اُس کو کچھ اوہام اور شبہات ہو گئے ہیں اور اسحق شیعہ کی روایت اگرچہ بخاری اور مسلم میں مذکور ہیں مگر یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ اخیر میں بہک گئے تھے |
| ابو اسحق شیعہ) وان الخرج عند الشیخان فی الصحیحین | اور حضرت علی سے اُن کی روایت متصل نہیں عجلی نے کہا ہے کہ عاصم نے جو روایتیں زبانی |

| | |
|---|---|
| <p>وَأُسْ سَے کی ہیں اُن میں اَہْلان ہے اس سے اشارہ ہے کہ دونوں سے اس کی روایتیں ضعیف ہیں اور محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اچھا ہے مگر اس کی حدیث میں اکثر خطا ہوتی ہے۔ اور یعقوب ابن سفیان نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں خطراب ہے اور عبد الرحمن بن ابی حاتم نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابو ذرہ یہ کہتا ہے کہ عاصم ثقہ ہے کہا اُس کا یہ درجہ نہیں ہے اور ابن علیہ نے اس میں کلام کیا ہے اور کہا ہے جتھون کا نام عاصم ہے اُن کا حافظہ اچھا نہیں ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اُس کا درجہ یہ ہے کہ وہ سچا ہے اور لائق حدیث کے ہے مگر کچھ بہت یاد رکھنے والا نہیں ہے اور نسائی کے قول سن کے حق میں مختلف ہیں اور ابن حراش نے کہا ہے کہ اُس کی حدیث میں امر قابل انکار بھی ہوتا ہے اور ابو جعفر عقیلی نے کہا ہے</p> | <p>فَقَدْ ثَبَتَ أَنَّهُ اخْتَلَطَ الْآخِرُ عمرہ وروایتہ عن علی موقوفہ (۲۶۲) (۸۷۹ و ۱۰۹۰) عاصم قال العلی کان یختلف علیہ فی ذروابی وأهل یسیرہ الیضعف وایتہما عنہ قال محمد بن سعد کان ثقہ الا انہ کثیر الخطاء فی حدیثہ وقال یعقوب بن سفیان فی حدیثہ ضراب وقال عبد الرحمن بن ابی حاتم قلت لابی ان بازہ یقول عاصم ثقة قال لیس محله ہذا وقد تکلم ابن علیہ فقال کل من اسمہ عاصم سئل الخلفہ وقال ابو حاتم محل عندی</p> |
|---|---|

محل الصدق صالح الحديث
 ولم يكن بذلك الحافظ
 واختلف فيه قول النسائي
 وقال ابن حراش في حديثه
 مكررة وقال أبو جعفر العقيلي
 لم يكن فيه لاسم الحفظ
 وقال الدارقطني في حفضه
 شيء وقال يحيى القطان
 ما وجدنا رجال سمعوا عاصم
 وحديثهم في الحفظ وقال
 ايضا سمعت شيعة يقولوا
 حدثنا عاصم بن النخعي
 وفي الناس فيه ما وقال
 الذهبي ثبت في القصة
 وهو في الحديث دون الثبت
 صدق فهم وهو حسن
 الحديث وان حجه احد

اس میں سوائے نقص حافظہ کے اور کچھ
 عیب نہ تھا اور دارقطنی نے کہا ہے کہ
 اس کی یاد میں کچھ نقص تھے اور یحییٰ
 قطان نے کہا ہے کہ میں نے کسی عاصم کی
 یاد اچھی نہیں پائی اور کہا ہے کہ میں نے
 سنا ہے شیعت کہتے تھے کہ مجھ سے
 حدیث کسی عاصم بن الجعد نے اور آدمیوں
 میں مشہور ہے جو اس کا حال ہے اور یحییٰ
 نے کہا ہے کہ قرآن میں تو وہ اچھلے اور
 حدیث میں اس سے کم ہے چاہے اور
 اچھی حدیث والا ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض
 کرے کہ بخاری اور مسلم نے تو اس سے
 روایت کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے
 دوسرے کے ساتھ ملے ہوئی انھوں نے
 روایت کی ہے اور اصل اسی کی روایت
 نہیں کی۔
 یاسین علی کے حق میں بخاری نے کہا ہے

کہ اس میں نظر ہے اور بخاری کی اصطلاح
میں یہ لفظ بہت زیادہ ضعیف کہنا ہے
اور ابن عدی نے کامل میں اور ذہبی نے
میزان میں یہی حدیث اُس پر انکار کے لیے
ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ وہ تو مشہور ہے اس
حدیث کے معاملے میں۔

عسکر بن عمار اور علی بن زیاد عسکر بن
عمار کو تو بعض نے اچھا کہا ہے اور ابو
حاتم نے کہا ہے کہ وہ مدلس ہے یعنی اوی
چھوڑ دیتا ہے اُس کی وہ حدیث انہی چھ
جن کو بہ تصریح یہ کہے کہ میں نے سنا ہے
علی بن زیاد کے حق میں ذہبی نے میزان
میں کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے وہ کون
ہے اور ثوری نے بھی اُس میں کلام کیا
ہے کہا ہے ثوری نے اُس کو دیکھا کہ بہت
سکون میں حکم دیتا تھا اور ان میں خطا
کرتا تھا اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ بہت

بان الشیخین خرجا لفقول
احرجا مقربا بغیرہ لا اصل له
(صفحہ ۲۶۱)

(۱۱) یاسین عجلی قال البخاری
فیہ نظر و هذا لفظ من
اصطلاح فقہیۃ فلا یقبل
منہ الا ان یصرح بالسماع
(ص ۲۶۲)

(علی بن زیاد) قال الذہبی
لا تدری من هو وقد تکلم
فیہ الثوری قالوا دہ یفتی فی
مسائل و یخطی فیہا و قال ابن
حبان کان من فحش عطاء
فلا تلحق بہ (صفحہ ۲۶۲)
(۱۵) (ہلال بن عمر) مجہول
(صفحہ ۲۶۲)

(۱۶) (یزید بن زیاد) قال فیہ

شعبۃ کان رفعا یرفع الاحیاد
 التي لا تعرف مرفوعة وقال
 محمد بن الفضل کان من
 کبراء ائمة الشيعة وقال حماد
 حنبل لم یکن با محافظ قال
 مرة حدیثه لیس بد لك
 وقال یحیی بن معین ضعیف
 وقال یوزر رحمة لان یکتب
 حدیثه ولا یحتج به وقال
 ابو حاتم لیس بالقوی وقال
 ابجر جانی سمعته یضعفون
 حدیثه وقال بن عدی
 هو من شیعة اهل الکوفة ومع
 ضعفه یکتب حدیثه لم یسلم
 لکن مقرونا بغيره وبالجمله
 قال اکثر من علی ضعفه قد
 صرح الائمة بضعف الحدیث

زیادہ صرف کرتا تھا اور دیتا تھا تو اُس
 کی حدیث حجت نہیں لاسکتی
 ہلال بن عمر و مجہول ہے اُس کا کچھ حال
 معلوم نہیں ہوا کہ کیسا ہے۔
 ۱۰ شعبہ نے یزید بن ابی زیاد کے حق میں
 کہا ہے کہ وہ تو یوں ہی اُن حدیثوں کو
 حضرت رسول صلی علیہ وسلم تک مرفوع کر دیتا تھا
 جس کا رافع ثابت نہیں ہوا اور محمد بن الفضل
 نے کہا ہے وہ تو شیعوں کا بڑا پیشوا تھا اور
 احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ وہ یاد رکھنے والا
 نہ تھا اور مروی ہے کہ اُس کی حدیث لے
 کر جے کی نہیں ہے اور یحییٰ بن معین نے
 اُس کو ضعیف کہا ہے اور ابو زرہ نے یہ
 کہا ہے کہ وہ اس لائق ہے کہ اُس کی حدیث
 لکھی جائے اور اُس کی حدیث سے حجت
 نہ لانی چاہیے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ
 قوی نہیں ہے اور بہر حال اُن نے کہا ہے کہ

بین نے سنا ہے علما کو کہ اُس کی حدیث کی
تضعیف کرتے تھے اور ابن عدی نے
کہا ہے کہ وہ تو کوفہ کے شیعوں میں سے ہے
اور باوجود ضعف کے اس کی حدیث لکھ لی
جاوے سلم نے اُس سے روایت کی ہے
لیکن دوسرے سے ملی ہوئی اور اکثر اُس
کو ضعیف کہتے ہیں اور سب ائمہ نے بہ تصریح
اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ابو قتادہ نے
کہا ہے کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا ہے کہ
وہ نیزید کی حدیث کو جو اُس نے ابراہیم سے
روایت کی ہے یہ کہتے تھے کہ اگر وہ سیر
ساتے پچاس مرتبہ اپنے علم پر قسم کھا کر بھی
کہے تو میں اُس کو سچا نہ مانوں۔

عبدالرزاق بن ہمام تو شیعہ ہونے میں
شہور تھا اور آخر عمر میں اندھا بھی ہو گیا
تھا اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اُس نے
غضائی میں ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جو

قال ابو قتادہ سمعت رسولہ
يقول في حديث يزيد عن
ابراهيم لو حلف عندى
خمسين يمينا قامة متعاصدا
(صفحہ ۲۶۵)

(۱۶) (عبدالرزاق بن ہمام
کان مشہوراً بالتشیع وعمری
فی آخر وقتہ وقال ابن عدی
حدیث باحادیث فی الفضل
کہ یافقہ علیہا الحدیث
الی التنبیخ) (صفحہ ۲۶۷)

(ابو قتادہ) ذکر الذہبی
وغیر ائمہ مدلس وغیرہ
السفیان ہو مشہور
بالتدلیس عنہما ولم یحضر
بالسماع فلا نقبل (ص ۲۶۷)
(۱۷) ابن طبری قال الطبرانی

تقریبہ ابن طبعہ فقد
لنا حدیث علی الذی
حرجہ الطبرانی فی معجمہ
الاوسط ابن طبعہ
ضعیف (ص ۲۶۸)
(وعبد اللہ بن طبعہ)
ضعیف معروف بحال
وفیہ عمر بن جابر الحنفی
وهو اضعف منه قال
احمد بن حنبل روى
عن جابر مناکیر وبلغنی
انه كان یكذب وقال
النسائی لیس بثقة قال
كان ابن طبعہ شیخا
احمق ضعیف العقل وكان
یقول علی فی السحاب
وكان یجلس معانیض

کسی نے نہیں کیں اور اس کو تو سب نے تشیع
کی طرف نسبت کیا ہے۔ ابو قلابہ کے حق میں ذہبی
اور اورون نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ مدلس ہے اور
اس حدیث کے راویوں میں سفیان سے بھی
تدریس میں مشہور ہے اور ان دونوں نے حدیث
عن عمن کر کے روایت کی ہے اور صاف ہنسنا
نہیں بیان کیا تو تین قبول کی جاسکتی ہیں
کی حدیث کو طبرانی نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف اسی
سے مروی ہے اور ہم پہلے حضرت علی کی حدیث
میں جو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کی ہے کہ
چکے ہیں کہ وہ ضعیف ہے عبد اللہ بن امیہ کے
ضعیف ہونے کا حال تو مشہور ہے اور اس حدیث
میں عمرو بن جابر بھی اس کے ساتھ شریک ہے
اور وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور احمد بن
حنبل نے کہا ہے وہ تو بہت غلط حدیث میں جابر سے
نقل کرتا ہے اور محکومہ روایت ہوا ہے کہ وہ جھوٹا کہتا
ہے اور کہا ہے نسائی نے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور نسائی

سحابۃ فیقول هذا کما ہے کہ ابن اسیر کایتھا احمق آدمی تھا اور یہ کما
 علی قدمی فی السحاب کہتا تھا کہ علی رضی ابرہین ہین اور ہمارے پاس بیٹھا تھا
 (صفحہ ۲۶۶) جب ابرہ کو دکھاتا تو یہ کہتا کہ یہ علی تھے جو ابرہین گئے۔

جس وقت حدیث کے راویوں کی نسبت بحث ہوتی ہے اُس وقت بیشک پیش
 آتی ہے کہ کسی راوی کو ایک شخص نامعتبر قرار دیا ہے اور دوسرا اُس کو معتبر سمجھتا ہے
 مگر اصول حدیث میں یہ قاعدہ مسلم ٹھہرا ہے کہ جرح تعدیل پر مرجح ہوتی
 ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی معتبر سمجھا ہے اُس کی وجہ یہ ہوتی
 ہے کہ اُس میں اُس نے کچھ نقص نہیں پایا پس گویا اُس کی شہادت ایک نفی
 کی شہادت ہے اور جس نے اُس کو نامعتبر قرار دیا ہے اُس میں اُس نے نقص
 پایا ہے اور اس لیے اُس کی شہادت ایک مثبت ہے جو نفی پر مقدم ہے پس جو
 لوگ اُن راویوں کو معتبر قرار دیتے ہیں اُس سے جو جرح کہ اُن پر کی گئی ہے
 وہ زائل نہیں ہو سکتی اور اس لیے اُن کی بیان کی ہوئی روایت معتبر
 نہیں ہو سکتی۔

ان راویوں میں سے بعض کی نسبت شیعہ ہونے کی وجہ سے جرح کی گئی ہے
 گو ہمارے نزدیک صرف شیعہ ہونا وجہ کافی جرح کی نہولیکن ایسے موقع میں
 جس میں یہ حدیثیں مذکور ہوئی ہیں کوئی حدیث جو کسی فریق کے طرفدار نے
 اُس فریق کے حق میں شہرت دی ہو۔ قابل اعتناء نہیں ہو سکتی اور اسی وجہ

ہے ہماری دانست میں وہ حدیثیں جو شیعوں نے نبی فاطمہ بنی عباس کی نسبت مشہور کی تھیں اعتماد کے لائق نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں بھی جب کہ سب واقعات ہو رہے تھے اور یہ حدیثیں پھیل رہی تھیں ایسے بھی لوگ تھے جو مہدی کے منکر تھے کیونکہ اُس وقت ایک حدیث بنائی گئی تھی کہ جو شخص مہدی کا انکار کرے وہ کافر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر اُس وقت میں منکرین مہدی موجود نہ ہوتے تو اس حدیث کے بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور وہ حدیث یہ ہے۔

فوائد الاخبار مصنفہ ابی بکر العسکاف میں جا بر سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ
عن جابر قال قال رسول الله ﷺ
عليه السلام من كذب بآلهي فقد كفر
من كذب بالدجال فقد كذب
فوائد الاخبار لابن بکر العسکاف
رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی جھٹلاوے
مہدی کے ہونے کو وہ کافر ہو گیا اور
جو جھٹلاوے دجال کے ہونے کو وہ
جھوٹا ہو گیا۔

مگر یہ حدیث بھی محض جھوٹی اور وضعی ہے ابن خلدون نے لکھا ہے کہ۔

حسبك هذا غلو والله اعلم بصحة طريقة الى
مالك ابن انس على ان
ابى بكر العسکاف عند هم
یہی بات کافی ہے کہ یہ نہایت غلو ہے اور
اور خدا ہی اس حدیث کی صحت کے طریق
کو مالک بن انس تک جانتا ہو گا علاوہ اسکے
یہ بات ہے کہ ابوبکر العسکاف اپنی حدیث کے

متھ و صاع | نزدیک شہم ہے اور مٹ بڑا جھوٹی حدیثیں
(ص ۲۶۱) بنانے والا ہے۔

یہ تمام جھگڑے تو بنی فاطمہ اور بنی عباس کے تھے جو اپنے تئیں مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ مگر اُس میں بعض اُستاد اور کوڈ پڑے اور انھوں نے ایک لفظ حدیث میں بدل کر اُستی کا لفظ داخل کر دیا تاکہ المہدی کا پیدا ہونا صرف بنی فاطمہ یا بنی عباس پر موقوف نہ رہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

(۱۴) (زید العی) عن ابی سعید | ابوسعید خدری نے کہا کہ ہم نے رسول خدا
الحمدی قال سئلنا عن النبی | صلعم سے پوچھا حضرت نے فرمایا کہ میری امت
صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان فی | میں مہدی ہو گا وہ خروج کرے گا اور پانچ برس
امتی لم یکن یخرج یعیش حسا | یا سات برس یا نو برس جیتا رہے گا پھر اُس
اوسبعاً وتسماً فیجئ الیہ | کے پاس ایک شخص آوے گا اور کہے گا اے
الرجل فقول یا مہدک اعطنی | مہدی مجھے دو حضرت نے فرمایا کہ پھر مہدی
اعطنی قال فیکشہ لہ نوبہ ما استطاع | اُس کو دو و نون لپین بھر کر اُس کے کپڑے
ان یحمله ثوباً من ۳۱ و مثل هذا فی ۱۰ | میں ڈالے گا جس قدر وہ اُٹھا سکے۔
(ص ۲۶۲)

یہ حدیث تو ترمذی کی ہے اور اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجہ میں ہے اور اُس میں بھی اُستی کا لفظ ہے مگر اُن دونوں حدیثوں میں زید العی ایک راوی ہے جو نا معتبر ہے اور اسی سبب سے یہ حدیث مردود ہے ابن خلکان

نے لکھا ہے کہ۔

(زیلعی) قلا فیہ ابو حاتم

ضعیف یکتب حلیۃ لا یجتم

بہ قال یحییٰ بن معین فی ذہب

آخری لاشیء وقال مرثکتب

حدیثہ وهو ضعیف وقال

ابو نرعرہ لیس بقوی واہی

المحدث وقال ابو حاتم لیس

بذلک وقد حدث عنہ

شعبہ وقال النسائی ضعیف

(ص ۲۴۳ و ۲۴۴)

وہ ضعیف ہے۔

ابو حاتم نے اُس کے حق میں کہا ہے کہ اُس کی

حدیث ضعیف ہے لکھ لی جائے اور سند نہ پڑی

جائے اور یحییٰ بن معین نے ایک دوسری روایت

میں کہا ہے کہ وہ کچھ خیر نہیں ہے اور مرہ نے

کہا ہے کہ اُس کی حدیث اور وہ تو ضعیف ہے

اور ابو ذر نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے

واہی حدیث میں کہتا ہے اور ابو حاتم نے بھی ای

کہا ہے وہ تو ایسا نہیں ہے اور شعبہ نے اُس

حدیث روایت کی ہے اور نسائی نے کہا کہ

اس حدیث کی بروایت دنیا میں بڑے بڑے کام ہوئے بہت سے

لوگوں نے بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ نبی فاطمہؑ بن ابی عباس صرت آتی

ہونے کی دلیل سے مہدویت کا دعویٰ کیا اور کبھی زیادہ اور کبھی کم لوگ

اُن کے معتقد ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک فرقہ مہدویہ قائم ہو گیا جن کا اعتقاد

یہ ہے کہ مہدی موعود آیا اور گزر گیا شیخ مبارک ابو الفضل کا باپ بھی مہدویہ فرقہ

میں سے تھا۔

مگر جب کہ عام لوگوں نے دیکھا کہ جن لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا اُن کے آنے سے دنیا میں وہ تبدیلیاں واقع نہیں ہوئیں جن کے ہونے کی وہ توقع کرتے تھے تو انھوں نے مہدی موعود کا اُن دنیا کے خاتمہ ہونے کے قریب قرار دیا اور دجال کے پیدا ہوتے اور حضرت مسیح کے آسمان پر سے اُترنے کے زمانے سے مہدی موعود کے ہونے کا زمانہ ملا دیا اور اُسی پر اب عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے مگر ہمارے اس اُڑکل سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مہدی کے آنے کی کوئی پیشین گوئی مذہب اسلام میں ہے ہی نہیں بلکہ وہ سب ایسی ہی جھوٹی روایتیں ہیں جیسے کہ دجال اور مسیح کے آنے کی۔

شیعوں نے اُس سے بڑھ کر کام کیا وہ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ مہدی پیدا ہوے جب اُن کی عمر دو ڈھائی برس کی ہوئی تو فرشتے اُن کو اُٹھا لینگے اور ایک غار میں چھپا رکھا ہے۔ گو سیکڑوں برس گزر گئے مگر وہ اُس غار میں زندہ موجود ہیں۔ اور چھپے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب دُنیا آخر ہونے کو ہوگی تو وہ نکلیں گے اور دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے اور آخر زمانہ کے امام اور مہدی ہوں گے۔

امام کے معنی پیشوا کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اول اول یہ لقب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس نے اختیار کیا تھا۔ کیونکہ اُس وقت اُن کو ملک پر کچھ حکومت نہ تھی اور اس لیے خلیفہ یا امیر کا لقب اختیار نہیں

کر سکتے تھے پس بہ اُمید آئندہ امام کا لقب اختیار کیا تھا جب ہی سے
پیشوا یا ن دین کو یہ لقب ملنے لگا چنانچہ دوازدہ امام کا رجن میں سے
بارھویں شیعوں کے مذہب کے موافق امام مہدی ہیں جو غائب ہو گئے
(ہیں) اسی وجہ سے امام لقب ہوا ہے انتہی کلامہ

اس سے تم نتیجہ نکال سکتے ہو کہ مہدی سوڈانی محض جھوٹا مہدی
ہے۔ جیسے اور سیکڑوں دعویٰ مہدویت کر کر گزر گئے یہ بھی چند روز میں گزر
جاوے گا۔

اور مصر میں جو کچھ کام یا بی اس مہدی سوڈانی کو ہوئی ہے وہ اس سبب سے
نہیں ہوئی کہ وہ درحقیقت سچا مہدی ہے بلکہ اس سبب سے کہ عوام نے
اُس کو ایسا خیال کر لیا ہے اور بقول مسٹر ملنٹ کے عرب اور مصر
سے ایسا تیار بیٹھا تھا کہ جب کوئی مذہبی ادنیٰ سی تحریک ظہور میں آوے تو
اُن کے دلوں میں فوراً اُسی طرح جوش و فائزین اور آزادی کا اشتعل
ہو جاوے جس طرح بھس میں چنگاری پڑنے سے وہ بھڑک اُٹھتا ہے یا
اس بارے میں زیادہ مفصل تقریر کرنی بے محل ہوگی اس واسطے اسی مختصر
پراکتفا کیا۔

نہ ہمارے پیشین گوئی بہت جلد ظہور میں آئی۔ ہماری اس پیشین گوئی سے تھوڑی مدت
کے بعد مہدی سوڈانی مل رہا۔

عاقل کے لیے اشارہ ہیں ہے

پس سوچ لو کتنے دھوکے میں ہو تم اور تمہارے ساتھی جو جھوٹی روایتوں پر
تکلیف کر کر مہدی کے ظہور کی توقع پر بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے ہو اور جو کچھ
تم کو اپنی تہذیب اور ترقی کے واسطے کرنا چاہیے اُس سے بے فکر ہو۔
تم سید کی تحریروں سے دیگر ذریعوں سے اور خود اپنے مشاہدہ سے
دیکھتے ہو کہ شترسواروں کی ڈاک کیا تھی اور تار برقی کیا ہے۔

تم دیکھتے ہو پہلی کی سواری کتنی دیر میں کتنی دور لیجاتی ہے اور ریل
کی سواری اتنی ہی دیر میں کہاں سے کہاں اور کس آرام سے پہنچاتی ہے۔
تم دیکھتے ہو کہ خمیر پیٹا اور رتھ میں کیا فرق ہے۔
تم دیکھتے ہو کہ لمپ کے آگے چراغ کا چراغ گل ہو گیا ہے۔
تم دیکھتے ہو کہ تمہاری طب میں تشریح کس درجہ غلط ہے۔
تم دیکھتے ہو کہ برقی اور گیس کی روشنی سرسوں کے تیل سے بدرجہا
اولیٰ ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ بندوق اور توپ کے آگے تیر و تلوار کی کیا حقیقت ہے۔
تم دیکھتے ہو کہ راجہ رس کے چاقو کے آگے تمہارے پانی پت کی کارڈ
کیسی گندہ ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ لٹھے اور زین سکھ کے آگے تمہارا گزی گاڑھا اور چرنسی

پنسیسی کیسی ذلیل ہیں۔

تم دیکھتے ہو کہ ظروف چینی کے آگے تمہارے ظروف گلی کیسے بھونٹے ہیں
تم دیکھتے ہو کہ دریاؤں پر ریل کے آہنی پل بہ نسبت کشتی کے کس سہولت
سے انسان اور حیوان کو عبور کرا دیتے ہیں۔

تم دیکھتے ہو کہ اسٹیم اور ریل کے ذریعے سے مکہ معظمہ کا حج اب کیسا آسان
ہو گیا ہے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک جو ریل نہیں ہے اس واسطے
ڈواریں کو کس قدر تکلیف ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ مدارس کے لڑکے جغرافیہ، ریاضی، اقلیدس اور مساحت
میں وہ بیٹھ کر رکھتے ہیں کہ تمہارے کسی مولوی قبلہ و عقبہ کو ان کے مقابلہ
میں ایک حرف بھی نہیں آتا۔

تم دیکھتے ہو کہ بے آن کہ داؤد علیہ السلام کا معجزہ ان کا مویہ ہو۔ یورپ
کے آہن گر لوہے کو موسم کی طرح بگھل رہے ہیں۔

تم دیکھتے ہو کہ دور مینیون کے ذریعے سے یورپ کے عالم عالم بالا کی سیر
اس طرح کر رہے ہیں جس طرح تم سیر بین کے ذریعے سے اس کے اندر کی
چیزیں دیکھتے ہو۔

تم دیکھتے ہو کہ ٹیلیون (غبارہ) ہوا میں کیا کام دیتا ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ فزیکلین کے تلامذہ برق کو ٹکٹل کے ذریعے سے آسمان

مین سے زمین پر اتار لاتے ہیں اور اُس سے اس طرح دل بہلاتے ہیں جس طرح تم تنگ بازی سے دل بہلاتے ہو۔

تم دیکھتے ہو کہ مدرسہ العلوم تمہارے ٹیٹا بھوس مدرسون سے بدرجہا فائق ہے۔ اُس کا بانی لائق ہے۔ ہر دانا اُس میں اپنے بچے بھیجے کا نشان ہے۔ مگر قربان جائے تمہارے جہل مرکب کے۔ باوصف ان مشاہدات کے تم بدیہات سے شکر ہو اور اپنے بوسیدہ یونانی علوم قدیمہ کو ہنوز بہتر جانتے ہو!!!

تم تار برقی کے قائل ہی نہیں۔ تم کہتے ہو کہ یہ تار کا تناسب دکھانے کا ہے دراصل جنات کے ذریعے سے خبر لگاتے ہیں!!!
ریل کی سواری کو تم بدعت جانتے ہو تمہارا خیال ہے کہ وہ اس سطح پر نہیں ہے کہ جب وصال ساری دنیا میں پھرنے لگا ہے تو اُس پر سوار ہو کر پھر جائے گویا یہ وہاں کی سواری ہے!!!
چریٹ کو تم فرعون کی گاڑی کہتے ہو۔

لیمپ کو اس واسطے بے مصرف تصور کرتے ہو کہ اُس پر جب تم فلیٹ جلاتے ہو تو جنات حاضر نہیں ہوتے۔ چرائے پر تم فلیٹ جلاتے ہو تو وہ حاضر ہو جاتے ہیں!!!

انگریزی تشیخ جسم کو تم حرام قطعی جانتے ہو کہ وہ انسان کے مردے

چھاڑ چھاڑ کر ثابت ہوئی ہے تمھاری پُرانی شریع حلال ہے کہ بندروں کی لاشیں
 چھاڑ چھاڑ کر اس کا اثبات ہوا ہے۔ !!!
 گیس اور برقی روشنی سے تم کہتے ہو کہ رات دن ہو جاتی ہے اور یہ خلافِ فطرت
 خالقِ لیل و نہار ہے کہ اُس نے فرمایا ہے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا
 تمھارا خیال ہے کہ جہانِ غازیوں نے تلوارِ ہمت میں لے کر ایک بارگی حملہ کیا تو پ
 و تفنگ سب دھری رہ جاتی ہیں جو اڑ گئے سو اڑ گئے پھر چھٹ جا کے توپ کے
 مسخہ میں ہاتھ مے دیا۔ !!!

تم کہتے ہو کہ اگرچہ راجرس کا چاقو اچھا ہے مگر جیسا سرو تا چھالیا کترنے کا پانی پ
 والے بتاتے ہیں ویسا راجرس نے ابھی تک نہیں بنایا !!!
 گزنی گاڑھا اور چوٹی نہیں تم کہتے ہو ہم کو اس واسطے پیاری ہیں کہ جس کا
 کپڑا موٹا اُس کا ایمان موٹا۔ !!!

ظروفِ چینی سے تم ظروفِ گلی کو اس واسطے زیادہ پسند کرتے ہو کہ چینی کے
 برتن کی پاکی یا ناپاکی کی نسبت تم سے کوئی مسئلہ پوچھنے نہیں آتا۔ اگر وہ ناپا
 ہو جائے تو جہانِ دھویا پاک ہو گیا برعکس اس کے مٹی کے ظروف کو کتا وغیرہ
 کندہ کر جاوے تو اُس کے پاک کرنے واسطے چند شرائط زائد مقرر ہیں۔

۲ رات کو تمھارے لیے لباس اور دن کو تمھارے لیے معاش بنایا۔

جب تک وہ تم سے لوگ نہ پوچھیں اُس ظن کو پاک نہیں کر سکتے !!!
 تم کہتے ہو کہ دریاؤں کے آہنی پلون سے ہمیشہ کشتی ہی اچھی ہے۔ اگر وہ غنڈہ
 بین پڑ کر ڈوبنے لگے اور ایک دو غوطے کھا دے تو لگے ہاتھوں اُسی وقت ہمارا
 غسل طہارت بھی ہو جاتا ہے۔

تمہارا خیال ہے کہ اگر اسٹیمر اور ریل کے ذریعے حج کرنے جائیں تو وہ خلائق
 مسنت ہے اس لئے ثواب ہی نہیں ہوتا۔ ثواب تو تمہارے نزدیک اسی میں ہے
 کہ حاجی اتنی صعوبتیں راہ میں اٹھاوے کہ پھر حتماً پھر کر دے !!!
 تمہارا خیال ہے کہ اگر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک راستہ میں بدو زائرین کو
 نہ لوٹیں تو وہ مستوجب ثواب ہی نہ ہوں !!!

تمہارا خیال ہے کہ جغرافیہ۔ ریاضی۔ اقلیدس۔ مساحت۔ سب باز کچھ طفلان
 ہیں مولویوں کو اُن میں شغل رکھنے سے شرم آتی ہے !!!

تمہارا خیال ہے جو لوہا آج کل ڈھالا جاتا ہے یہ لوہا ہی نہیں ہے مٹی ہے
 ڈھیٹ بندی کے ذریعے سے مٹی لوہا دکھائی دینے لگی ہے !!!

تمہارا خیال ہے کہ اجرام علویہ کے مشاہدہ کے واسطے ہم کو دور بینوں کی
 حاجت نہیں شمس تبریز کی طرح ہم جب چاہیں شمس کو سوائیز پر بلا لیں
 جسے چاہیں۔

اقتل یا مرتخ

کہہ کر قتل کر ڈالیں !!!

تمہارا خیال ہے کہ جو کام انگریز اخباروں سے لیتے ہیں وہ ہم اپنے کھڑاؤں سے لیتے ہیں۔ ہم جب کھڑاؤں میں ہیں جہاں چاہیں طرفہ العین میں اگر کچھ جائیں !!!

تمہارا خیال ہے کہ فرنٹکین کی کسی حکمت سے برق زمین پر نہیں آئی تھی وہ تمہارے معشوق برق و ش کے قدم چومنے کے واسطے آئی تھی چنانچہ تمہارا شعر بھی اس کا مصداق ہے۔

تعریف کہاں تک میں کروں اپنے صنم کی

بجلی بھی قدم چوم کے جاعرش پہ پہونچی

تمہارا خیال ہے کہ مدرسہ العلوم اُس مکتب سے بھی بُرا ہے جس میں تمہارے ملا کو دور و پہر مینا اور دو وقت کی روٹی ملتی ہے۔ تم کہتے ہو کہ ملا کے رکھنے سے ہم کو یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ ملا کے ہوتے ہم کو ڈیوڑھی پر دربان رکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر تمہارے نزدیک مدرسہ العلوم میں اُن علوم و فنون کی تعلیم ہوتی ہے جن کے تلخ پہاڑی تم نے فردا فردا لے دے کی ہے !!!

سُبحان اللہ جہل مرکب ہو تو ایسا ہو تمہارے ذہن میں جو داہی خیال بیٹھ گئے ہیں وہ صحیح ہیں۔ جو سچے علوم و فنون کے ذریعے سے معلوم ہوئے ہیں وہ سچے ہیں۔ اس سے تو آپ ابو جہل سے بھی بڑھ کر نکلتے و جہل کا

بلوہ تھا تم اس کے بھی باوا ہوئے۔

مولوی صاحب! تم نے اپنے جہل مرکب کا حال سنایہ
مشتے نمونہ از خرد و ادب

ہے اب بھی تم کو تعجب ہو گا کہ تمہارے جہل مرکب کا وزن سولہ من میں سیر
کیون نکلا؟

راوی۔ مولوی صاحب کہتے ہیں میں اپنے جہل مرکب کی توضیحات سن کر
از بس چکرایا۔ کسی گھنٹے تک دوران سر رہا جو خیال آیا چکر کھا کر نکل گیا بہت
دیر تک احساس اور عقل بے معطل رہا۔ آخر میں سکھ کا سا عالم طاری ہوا یہ سیر
حال زبون دیکھ کر میرے گواہوں کو مجھ پر رحم آیا انھوں نے کہا۔

”مولوی صاحب! اس وقت تم جاؤ۔ تم زیادہ طاقت اپنے حالات و
سمات سنے کی نہیں رکھتے۔ کل کو گے تو اور سنا دیوں گے۔“

م۔ دوسرے دن جب ذرا مجھے افاقہ ہوا تو میرے گواہان آ حاضر
ہوئے اور کہا۔

بیان ریا

گواہان مولوی صاحب! تم کو یاد ہو گا کہ کیمیکل انکرا منران چیف
نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ان گواہوں کو۔

ولا تکتُموا الشہادۃ

بھی یاد دلادو۔ وہ آیت ہم نے یاد رکھی ہے اور گویا ہاری شہادت تمہارا
برخلاف پڑے مگر ہم حق کہنے سے باز نہیں رہتے سنو تمہاری دینی سرگرمی
میں جس قدر جزو ریا کا ملا ہوا ہے اتنا کسی اور شے کا ملا ہوا نہیں ہے بھلا تم
ہی کہو جب نواب شمس الاسلام کے یہاں تم وعظ کہنے گئے تو محض ریاکاری
کے سبب سے تم نے کھانا دہان کم کھایا تھا یا کچھ اور وجہ تھی اور جب بعد وعظ
کے گھر میں آئے تھے تو کھانا بیویوں سے آتے ہی کیوں مانگا تھا۔

تم کو یہ بھی یاد ہو گا کہ تم نے یہ سال ہائے مختلف غاروں میں چلے اس
نیت سے کیٹے تھے کہ جو جو ریاستیں ہم کو جاگیریں اور عطا کرنے دیتی ہیں ان
کا حسن ظن ہماری نسبت اور بڑھ جائے بلکہ یقین آجائے کہ ایسے چلے کش تراض
کی دعا سے ہماری ریاستیں صرصر حوادث سے مصون و محفوظ رہیں گی۔

تم نے چلے کشی کے زمانے میں خلقت پر یہ ظاہر کیا تھا کہ ہم نے ترک حیوانات
کر دیا ہے اور تفلیل خدا کر کے کر کے ایک چھوٹے اور ایک گھوٹ پانی پر
آ رہے ہیں مگر نعمت باورچہ کو خضیر یہ حکم سے رکھتا تھا کہ دونوں وقت قسم
اقسام کے اطمینان دیتا رہ کر اور لوگوں کی آنکھیں بجا کر ہم کو ناریں کھلا دیا کر
شہرت تو تمہاری نسبت یہ تھی کہ چلے میں تم ہر وقت خدا سے لو لگا

ہوے ہو۔ دنیا و مافیہا سے خبر نہیں رکھتے ہو مگر وہ سمجھا تاں جس سے تم
نے چلے کشی کے زمانے سے چند یوم پیشتر نکاح کیا تھا۔ ہر وقت تمہارے

دل میں بسی ہوئی تھی چند یوم تم نے صبر کیا آخر کہا۔

کمان ابرو مرے گھر کیوں نہ آدین

کہ جن کے واسطے کھینچے ہیں چٹے

آخر غار میں تم نے اُس کو بلوا ہی بھیجا اور مشہور کر دیا کہ میان سیوی و نون
چلے پڑے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں۔ یہ انگریزوں کی طرح۔

ہنسی مومن

اُڑا رہے ہیں کیسے یہ سچ ہے یا نہیں۔

پھر جب اسلام آباد میں تم نے عید کی نماز نواب شمس الہدیٰ صاحب اور
اُن کی رعایا کو پڑھائی تو اللہ اکبر سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک تم کو ہرقت
یہی خیال رہا یا نہیں کہ آج نواب صاحب اتنا کچھ دیکھیں گے کہ جو بارہ دری
سنگ مرمر کی ہم نے شروع کی ہوئی ہے وہ بوجہ احسن اُس سے تیار ہو جائیگی
عید کی نماز کا کیا ذکر ہے تمہاری کون سی نماز ایسی ہوتی ہے جس میں
نیت باندھتے ہی تمہارا دل اشیانہ بھولے ہوئے کیوڑ کی طرح بھٹکتا نہیں
پھرتا۔ تم لوگوں کو۔

لا صلح الا بحضور القلب

اور نہ فتح کا یہ شعر سنایا کرتے ہو۔

میں کہتا ہوں نماز اُس نے قضا کی

نہ دیکھا سجدہ میں جس نے تراویح

مگر حضور قلب اور جمالِ باری کی تجلی دیکھنے کی کوشش کبھی تم نے نہیں کی تم
 خلقِ اللہ کو دکھاتے ہو کہ عبادتِ زہد اور ریاضت میں میں مشغول ہوں اور
 سواے یادِ الہی کے اور کچھ مجھ کو کام نہیں مگر باطن میں جو جو منصوبے تم
 باندھتے رہتے ہو اُن کا ذکر کھلم کھلا کرتے ہو شرم آتی ہے۔ تم اُس لالچی
 ریاکار جاٹ کی نسبت کیا کہتے ہو جس کو ایک نمازی نمبر دار نے کہا تھا کہ اگر تو
 چالیس یوم برابر نماز پنجگانہ پڑھے تو اکالیسویں دن میں تجھ کو ایک بھینس دیں گا
 جب چالیس دن ہو گئے تو جاٹ نے نمبر دار سے بھینس مانگی۔ اُس نے کہا کہ میں
 نے تجھے صرف نیک عادت ڈلوانے کے واسطے یہ لالچ دی تھی ورنہ دراصل
 میرا ارادہ تجھے بھینس دینے کا نہیں تھا۔ اس پر جاٹ نے کہا تو خیر کچھ بضا لقمہ
 نہیں۔ یہاں یاروں نے بھی اس عرصہ میں نماز بے وضو ہی پڑھائی تھی تم
 سوچو حقیقت میں تمہارا حال اُس جاٹ سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے۔

”عاقلان خود سے دانند“

بے شک ہم نے تم کو شیخ کے یہ شعر مجالسِ صوفیہ میں اکثر پڑھتے ہوئے
 سنا ہے۔

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| جوں سے سامنے تیرے جھکا | اد اُس نے نماز بے ریا کی |
| بجھے ملتا نعیم و خلدِ زابد | نہوئی ہو اگر تجھ میں ریا کی |
| ہمیشہ دل کا رخ ہے تیری جانب | یہ ہے چھپا اُس قبلہ مناس کی |

مگر تم نے ان اشعار کے موافق باطن میں اپنا شعائر نہیں بنایا ظاہر میں لارہب
تم خاشع خاضع - زاہد - پرہیزگار - عابد - متقی - صوفی - عارف - سالک دکھائی
دیئے رہے۔ لیکن باطن میں تم کچھ اور ہی تھے مثل مشہور ہے۔
”ہاتھی کے دانت ٹکھانے کے اور اور کھانے کے اور“

ظاہر میں تم نے اپنے آپ کو اچھا دکھلا کر اپنے تئیں خلقت سے اچھا کہلوا دیا
اس ظاہر داری کی یہ جزا تھی جو تم کو یہاں مل گئی۔ اب خدا کے پاس تمہارا
لیئے کوئی جزا نہیں۔ وہ ظاہر داری اور ریاکاری سے خوش نہیں ہوتا وہ ظاہر
باطن کی یکسانی سے خوش ہوتا ہے مگر تمہارا ظاہر اور ہے اور باطن اور ہے
مذہب اسلام کی اور خوبیوں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ اُس میں ظاہر
اور باطن دونوں طرح کی عبادت ہے مگر ظاہر میں تو تم نے وہ نلو کیا ہے کہ
اگر تم کو یہود ہذہ الامۃ کہا جائے تو کچھ بے جا نہیں ہے۔ ظاہر میں تم نے
استنجا کیا۔ طہارت کی۔ وضو کیا۔ غسل کیا۔ مگر باطن میں تم نے گندہ خیالات
سے اپنے دل کو کبھی پاک نہ کیا۔ تم ظاہر میں زمین پر سجدہ میں جھک گئے باطن
میں تمہارا دل فرعون کی طرح سرکشی پر قائم رہا اور یہ شعر عرواتی کا تم پر صادق آیا۔
بزمین جو سجدہ کر دم ز زمین ندا بر آید

کہ مرا خراب کردی توا زمین سجدہ ریا نی

تم نے اپنا ظاہر فرشتوں کا سا بنا لیا مگر باطن بہ دستور شیطانوں کا سا رکھا

تھارا ظاہر کشمیر کے میوہ گلاس انامی کی طرح شفاف نظر آیا۔ لیکن تھارا
باطن گولہ کاسا باطن نکلا۔ جہاں تم نے کسی کو اعمال ظاہری میں ذرا سست پایا
فی الفور۔

فقد کفر

کہہ دیا مگر افسوس کہ اپنے باطن کی سستی پر تم نے غور کر کر کبھی اپنے آپ کو
کافر نہ ٹھہرایا۔ تم نے ضرور کسی سے زنا نہیں کیا۔ تم نے ضرور کسی کی چوری
نہیں کی۔ تم نے ضرور کبھی خون ریزی نہیں کی۔ تم نے ضرور کئے خواری نہیں
کی۔ مگر وہ کون سی پری روٹھی جس کو دیکھ کر تمہیں پھر مری نہیں آئی۔ وہ
کون سا مال تھا جس کی نسبت تمہیں ہضم کر جانے کا خیال نہ آیا۔ وہ کون سا
دشمن تھا جس کے مار ڈالنے کی خواہش تمہارے دل میں پیدا نہ ہوئی۔ وہ
کون سا دن تھا کہ تم اپنی پارسائی کے نشہ میں بہت نہیں رہے۔ باطن میں
بھی اگرچہ تمہارا دنا اور شور و غل بہت کچھ ہے مگر ڈھول کی طرح سے نکالی ہو۔

اسے طبل بلند یا ناکس در باطن پانچ

بے توشہ چہ تدبیر کنی و مست بہ بیج

روے طلع از غلق بریچ ار مدنی

تبسیح ہزار دانہ بردست بہ بیج

تم گلستان بھی بھول گئے۔

ولقت یہ چہ کار آید و تسبیح و مرتع
خود را عملی نگویند ہر بری دار
حاجت بہ کلاہ بزرگی داشتنت نیست
در ویش صفت باش و کلاہ تری وار

اور سُنو۔

در عمل کوش و ہر چہ خواہی پُوش
تا ج بر سر نہ و غلم برد و ش

ہمیں تمھاری ریاکاری پر ایک اور افسوس آتا ہے کہ سید احمد خان صاحب
جو تدبیرین بتاتے ہیں۔ باطن میں تم ان سے دلی اتفاق کرتے ہو جب
کوئی حامی سید احمد خان صاحب کا موجود نہ ہو تو اینٹروں کے سامنے دبے
دانتوں ان تدابیر کی خوبی بھی قبول کر لیتے ہو۔ مگر ظاہر میں لوگوں کے خوش
رکھنے کے واسطے ان تدبیروں کی فراحت کرتے ہو ہمیں خیال تھا کہ جو ظاہر
میں مانے اور باطن میں نہ مانے وہ ریاکار ہی ہوتا ہے مگر سید احمد خان صاحب کے
طفیل سے ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو باطن میں مانے اور ظاہر میں نہ مانے
وہ بھی ریاکار ہے شاید اسی واسطے اقرار لسان کو تصدیق قلب پر ہم رکھا

آنکہ زبانی کہہ ان ہر شخص کو کہتا ہے کہ

نہ اقرار آ پانی کے ساتھ اور نہ پانی کے ساتھ

پہلے منافقوں کی یہ تعریف تھی۔

يَوْمَنُونَ بِاللِّسَانِ وَيَسْكُرُونَ عَنِ الْقَلْبِ

اب یہ بھی اُن کی تعریف میں داخل ہے۔

يَوْمَنُونَ بِالْقَلْبِ يَسْكُرُونَ عَنِ اللِّسَانِ

جب سید احمد خان صاحب کا لکچر پہلے گورکھپور میں اور بعد میں سال گذشتہ لاہور میں سنا تو تم پر وہ اثر ہوا کہ تم نے کھڑے ہو کر اُن سے اُس کچھلی مخالفت کے واسطے معافی مانگی اور چندہ بھی مدرسۃ العلوم کے واسطے تحریر کر دیا مگر جب لوگوں نے تمہارے اس فعل پر لے دے کی اور تم کو یہ ظاہر خاطرِ عوام عزیز ہوئی تو تم نے سید احمد خان صاحب اور چندے کے بارے میں وہی کہا جو منافقوں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا۔

وَأَذْكُرُ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا
إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ
إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ

ترجمہ حبیب ایمان داروں سے ملے ہیں تو کہتے ہیں
ہم ایمان لے آئے ہیں جب بہکانے والوں سے

لہ زبان سے مانتے ہیں دل سے نہیں مانتے۔

لہ دل سے مانتے ہیں زبان سے نہیں مانتے۔

ملنے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں
(سے) ہم صرف ٹھٹھا کرتے ہیں۔

راوی۔ مولوی صاحب اپنی ریاکاری کے متعلق تہ کی سن کر شل تصویر
ناکت رہے عرقِ انفعال کا جبینِ حسین پر وہ زور ہوا کہ سجدہ کے گھٹنے
پسے اچھل کر پیشانی کے خطوط متوازی کی نردن میں سے بننے لگا اور
اُس سے دریائے نیل کی آبشاروں کی صورت آنکھوں میں پھر گئی تھی
دیر کے بعد مولوی صاحب نے ایک آہِ سرِ سینہ پروردے سے کھینچی اور یہ شعر
اپنے حسبِ حال پڑھا۔ شفیع

بجھے متا نعیم و خلد ز اہد
نہوتی ہو اگر تجھ میں ریا کی

یون تو مولوی صاحب نے یہ شعر نہاردن دفعہ پیشتر پڑھا ہوگا مگر اُس وقت
جس سچے دل سے پڑھا وہ اُن کا دل اور سُننے والے کا دل جاتا ہے
ابھی یہ شعر مولوی صاحب کے مُونھ سے پورا نہ نکل چکا تھا کہ گواہوں نے
پھر سلسلہ سخن کو یون ہلایا۔

گواہان۔ مولوی صاحب اہم تمہاری ریاکاری کے داستان کہاں تک
کہے جا دیں۔

العاقِل نكفِيهِ الاشْأَارَةُ

”اگر درخانہ کس سے حرفے بس است“

اب تم اپنی طمع کا حال سُنو۔

بیان طمع

مگر اس مطلب کو تمھارے ذہن نشین کرنے کے واسطے اول تم کو بتانا چاہیے کہ دنیا میں جتنے کاروبار اور پیشے ہوتے ہیں وہ دو وجہ سے خالی نہیں۔

(۱) یا تو اُن سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ عشرت و آرام کے سامان مہیا ہوں۔

(۲) یا یہ کہ محتاجی پاس نہ چھٹکنے پاوے۔

اگر یہ دونوں اغراض نہ ہوں تو دنیا کے سب کاروبار بند ہو جائیں۔ سہاڑی زندگی سہلا تھکے کی سی زندگی ہو جاوے۔

پھر یاد رکھو کہ جب عیش و آرام کا خیال بہت بڑھ جاوے تو وہ عیاشی کی صورت اختیار لیتا ہے اور جب محتاجی کی فکر زیادہ ہو جاوے تو وہ طمع کی صورت قبول کر لیتا ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عیاشی سے طمع اور طمع سے عیاشی دھنگ ہو جاتی ہے۔ پوچھو وہ کیوں کر سُنو ہم بتاتے ہیں۔

عیاشی کی ترقی کی کوئی نہ نہیں ہے اس کے واسطے قارون کا خزانہ کافی نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ کسی انسان کا اپنا اندوختہ کافی ہو۔ انسان عیاشی سے

ملے ایک جانور ہے جو ہمیشہ مستیارتا ہے۔

جون جون کم مایہ یا محتاج ہوتا جاتا ہے اُس کی نظر دوسروں کے مال پر پڑتی جاتی ہے وہ چاہتا ہے کہ سب کا مال و دولت مجھے مل جاوے تاکہ میں غیب کچھ لے آؤں۔

کبھی طمع سے عیاشی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ طمع کا قاعدہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر تنگی کرتا ہے۔ اپنا پیٹ کا پتہ ہے نہ اچھا کھاتا ہے نہ اچھا پہنتا ہے نہ دن کو آرام کرتا ہے نہ رات کو سوتا ہے جو ہو سکتا ہے پس انداز کرتا چلا جاتا ہے کبھی یہ طمع یہاں تک غلو کرتی جاتی ہے کہ اوروں کے مال پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتا ہے اور جب اس طرح سے سب کچھ جمع کر لیتا ہے تو دیکھا کہ ایک آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اپنی غلطی پر متنبہ ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ سوچ سمجھ کر اندوختہ سے مستفید ہو۔ یہ رباعی مستزاد پڑھتا ہے۔

اے خواجہ یقین بدان کہ خواہی مُردن۔ کرویم خبر
جزیک کفن دگر نہ خواہی بُردن۔ از نعمت دزر
فردا کہ روی ازین جہان فانی۔ اے مردِ کفر
زن مال ترا پیشِ خواہی خوردن۔ باشوے دگر

کبھی یہ دوسری رباعی درد زبان کرتا ہے۔

این جملہ زرفندگان این راہ دراز
باز آمدہ کو کہ خبر گوید باز

آوے۔ ملاقات ہوئی تو اول عیاشی نے اپنی طبیعت کے خاصہ کے بموجب
 خلوص دل سے صاف صاف یہ کہا کہ لڑائیاں کرتے کرتے اب ہم تھک گئے
 ہیں۔ بہتر ہے کہ اب ہم ایک دوسرے کی دوستی کا بیڑا اٹھا دیں۔ اگر تمہارا
 بد ذات وزیر تمہارے کان نہ بھرے اور تمہیں ناحق کا خوف نہ دلاوے تو
 کوئی وجہ نہیں کہ آج سے تمہارے اور تمہارے درمیان کیون دوستی قائم نہ ہو
 اس کے جواب میں طمع نے کہا کہ آپ کا وزیر اقراط نامی میرے وزیر
 سے زیادہ بد ذات ہے۔ وہ ہمیشہ غش و عشرت کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔
 مفلسی سے بچنے کے واسطے جس قدر احتیاط لازم ہے اُس کی پروا نہیں کرتا
 اصل حقیقت یہ ہے کہ جن اصول پر بادشاہ کی سلطنت کی بنا ہے اُس کی
 بیچ کنی کرتا ہے۔

جب یہ گفت و گو دونوں بادشاہوں کے درمیان ہوئی تو صلح کی غرض
 سے اُنھوں نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے وزیر
 اعظم کو درخواست کر دیوے۔ جب وہ ایسا کر چکے تو جو اختلافات اُن
 دونوں بادشاہوں کے درمیان باقی تھے وہ بھی سب رفع ہو گئے۔ اول
 اُنھوں نے عہد کر لیا کہ آج سے ہم دونوں ایک دوسرے کے دوست اور
 معاون بن کر رہیں اور آئندہ جو فتوحات ہوں اُن کا حصہ برابر بانٹ لیں
 یہی وجہ ہے کہ ایک ہی انسان کے دل پر آج دو بادشاہوں کی حکومت

ہے بے چارہ دونوں کے بس میں آیا ہوا ہے۔ اب مولوی صاحب! تم دیکھو کہ تمہارے دل پر ان دونوں کی حکومت ہے یا نہیں۔ ایمان سے کہنا۔ ہم نے انصاف تمہیں پر چھوڑا۔

بیان غرور

مولوی صاحب! تم نے اپنی طمع کا حال اُٹنا۔ اب غرور کا بھی حال سنو۔ بعض آدمی اپنے تئیں اوروں سے ہر امر میں بہتر سمجھتے ہیں اور اس پندار سے اُن کے دل میں ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو غرور کہتے ہیں۔ اب تم اپنے ایمان سے کہو کہ تمہیں اپنے علم۔ اپنی عبارت۔ اپنے نسب اپنے حسب کا زعم ہے۔ یا نہیں۔ تم اپنے علم کے۔ اسنے سارے جہان کو جاہل سمجھتے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ جو حقائق اور معارف مجھ پر منکشف ہوئے ہیں وہ کسی پر آج تک منکشف ہوئے ہی نہیں۔ حالانکہ تمہارا علم جو گیون کے چند خیالات اور یونانی فلسفہ کی چند شطیحات سے بڑھ کر نہیں ہے۔ بھلا تم دور نہ جاؤ۔ اپنے ہی وجود پر خیال کرو اور ایمان سے کہو کہ تم نے اپنی حقیقت کا بھی سمجھ لی ہے تم جان گئے ہو کہ یہ کور کہ وہندہ اکیا ہے۔ تم سمجھ گئے ہو کہ یہ معجون کن اجزا سے مرکب ہے۔

آدمی زادہ طرہ معجون است

پھر تم اپنے وجود کی ساری باتوں کو تو کیا جانو گے اتنا ہی بتا دو کہ تمہاری روح کیا ہے اُس کا جسم کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

اچھا روح کا جھگڑا ہی جانے دو عالم امر میں تمہاری کہاں رسائی ہو گی۔ تم یہی بتاؤ کہ عالم محسوسات میں جو مادہ چاروں طرف تمہارے موجود ہے وہ کیا ہے۔ وہ عین خدا ہے یا غیر خدا۔ اگر عین خدا ہے تو جملہ اشیائے مادی اُس کی عین ہوئیں۔ اگر غیر ہے تو کیا یہ خدا سے پہلے تھا۔ یا کیا یہ خدا کے ساتھ آن واحد میں موجود تھا۔ یا کیا یہ خدا کے بعد ہوا۔ اگر پہلے تھا تو خدا کا علیہ العمل اور ازلی ہونا جاتا رہا۔ اگر خدا کے ساتھ آن واحد میں موجود تھا تو تقدم و تاخر جاتا رہا۔ کیسا ئی اڑ گئی دوئی قائم ہو گئی۔ اگر بعد میں ہوا تو بتاؤ یہ کہاں سے نکلا عین خدا سے یا غیر خدا سے اگر عین سے خدا سے نکلا تو جملہ اشیائے مادی اُس کی عین ہوئیں جیسا ہم نے پہلے کہا ہے اور اگر غیر خدا سے نکلا تو بھر ہی سوال آیا کہ وہ خدا کے قابل تھا یا ہم عہد یا بعد۔

مولوی صاحب اس میں کچھ درفشانی کیجئے ہم بھی دیکھیں آپ کو کتنا علم ہے۔
راوی۔ مولوی صاحب اس کو سن کر گم صم رہ گئے جواب نہ بن آیا یہ حال دیکھ کر گواہوں نے کہا:-

مولوی صاحب! تم نے اپنے علم کا حال دیکھا اسی علم پر تم کو غور ہے کہ تم بال کی کھال نکالتے ہو۔ ہاں جہل مرکب تم میں بہت ہے جس کا ذکر

اوپر ہو چکا ہے اور اگر اس پر کوئی فخر کر سکتا ہے تو اول نمبر تمہارا ہے جس قدر تم
راتراؤ تھوڑا ہے۔

مولوی صاحب! تمہیں اپنی عبادت کا بھی بڑا گھمنڈ ہے لیکن اگر تم مطلع ہو
کہ اُس میں ریاکاری کتنی ملی ہوئی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا تو بجائے فخر کے
تم عجز اختیار کرتے۔ تم کو یہ بھی یاد نہ رہا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا
تم یہ بھی بھول گئے کہ عبادت سے خدا کا مقصد یہ ہے کہ عابد فحش و منکر سے
بچ جاوے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

ترجمہ۔ نماز بُری باتوں سے روکتی ہے

مگر تم ایمان سے کہو کہ فحش و منکر سے تم بچ گئے ہو یہیں اس مقام پر زیادہ
نشریح کرنے سے شرم آتی ہے جو ہم تمہاری ریاکاری وغیرہ کے متعلق بیان
کر چکے ہیں تم اُس پر غور سے دھیان کرو اور سوچو کہ زہد و عبادت پر تمہارا گھمنڈ کس
بلے بنیاد ہے۔

تم نہ ارہ تبسّیح کے موٹے موٹے دانے کھٹا کھٹ پھیرتے جاتے ہو اور منہ سے
کچھ بڑبڑاتے جاتے ہو۔ مگر دل تمہارا اُسی طرح منتشر ہے جس طرح تمہاری تبسّیح کا

ڈورا ٹوٹ جانے سے اُس کے دانے منتشر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اصل پوچھو تو

”اللہ جیسا اور پرایا مال اپنا“

تمہاری تسبیح کا اصل اصول ہے یا یہ کہ۔

”تسبیح پھیر دین کس کو گھیر دین“

تم بھول گئے ہو کہ فرض بجالانے کے بعد اپنا عیس کی خدمت کرنی عبادت ہے۔ سعدی نے کتنا سچ کہا ہے۔

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست

یہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

مولوی صاحب اتم نسب پر بھی اترتے ہو۔ بے شک بزرگوں سے نسبت رکھنا خوش قسمتی کی دلیل ہے اور اُس پر شکریہ واجب ہے کہ بلا استحقاق سابقہ خلاق اکبر نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا اگر وہ تمہیں کسی چوڑے چمار کے یہاں پیدا کر دیتا تو تم کو کوئی موقع شکوہ کا نہیں تھا۔

اور سنو۔ مولوی صاحب اودھ شکر یہ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ ہم ایسے کام کریں کہ اُس خاندان کی عمدہ خصلتیں ہم میں آجائیں نہ یہ کہ ہم ایسے کام کریں کہ تنگ خاندان ہو جاویں۔

کتابے وقوف ہے وہ شاگرد جو اپنے اُستاد کو اچھا طبیب جان کر سب طرح کی بے اعتدالیوں کی جرات کرے اور یہ خیال کرے جو بیماری آدے گی

اُس کو سیرا استاد اچھا کر لیوے گا۔ مولوی صاحب تم کو یاد ہے کہ شیطان بھی اپنی نسبت پر بڑا اتراتا تھا وہ کہتا تھا۔

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ

ترجمہ میں آدم سے اچھا ہوں مجکو نار سے پیدا کیا ہے اُس کو مٹی سے

مگر اُس کا انجام جو ہوا وہ تم کو معلوم ہے۔

پھر تم انا تو سوچو کہ تمہاری پیدا ایش کس طرح ہوئی ہے تم کیا سے کیا ہو تمہاری شان میں ایک جگہ آیا ہے۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ
لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّكَّنْهُ كُؤُومٌ

اس کا ترجمہ جامی نے کیا عمدہ کیا ہے چنان چہ کہا ہے:-

خداوند از بہت سی سادہ بودیم

نہیم نیستی آزادہ بودیم

دوسری جگہ آیا ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

ترجمہ انسان کو علق سے پیدا کیا ہے

تیسری جگہ آیا ہے۔

قُلْ لَّإِنِّى أَمَّا الْفَرَءُىنْ اِى شَىْءٍ سَخَّطَهُ مِنْ
لُطْفِهِ خَلَقَهُ فَقَدْ سَخَّطَ لَكُمْ السَّبِيلَ لَيْسَ لَكُمْ
اِمَّاكَةُ فَاَقْبِرُوْهُ ثُمَّ اِذَا سَخَّطَ اَنْتُمْ سَخَّطَ

ترجمہ۔ لعنت کردہ شد آدمی را چه بلاناہی پاس دار است
از چه چیز آفریدش۔ از لطف منی آفریدش پس اندازہ زمین
کردش باز راہ بر آیدش۔ بازی را ندش۔ در گور کردش۔ باز
و تبتی کہ خواست زنده ساختنش

چوتھی جگہ آیا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ کُم مِّنْ
تُّرَابٍ اَنْتُمْ اَآئِمَّۃٌ لِّہٖ سُبْحٰنَہٗ

ترجمہ خدا کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ
اُس نے تم کو خاک سے پیدا کیا۔ پھر جب تم بشر ہو گئے
تو جا بہ جا پھیل گئے

پانچویں جگہ آیا ہے۔

وَبَدَا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ
جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ

ترجمہ تو نے آدمی کو مٹی سے پیدا کیا پھر اُس کی نسل آپ

گزرے تھہرائی۔

پھر حیف ہے کہ جس کی پس ہو وہ غوہ ہو۔
مولوی صاحبان تم کو یاد دہین چاہیہ آیت۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

”بیٹی تم اپنے نسب پر مڑاؤ۔ میں تمہارے کام
دہین آئے گا۔ تمہارے اعمال تمہارے کام آدین گے۔“

جسے غور ہے کہ جہان پیمبرانی لخت جگر سیدہ النساء سے یہ کہے کہ تم اپنے نسب
پر مڑاؤ۔ ایک عمل کرو۔ اس کا نام کو نسب پر اترانا۔ اور اس کے بھروسے دلیر
ہو جانا کہ تم پر وہ حرکت ہے۔

تم قبول جاؤ تو اس کا علاج نہیں مگر اصل یہ ہے کہ جس خیر البشر سے تم اپنے
نسب کا فخر کرتے ہو اگر اس کی تم نہیں مانتے تو تمہارا نسب اس سے منقطع ہو
جاتا ہے۔ وہ تم سے اُسی بے زار ہو جاتا ہے جس طرح ناخلف پسر سے کوئی پدر
بے زار ہو جاتا ہے وہ تم کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جس طرح کہ باپ اپنے ناخلف
بیٹے کو مافیا کر دیتا ہے۔

جس آس کے درخت میں بیٹے بے شک وہ آم کا درخت کہلاوے گا مگر
وہ اس لائق ہوگا کہ کاٹ کر بیٹا بنائے۔ اسی طرح جو عالی نسب نیک لہجہ

نہ لاوے وہ اس لائق ہوگا کہ جہنم کا گزہ بنایا جاوے۔

کسی صوفی نے کیا خوب کہا ہے کہ اصل انسان کی ایک قطرہ گزہ پانی کا ہے جس غلاطت سے جہان کو نفرت سے جس سے خود انسان نفور ہے اُسی کو ہر جگہ اٹھائے پھرتا ہے اور انجام اس کا یہ ہے۔

خاک کا پتلا بنا اور خاک میں مل جائے گا

پھر کتنا مقام حیرت ہے کہ انسان اپنی اصل کو بھول کر مغرور ہو۔

جب دوسرے کے پاس زر و دولت ہونے سے تمھاری مفلسی نہیں جاتی جب دوسرے کے پیٹ بھر جانے سے تمھارا پیٹ نہیں بھرتا جب دوسرے کے پانی پینے سے تمھاری تشنگی نہیں کُچھتی تو کب ممکن ہے کہ دوسروں کی خوبیوں سے دبے آن کہ اُن خوبوین کو تم نے خود بھی حاصل کیا ہو تم غوب ہو جاؤ جس طرح تم کو دولت مند ہونے کے لیے خود بھی زر و دولت کا اکتساب کرنا چاہیے جس طرح تم کو پیٹ بھرنے کے لیے خود بھی رزق پیدا کرنا چاہیے جس طرح تشنگی کُچھانے کے واسطے تم کو خود بھی ٹھنڈا پانی بننا چاہیے۔ اسی طرح تم کو غوب ہونے کے لیے خود بھی خوبیاں اپنی ذات میں پیدا کرنی چاہئیں۔ اسی اصول پر کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نسب چہ سود و ہر چون تو بے ہنر باشی

ز آب جو چہ برش تیغ ہاے جوشن را

اس سے بھی صاف کسی ہندی بھگت کا ڈہرہ ہے۔

جات پات پوچھے نا کوئی

ہر کا بھجے سوہر کا ہوئی

مولوی جامی بھی یہی کہہ گئے ہین۔

بندہ عشق شو و ترک نسب کن جامی

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

مولوی صاحب! اگر تم میں ذاتی خوبیاں نہ ہوں گی تو جس عالی نسب کی

تم ذریات میں سے ہو اُسے نکھیں اپنا کہتے ہوئے شرم آوے گی وہ معصوم

تمھاری بدیون سے سخت شرم سار ہو گا۔ خدا کے آگے تمھاری بدیون سے

اُس کی آنکھیں نیچی ہوں گی پھر کہتے افسوس کی بات ہے کہ وہ عالی نسب

تمھارے تعلق کے سبب سے تمھاری بدیون سے شرم آوے اور تم کو اپنی بدیون

سے شرم نہ آوے۔

مولوی صاحب! تم اپنے نسب پر اترا نا چھوڑ دو دیکھو کوئی اُستاد کیا کہتا ہے۔

آن ناکسان کہ فخر بہ احد ادمے کنند

چون سگ بہ استخوان دل خود شاد مے کنند

مولوی صاحب! تم اپنے حسب پر بھی مغرور نہ ہو تم اپنے مال و دولت پر بھی

نازان ہو مگر تم یہ تو بتاؤ کہ تم یہ کہاں سے لائے کیا تمھارے کسی بزرگ نے

خدا کو کچھ قرضہ دیا ہوا تھا جس کے بدل میں تم کو یہ مال دے رہا تھا اس پر اتر آ
 کی کیا وجہ۔ اگر خدا نے تم کو ادرون سے زیادہ مرقہ الحال بنایا تو اُس کا شکر
 تم پر واجب ہے۔

شکر نعمت ہے تو چند ایسے نعمت پائے تو
 نہ یہ کہ تم اتر آتے پھر وادروہ شکر یہ یوں ادا ہونا چاہیے کہ تمہاری قوم ہو
 محتاج ہے اُس کی دست گیری کرو اور اُس دست گیری سے اُس پرست
 ست رکھو۔ بلکہ خود منت کش ہو کہ اُس نے تمہاری مدد قبول کر کر تمہیں بارگاہ
 ایزدی میں مقبول بنا دیا۔

غافل مقام رشک نہیں جہاں شکر ہے
 مجھ کو غریب کج کو تو انگریز بنا دیا
 اب مولوی صاحب! سوچو تم کس قدر غور و نحوث عجب و پندار میں پھنسے
 ہوے ہو تم بھول گئے ہو کہ تسکیر کو خدا اپنی آیات و معجزات میں بھی غور و مال
 نہیں کرنے دیتا چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

سَامُفٍ عَنِ الْاَيَاتِ
 يَتَكَبَّرُونَ فِي الْاَكْصَا لِنَعْيَا كُنْ

ترجمہ: باز خواہم داشت از مائل بہ کبر یا خود کسانے را
 کہ تسکیرے کنند زمین ناحق

یہی سبب تھا کہ تم کج تک حقائق و معارف قرآنی پر مطلع نہیں ہوئے تمہارے
 غور نے تم کو حقائق و معارف قرآنی تک تمہاری رسائی نہ ہونے دی۔ اور ایک
 سیدھا سادہ مسیحید جس کو نہ علم کا فخر تھا۔ نہ فلسفہ کا نہ زہر کا نہ تقویٰ کا نہ نسب کا
 نہ حسب کا۔ اُس پر کشاف العقاب نے وہ اسرار الہی کھولے کہ موافق و مخالف
 جہان رہ گئے۔

بترے کہ بیچ عارف و عابد یہ کس نہ گفت
 در حیرت کہ بادہ فروش از کجا شنید

بیانِ خیر خیرات

مولوی صاحب اب تم اپنی خیر خیرات کا حال سنو۔ بے شک تم نے مسجد
 بنائی۔ مگر اس غمن سے کہ تمہارا نام اُس کی محراب پر کندہ ہوگا۔ جو دیکھے گا
 وہ تمہاری تعریف کرے گا۔

تمہاری نو تعمیر مسجد سے پیشتر اُسی حوالی میں مرزا سینا بیگ کی مسجد بھی موجود
 تھی۔ اُسی کے واسطے نمازی کافی نہ تھے مگر تم نے اپنی نام درسی کا خیال رکھا
 اور کچھ خیال نہ کیا۔ تم کو یہ نہ سوچھی کہ۔

شَرُّهُ فِي الْمَكَانِ بِالْمَكِينِ

بھی کوئی مسئلہ ہے؟ اگر مسجد کے نمازی اچھے نہ ہوں گے تو مسجد کو کیا شرف ہوگا

تم نے کبھی اس امر پر غور نہ کیا کہ مسجد کا بنانا ضروری کام ہے یا نامازیوں کی حالت درست کرنا ضروری ہے۔

تم کو مرزا مسیحا بیگ سے ایک ادنیٰ بات پر ضد ہو گئی تھی اُس ضد کی تائید میں تم نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنائی اس سے تم سمجھے کہ ضد بھی پوری ہو گئی اور نام درسی بھی حاصل ہو گئی

چہ خوش بود کہ بر آید ہم یک کر شمشہ دو کار

تم اینٹ پتھر جوڑنے میں ثواب سمجھے تم یہ نہ سمجھے کہ نہ یہ سبب سے مسلمانوں کے دل بھاڑنے اور ان میں تفرقہ ڈالنے سے کتنا عذاب ہوگا۔

مسلمانوں کے دل خانہ خدا تھے تھیں ان خانہ ہائے خدا کے ڈھانے سے کبھی انج نہ ہوا یہ خانہ خدا دیران پڑے رہے تم نے اُن کی درستی اور خانہ آبادی کی کبھی فکر نہ کی۔

تم نے اپنی خیرات کو بے موجب اور بلا ضرورت خرچ کیا تم نے یہ غور نہ کیا کہ بندگان خدا کی بہتری کے لئے ہمیں کس کام میں مال و زر خرچ کرنا چاہیے اگر تم ذرہ بھی غور کرتے تو حسب ضرورت وقت کے تم مدرسۃ العلوم کو اپنی اس خیرات کو صرف کرنے کے لیے بہتر محل تصور کرتے جس کی تکمیل پا جانے سے دین و دنیا کے کام مسلمانوں کے سنور جاوین گے۔

ذوق جو مسجد و ن کے بگڑے ہوئے ہیں ملتا

اُنھیں کالج میں بلا لاؤ سنور جاوین گے
مدرسۃ العلوم میں بھی مسجد تعمیر ہوتی ہے تم وہیں مسجد بنا دیتے۔
تم نے بے شک حج میں بہت روپیہ خرچ کیا مگر تمھاری نیت اس حج سے یہ
تھی کہ تم سید کے اوپر عرب کے علما سے۔

”تنہا پیش قاضی روی رضی آئی“
کے مطابق کفر کا فتویٰ لکھا لاؤ۔ یہی سبب تھا کہ جب تم طوان کعبہ کے واسطے
گئے تو تم کو حرم میں جانے کی اجازت نہ ہوئی اور اُس وقت بہ کمال تاسف
تم نے یہ شعر پڑھا۔

بہ طوان کعبہ رفتہ بہ حرم رسم نہ دانتہ
کہ بروین در چہ کر ڈمی کہ ذروں خانہ آئی
تم نے سید کے نانا کے ہزار پُراناوار کی زیارت کی مگر اُس کے نواسہ کے
واسطے واجب القتل ہونے کا فتویٰ لیتے آئے سید کا نانا تمھارے اس
فعل سے کیا خوش ہوا ہو گا۔ حیف ہے جس کا تم کلمہ پڑھو اُس کے نواسہ
کے خون کے پیاسے ہو۔ قیامت کے دن اُس کے نانا کو کیا سُنھہ دکھاؤ گے
بہ وقت داپسین اگر سید کے نانا کے لبون پر۔

اُمّتی و اُمّتی

تھا تو دہم آخرین سید کی زبان پر۔

قَوِّیْ قَوِّیْ

ہوگا۔ پھر حیف ہے کہ جو اپنے نانا کی اُمت کے واسطے تادم مرگ ل سوئی کر
تم ناحق اُس کا دل جلاؤ۔

تمہارے حج کی ایک اور غرض بھی تھی تم نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ حج کا حج
ہوگا اور پنج کا پنج ہوگا۔ یعنی تین چار ہاں جس کی پری رو کٹر کین حرم بنانے
کے واسطے وہاں سے خرید لا دین گے چار پانچ حبشی بچہ بھی مول لے آؤ گے
پھر خوب عیش کریں گے۔

تم نے بہت سبب استطاعت مسلمانوں کو حج کے واسطے قدر سے قلیل زاد را
دیا اور جس امر کو خزانے بے استطاعت مسلمانوں پر فرض نہیں کیا تھا
فرض کر دیا۔

اُن بے چاروں نے قِلت زاد راہ کے سبب سے راستے میں سیکڑوں
سببتین بھیلین۔ ادھر اُن کے بال بچوں کو سر پہ ست اور کانے والے
پاس نہ ہونے سے ہزاروں تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔

تم نے مزدورے کر بھی اپنے واسطے کہنے، دمیوں سے حج کروایا اور بعض
میں سے جب راہ میں مر گئے تو تم نے اُن کے پس ماندگان کی خبر نہ لی یہاں
تک کہ فقر و فاقہ نے انہیں بھی جلد پیش رفتگان سے چلا لیا۔

مدینہ منورہ کے راستے میں ایک نجابی حاجی بیمار ہو گیا تمہارے ایک ہاشمیری

ایک طرف شغف کی خالی تھی اُس نے ہر چند تمھاری منت کی پر تم نے اُس کو شغف میں سوار نہ کیا۔ اور آخر وہ پنجابی حاجی بیماری اور صعوبت سفر کے سبب سے مر گیا اور تم بے رحمی کے گناہ گار ٹھہرائے گئے۔

پھر اُسی راستہ میں ایک ہندی حاجی نے تم سے پانی مانگا۔ اُس کا پیاس کے مارے بُرا حال تھا۔ لبون پر جان آئی ہوئی تھی حضرت سید الشہد کی طرح تشنہ کام تھا۔ ہر چند اُس نے پانی کے واسطے تمھاری منت و سماجت کی۔ مگر شمر کی طرح تمھارا دل نہ پسچا آخر وہ بے چارہ پیاس کے مارے مر گیا اور تمھیں کچھ ترس نہ آیا یہ دوسرا گناہ بے دردی کا تمھارے ذمہ لگایا گیا۔

تم نے حجر اسود کو بوسہ کر دیا تین کر لیا کہ ہمارے اگلے کچھلے گناہ سب دو ہو گئے اب ہم ایسے معصوم ہو گئے جیسا وہ بچہ جو آج مان کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ تم اپنی معصومیت کے خیال سے واپس پھرے برعکس اس کے بجائے ٹواپ کے مذاپ تمھاری فہرست میں زیادہ کیے گئے۔ گئے تھے معصوم بننے وہاں سے اور زیادہ عاصی بن کر آئے۔

تم نہیں جانتے کہ سب چیزیں نیت پر منحصر ہیں۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

تم اپنی نیت کو جانچو تو تم کو معلوم ہو گا کہ وہ ستر یا نفور ہی نفور ہے پھر تم کو ایسے حج سے کیا فائدہ ہوا تمھاری نسبت تو سعدی کا وہی قول ٹھیک آیا۔

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود
چون بہ یاید ہنوز خرباشد

یا یون کہو کہ۔

کعبہ بھی ہم گئے نہ گیا ان بتوں کا عشق
اس روگ کی دوا بھی خدا کے یہاں نہیں

تم نے نہر زبیدہ کی مرست کے واسطے معقول رقم چنیدہ کی خود بھی دی اور
لوگوں سے بھی دلائی۔ مگر تم نے وعدہ کر لیا تھا کہ سوا دیکھ معظیہ کے قریب جو
اور پل اُس نہر پر بنے گا اُس پر ہمارا نام کندہ کیا جائے اور چنیدہ دینے والوں
کی فہرست میں ہمارا نام درج ہو کر دو روز نزدیک ملکون میں وہ فہرست شہر
کی جائے اُس سے جو ثواب تم کو ہونا تھا اسی جہان میں ہو گیا تمہارا مقصود
شہرت تھا وہ حاصل ہو گئی۔

البتہ ایک کام تم سے ضرور اچھا بن پڑا جب مدینہ منورہ سے واپس آتے
ہوے تم نے ایک گدھار تہ میں ٹانگ ٹوٹا ہوا خستہ حال دیکھا تو تم کو ترس
آگیا اور تم نے اُس کو گڑ اور آٹا جو کچا وہ میں سے گر کر گر کر اہو گیا تھا کھلایا اور
اس فعل سے تم نے کوئی غرض وابستہ نہیں رکھی۔ خالصتہً سد یہ کام تم نے کیا
اسی لئے اُس کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں درج کیا گیا۔

تم حضرت پیران پر قدس سترہ کی گیارہویں بے شک بڑی دھوم سے

کیا کرتے ہو۔ ہزار ہا آدمی اس موقع پر تمہارے ر دسترخوان سے سیر ہوتے ہیں۔ مگر اُن میں علی العموم پیٹ بھرے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض ران میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو رات دن ایسی دھو توں کے انتظار میں رہتے ہیں اور اُن کی معاش ہی یہی ہے گولڈر اسمتھ نے لکھا ہے کہ جو شخص غیر مستحق کو دیتا ہے وہ دو جرم کا مرتکب ہوتا ہے ایک تو اس جرم کا کہ اُس نے غیر مستحق کو خیرات دے کر زلفہ خیرات خوردن کے زمرہ میں اُسے شامل ہونے کی ترغیب دی۔ دوسرے اس جرم کا کہ غیر مستحق کو مستحق کا حصہ دے کر مستحق کو حق سے محروم رکھا۔

تمہاری گیارھویں کی دعوت میں البتہ ایک دن کی نیکی تمہارے نام پر تحریر ہے وہ اس طرح کہ ایک کتیا نے تمہارے پھاٹک کے کواڑ کی آڑ میں بچے دیے تھے وہ بھوکے تھے اور بھوک کے مارے چین پون کر رہے تھے اور کتیا کا کچھ اپنی بھوک سے اور کچھ اپنے بچوں کی بھوک سے بُرا حال تھا۔ وہ تمہارے پیرون میں جب آکر لوٹنے لگی اور تمہارے ملازمین نے اُسے ناپاک سمجھ کر نکالنا چاہا کہ اگر گھر میں رہے گی تو فرشتے دھن نہوں گے تم نے اُن کو منع کر دیا اور تہی ہڈیاں پٹاؤ کی بجی ہوئی تھیں سب تم نے اپنے روبرو اُس کے آگے ڈالوا دیں۔ اُس سے کتیا کا بھی پیٹ بھرا اور اُس کے بچے بھی سیر ہوئے۔

تم نے بے شک ہر جمعہ کو سیڑوں ریلوین کے چسے بھی بانٹے۔ لیکن تم نے مستحق اور غیر مستحق کے درمیان امتیاز نہ کیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خیرات نے بھیک سنگوں کی تعداد بڑھادی ایک غیر معدود شخص کے واسطے سوال حرام ہے۔ مگر آپ کی اس خیرات نے حرام کو حلال کر دیا۔ اُس کا وبال تمہاری گردن پر ہوا تم کو اب تک یہ تحقیق نہیں ہوا کہ مستحق کون ہے اور غیر مستحق کون ہے۔

پھر تم نے اس بات پر بھی کبھی غور نہیں کیا کہ کل ملک کی حالت پر نظر کر کر خیرات کا انتظام کیوں کر ہونا چاہیے ہر سال کو بلا امتیاز روٹی کا ٹکڑہ اور آٹے کی چٹکی پکڑا دینی خیرات نہیں ہے۔ ہماری قوم خدا کے فضل سے اگرچہ دولت مند نہیں۔ مگر اپنی فیاضی اور مہمان نوازی میں ضربِ آتش ہے جو کچھ قصور ہے وہ صرف اسی قدر کہ ہماری خیرات کسی قاعدہ اور اصول پر مبنی نہیں ہے ہماری رائے میں ہر فریاد اور دیہ میں اہل الرائے کی ایک کمیٹی مقرر ہونی چاہیے اُس کا یہ کام ہو کہ وہ زکوٰۃ اور خیرات جمع رکھے اور سوائے مستحقین کے کسی اور کو دے۔ مستحقین علی العموم وہ ہیں جو کمانہ سکتے ہوں۔

(۲) جو اعلیٰ مراتب سے یک لخت ادنیٰ مراتب پر آگے ہوں۔

(۳) جو اس قدر فرض کے بوجھ کے نیچے دب گئے ہوں کہ اُن کے اُبھرنے

کی ہر کوشش اُن کو اور زیادہ نیچے لے جاتی ہو۔

(۴) ملکی اور قومی رفقاء عام کے کام۔

پھر اُن مستحقین کو خیراتِ فِطْرین سے زکوٰۃ دیتے رہنا کافی نہیں ہے
جہاں تک ممکن ہو خیراتِ فِطْرے اُن مستحقین میں سے اکثر و ن کے لیے ایسے
سامان مہیا کیے جاویں کہ وہ اُن کے ذریعے سے اپنی روٹی کا کھادین جو اُن
مہیا کردہ سامانوں سے بہ سبب کسی سختِ مجبوری کے معذور ہوں اُن کو خیراتِ
فِطْرے سے اس طرح مدد پہونچائی جاوے کہ وہ اس ہاتھ دیوے تو بائیں کا تھکے کو خبر نہ
خیرات کا سب سے بڑا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ خیرات خورہ کو بے غیرت
کر دیتا ہے اسی واسطے احتیاط رکھنی چاہیے کہ خیرات اس طرح پردی جاے
کہ لوگوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ کون دیتا ہے اور کون لیتا ہے۔
خونِ طوالت سے ہم زیادہ تصریح سے باز رہے مگر سوچنے والے اس سے
بہت کچھ سوچ سکتے ہیں۔

”اگر درخانہ کس ست حوئے بس ست“

مگر اتنا اور کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری قوم کی مجموعی حالت قابلِ رحم ہے لیکن
تم نے اُس پر بھی کبھی غور نہیں کیا تم نے یہ کبھی خیال نہ کیا کہ۔

ضَرْبَتْ عَلَيْهِمُ اللَّيْلُ لَوْنًا وَالْمَسْكَنَةُ

کس قوم کے حق میں کہا گیا تھا اور اب وہ کس قوم پر صادق آتا ہے تم
کبھی نہ سوچے کہ یہ لغت کا طوق تمہارے گلے سے کیوں کر اترے گا تم نے

دنیا جہان کا فکر کیا۔ مگر افسوس ہے کہ تم نے اپنی قوم کا فکر بحیثیت مجموعی کبھی نہ کیا۔

تجربین ہزار بار بوڑھے سید نے سمجھا یا کہ مدرسۃ العلوم قوم کو حصینہ سکنت سے نکالنے کا ذریعہ ہے مگر تم نے مدرسۃ العلوم کے چندہ میں ایک بھوٹی کوڑی نہ دی۔ تم یہ سمجھتے رہے کہ مدرسۃ العلوم میں چندہ دینے سے خیرات کا عمل نہیں ہوتا تمہارے اس غلط خیال نے نہ صرف تجھیں کو مدرسۃ العلوم کی مدد سے باز رکھا۔ بلکہ تمہارا یہ خیال اور دن کے لیے بھی روک کا باعث ہوا۔

تم سید کو بعض عقائد میں منقاد پا کر اس پر لعن و لعن کرنے ہو اور اس سبب نہ خود چندہ دیتے ہو نہ اور دن کو دیتے دیتے ہو بالذکر محال ہوتا کہ بعض عقائد میں یہ جہور کے خلاف ہے۔ مگر جو کام وہ آج کر رہا ہے قوی ترقی کا ہے۔ اس کو اس کے عقائد سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ مدرسۃ العلوم میں سید کے عقائد کی تعلیم نہیں ہوتی۔ اس میں ان کے عقائد کی تعلیم نہیں ہوتی۔ کیا میں فقہ تفسیر حدیث کی بنیاد میں پڑھائی جاتی ہیں؟ تو اس کو تم ہرگز نہیں چھوڑو۔ مدرسۃ العلوم کی مدد سے اس مندر پر پہلو تھی کرنا سراسر نازیبا ہے۔

تم ان باتوں کو گھٹی جانے دو تم خود سنی بات سنو جو چندہ میں ہو ہے جس نے لاہور میں اپنے لکچر میں کہی تھی۔ اس نے کہا کہ فرقتی سے بادیدہ پر تم اپنی قوم سے کہا تھا کہ وہ جب تمہاری سی باتیں کہتی ہو تو اس کی تعمیر

میں چوڑے چار سب ہی کام کرتے ہیں مگر جب وہ سجدہ وجہ تیار ہو جاتی ہے تو خدا سے واحد کی پرستش اُس میں اس وجہ سے ممنوع نہیں بنتی کہ اُس کی اداؤں میں چوڑے چار کا بھی ہاتھ لگا ہے۔ اسی طرح مدرسۃ العلوم جو تمھاری قوم کے واسطے تیار ہوا ہے اُس میں تم میری محنت کو ایک چور کا چمار کی محنت کے برابر تصور کر لو۔ مگر اس وقت اُس کی نیس کی طرف متوجہ ہو اور یہ خیال نہ کرو کہ اُس کی تیاری میں کس کا ہاتھ لگا ہے۔

مولوی صاحب باغور کرو سید نے کس سچی ہم دردی اور بے نفسی سے یہ جواب دیا ہے حقیقت ہے اگر اب بھی تم مدرسۃ العلوم کی مدد سے باز رہو۔

مولوی صاحب! مجھے معلوم نہیں تم خدا کو کیا جواب دو گے جب خدا کے گام میں پیاسا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں بیمار تھا تم نے مجھے شفقت میں سوار نہ کیا۔ میں جاہل تھا تم نے مجھے علم نہ پڑھایا۔

مولوی صاحب! اتنے تو تم جاہل نہ ہو گے کہ ان باتوں کو (بغافا لہم) ان کے لغوی معنی میں لے دو۔ وہ تو بخوف تمھاری غلط فہمی کے ہم تم کو بتا رہے ہیں کہ وہ بے نیاز ایسی جاہلانہ بات پاگ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ رکھے

گر وہ پہنچا ہے کہ اس کے لئے جو کام تیار ہوئے ہیں ان کو اس کے لئے

وہ بندے پورا کرین جن کو اُس نے اُس کی توفیق دی ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم کو قومی غرت کا کبھی خیال ہی نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہندوستانی یا ہندوستان کے مسلمان نیم وحشی ہیں۔ جاہل ہیں سفلس ہیں بتدل ہیں۔ بے ہنر ہیں۔ بد چلن ہیں تو تم کو برا نہیں لگتا۔ تم کبھی خیال نہیں کرتے کہ اگر ہماری قوم پر یہ الزام عائد ہو سکتے ہیں تو ہم اُن کو اپنی قوم سے کیوں کر ہٹا دیں۔

تم اپنے تئیں قلعہ و کعبہ اور پیر و مرشد سن کر خوش ہوتے ہو۔ دو چار آدمی غرور مسلمانوں کو دیکھ کر اتراتے ہو۔ مگر تم نہیں دیکھتے کہ دنیا کے سارے مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ اور ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمان کس اترتہ حالت کو پہنچ گئے ہیں۔

تم اپنے منطق کا سسلہ۔

النادر کا المحدث

بھی بھول گئے یہ تم دیکھتے ہو کہ تمہاری قوم کے کتنے آدمی ریل کے فرسٹ کلاس میں۔ کتنے سکند کلاس میں۔ کتنے انٹر میڈیٹ کلاس میں اور کتنے تھرڈ کلاس میں بیٹھے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جو اپنی بے بضاعتی کے سبب فورتحہ اور فحقہ کلاس ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور اگر چوتھے اور پانچویں درجہ کی گاڑیاں بھی ہوتیں تو ہمیں اسید ہے کہ اُن کے اندر سفر کرنے والے

مسلمانوں کی تعداد بے شمار ہوتی ہے پھر تم نے کبھی مقابلہ نہیں کیا کہ اور قوموں کے کتنے آدمی کس کس درجے کی گاڑی میں سفر کرتے ہیں اور ایک قوم کی افراد کو دوسری قوم کی افراد سے کیا نسبت ہے۔ تمہارا دل اگر نہ چاہتا ہو تو نہ چاہے مگر ہر سچے ہم درد کا دل ضرور خواہش مند ہو گا کہ میری قوم کے آدمی اعلیٰ درجے کی گاڑیوں میں زیادہ ہوں۔ تم سید کو دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے کہ وہ چاہتا ہے کہ میری قوم کے سارے آدمی خدا کے فرسٹ کلاس کے لائق ہو جائیں خدا اُس کی یہ آرزو پوری کرے اور تم اُس کی آرزو پوری کرنے میں اُس کے معاون ہو آئیں۔

مولوی صاحب تم کو یہ بھی غلط زعم رہا ہے کہ میں جو ہزار ہا روپیہ بر سال خرچ کرتا ہوں اُس کا ثواب بھی مجھے ہزاروں سال ملے گا۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کھوٹا مال خواہ کتنا ہی وزن اور مقدار میں زیادہ ہو اصل اور سچے مال سے خواہ وہ کتنا ہی مقدار میں کم ہو۔ کم تر ہی رہتا ہے یہ جو بڑھیا خیر النساء بیگم تمہارے گھر کے پاس رہتی ہیں اور کشیدہ کاڑھ کر اپنا اور اپنے بچوں کا گزارہ کرتی ہیں ہم سچ کہتے ہیں کہ ان کی خیرات تمہاری خیرات سے بہ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ انھوں نے یہ قصد کر لیا ہوا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد جو کشیدہ کاڑھیں اُس کی آمدنی مدرسۃ العلوم میں بھیج دیا کریں اور کیٹی منتظم جس طرح چاہے اُسے مدرسہ میں خرچ کیا کرے۔

فلے۔ قدمے ہر طرح ممکن ہے مگر نیت خالص شرط ہے۔ اور محل تہنات کا بھی نیک ہونا شرط ہے۔

تم بار دیگر حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مگر اس دفعہ حج سے تمہاری یہ مراد اور غرض وابستہ ہے کہ جس طرح پہلے حج میں علمائے عرب سے سید کے واسطے کفر کا فتویٰ لکھو الائے تھے اب کی بار مرزا غلام احمد قادیانی کے واسطے کفر کا فتویٰ لکھو الاؤ۔ معاذ اللہ منہا۔ جو دارالاسلام تھا اُس کو تم نے دارالکفر سمجھا ہوا ہے کیا خدا کی شان ہے جس خطہ پاک سے اسلام کے آفتاب نے طلوع ہو کر تمام جہان کو اپنے نورِ موفور سے منور کیا۔ اُسی خطہ سے اب ایسی تحریریں آرہی ہیں جن سے مسلمان احاطہ اسلام سے باہر نکالے جاتے ہیں۔

آشتایون سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم

تو ڈو دو انھیں دریا میں سفینہ بھر کے

ہمیں اسید ہے کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے اُس سے آئندہ کے واسطے تم متنبہ ہو گے اور تم کو کچھ شک نہ رہا ہوگا کہ تمہاری اصلی کی مقدار کس قدر کم ہے تم کو تعجب تو ہوا ہوگا مگر وہ تعجب ہماری توضیح اور تشریح سے رفع ہو گیا ہوگا اچھا اب اپنی حب العباد اور حب القوم کا ذکر سنو۔

بیان حب العباد و حب القوم

اخلاق جلالی دالے نے بہت ٹھیک لکھا ہے کہ اگر محبت ہو تو عدل و انصاف کی ضرورت نہیں رہتی محبت کرنے والا محبوب کو اس کے حق سے زیادہ دیتا ہے اور جب ایک کو دوسرے کے ساتھ ایسی ہی محبت ہو تو پھر عدل اور انصاف کون سے تنازع کے رفع کرنے کے لیے برباد و حب العباد کا متقاضی یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور سلوک کے ساتھ برہنیں۔ اگر اس کے برعکس کریں تو سوسائٹی و رہم برہم ہو جاوے اور ایک کے ساتھ دوسرے کی دشمنی وہ کرے جو آگ پھولس کے ساتھ کرتی ہے جو شیشہ گلو کے ساتھ کرتی ہے جو تہہ ہوا چراغ کے ساتھ کرتی ہے جو موت حیات کے ساتھ کرتی ہے۔ جو بیماری تندرستی کے ساتھ کرتی ہے۔ جو غمی شادی کے ساتھ کرتی ہے۔

تمہاری حب العباد کے لمعات ہمیں کہیں دکھائی نہیں دیتے کچھ تھوڑی سی جھلک جو نظر آئی وہ تمہارے گھر کے معدودے چند اشخاص پر چمکتی ہوئی معلوم ہوئی ہے یہ وہی شل ہے

”اندھا بانٹے ریوڑ بان پھر انہوں کو دے“

اگر وہ تمہارے اس معدود کنبہ قبیلہ سے بڑھ جاتی تو البتہ لائق اندراج ہوتی

ہم تمہاری حب العباد تمہارے کنبہ ہی پر محدود دیکھ کر تمہارے ثواب
کی فہرست میں اضافہ کر دیتے یہ شرط کہ وہ محبت تمہارے کنبہ کے اُن
اشخاص پر مبنی ہوتی۔ جو درحقیقت اُس کے حاجت مند تھے۔ لیکن تمہاری
محبت تمہارے ایسے رشتہ داروں کے حق میں ظاہر ہوئی جن کو اُس کی
احتیاج نہ تھی تمہارے جن رشتہ داروں کو تمہاری محبت کی احتیاج تھی وہ
تمہاری عنایت سے محروم رہے۔

تم کو سعدی نے بہتیرا سمجھا یا کہ۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند

کہ در آفرینش ز یک جو ہر اند

مگر تم نہ سمجھے۔ تم سمجھے تو یہ سمجھے کہ ہمارا باؤ آدم جیسا ہے اور دوسرے بندگان
خدا کا باؤ آدم جیسا ہے۔

برین عقل و دانش بہ باید گریست۔

تمہیں علی العموم بندگانِ خدا سے ایک تہل بھر محبت نہیں۔

تمہارے ذہن میں یہ بات اب تک نہیں آئی۔ کہ بندگانِ خدا کے حق بھی
تم پر ہیں۔

غیر قوموں اور غیر مذہب والوں کے ساتھ اگر تم کوئی تعلق رکھتے ہو تو وہ تعلق
عداوت کا ہے۔ گویا اُستاد غالب نے جو تمہاری بے مہری دیکھ کر شعر کہا تھا

قطع لیجئے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو خداوت ہی سے

اُس پر تم نے عمل کیا۔ اگر تم سے غیر قومیں اور غیر مذہب والے بھی اسی طرح
پیش آویں تو بندگانِ خدا کے خون کی نہریاں بہ جاویں اور ساری دنیا اُن
غوطے کھاتی پھرے۔ تم بھول گئے اس سچے قول کو کہ

”جو تم چاہتے ہو کہ اور تمہارے ساتھ کریں۔

تم انہیں تم کو چاہیے کہ تم اور وہ اس کے ساتھ کرو“

مگر یہ کیا۔

”تمہارا مال سو ہمارا مال ہمارا مال ہیں ہیں“

اصل یہ ہے کہ تمہارے خیالات بہت محدود ہیں۔ تم کنوین کے بندک ہو
تمہارے ذہن میں تمدن کی وسعت کا خیال آنا من جملہ مشکلات ہے لیکن
سب سے زیادہ رونما تو اس بات کا ہے کہ اگر تمہارے ذہن میں اتنی وسعت
نہیں کہ اگر ساری دنیا سے بعد کے سبب تم محبت اور سلوک نہ کر سکو حال
آنکہ کہ ماہِ الفتین بعد کوئی شے اعتباری نہیں) تو اپنی قوم سے تو سلوک
اور محبت رکھو مگر تم سے وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ تمہیں بناؤ؟ کس دن تم نے
اپنی قوم کا خیال کیا۔ کس دن تم اُس کی حالت زار پر روئے۔ کس دن تم
نے اُس کی حالت زار کی دُستی پر غور کیا۔ کس دن تم قلعہ خواہان قوم کے

پُرساں حال ہوے۔ کس دن تم قوم کی بیہودی اور فلاح کی تدبیر و
 مین شامل ہوے۔ کس دن تم نے اپنے قومی مدرسۃ العلوم کے لیے چندہ
 دیا یا اور وں سے چندہ مانگا۔ اس طرحی ہال کی تعمیر کے لیے پچاس ہزار روپے
 کی ضرورت ہے قوم کے سو فیاض اشخاص سے پانچ پانچ سو چندہ مطلوب
 ہے اس کام کے واسطے تمہیں پانچ سو روپیہ چندہ دینا مشکل نہیں پر تمہارے
 خیالات میں یہ وسعت کہاں سے آوے۔ تم خود چندہ دیتے ہوئے بچکپاتے
 ہو اور وں کے آگے چندے کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہو، شرماتے ہو
 جب تمہیں چاروں طرف سے لعن طعن ہوئی تو تم نے قومی تعلیم کی ضرورت
 کو تسلیم کیا پھر بھی نفسانیت سے مدرسۃ العلوم کی امداد کے واسطے آمادہ
 نہ ہوے تم نے ضد سے ایک اور محفل کالج لکھنؤ میں سلجھو قائم کرنا چاہا
 اس کے واسطے چندہ مانگا تم نے سمجھے کہ علیحدہ علیحدہ زور لگانے سے قوت بڑھاتی
 ہے متفق ہو کر زور لگانے سے قوت مجتمع ہو جاتی ہے اور اس کے ریلے کے
 آگے کوئی مزاحمت نہیں ٹھہر سکتی۔

تم کو پتا ہے تھا کہ اس اصول مسلمہ پر لحاظ کر کے اول مدرسۃ العلوم کو نکلیں کو
 پونچا دیتے پھر لوڑھے سید کی صلاح سے دوسرے محفل کالج کی بنیاد ڈالتے۔
 تم یہ بھی نہ سوچے کہ لکھنؤ اور علی گڑھ میں کچھ فاصلہ نہیں ہے۔ صوبہ اودھ
 کے مسلمان نوجوان علی گڑھ کے مدرسۃ العلوم میں برائے سانی تعلیم کے واسطے

آسکتے ہیں۔

تم نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ محض دوچار مخیروں کے بھاری چندہ دینے سے ایسا بھاری قومی کام پورا نہیں ہو سکتا تاکہ روپیہ جمع ہو جاوے اگر اس روپیہ کو اپنے محل پر دیانت داری سے خرچ کرنا بہت کچھ عقل اور تدبیر کا مخرج ہے۔ پھر ساتھ ہی اس کے اس کام کے واسطے شوق صادق قومی ہم دردی کا جوش ہمیشہ زور دن پر رہنے والا تیز درکار ہے اور جس شخص کو فنا فی القوم کا درجہ حاصل نہ ہوا ہو اور دیگر ذاتی و صفاتی لیاقتوں سے منصف نہ ہو وہ ایسے بھاری کام کا متکفل نہیں ہو سکتا گو مدعی ہو تو ہو تم سب ایمان سے اپنے اپنے دل ٹٹولو اور دیکھو قوم میں سید احمد خان صاحب کا سا جوش ہم دردی قومی ان کی سی لیاقتیں اور قابلیتیں موجود ہیں۔ کیا تم بھی دنیا اور مافیہا کو سید کی طرح قوم پر فدا کر چکے ہو۔ کیا سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے حضور و سفر میں خلوت و انجمن میں تمہیں بھی قوم ہی کا خیال رہتا ہے کیا تم بھی سید کی طرح دن رات قومی ترقی کی ادھیر بن میں رہتے ہو اور کبھی نہیں تھکتے۔ کیا تم بھی اپنا گھربار۔ دین و ایمان۔ مال و زر۔ دولت و ثروت سید کی طرح قوم پر قربان کر چکے ہو؟

دل و جان دین و ایمان ہے جو ایسا ہے قسم لے کر
کرین ہم غدر دینے ہیں تو ہم سے تم قسم لے لو

تم نے دیکھا ہو گا کہ مخالفوں نے کوئی الزام دنیا میں ایسا نہ تھا جو سید سے اٹھا کر کھا ہو۔ مگر بڑے سے بڑے مخالف نے بھی سید کو یہ الزام کبھی نہیں لگایا کہ وہ چندہ کے لاکھوں روپیہ میں سے ایک کانی کوٹری کھا گیا ہے تم ایمان سے سوچو تم میں بھی کوئی ایسا امین موجود ہے اور اگر ایسا امین ہے بھی تو وہ یہ ساری مصیبتیں جھیل سکے گا جو ایک قومی دارالعلوم کے بنانے میں پیش آئیں گی تم شرطیٹ کے جھانسنے میں آگئے اور ایک ایسا دارالعلوم لکھنؤ میں بنانے لگے جو زمانہ حال کی ضرورتوں کے پورا کرنے کے واسطے کافی نہیں ہے تم بھر غور کرو اور سوچو اور اگر تمہارا دل گواہی دے تو اب بھی وقت ہے ہماری صلاح مانو تو جس قدر روپیہ جمع ہو چکا ہے وہ درستہ العلوم علی گڑھ کو دے دو اور وہاں اپنے بچوں کی تسلیم کا بندوبست کرو۔

ہم اچھے سن غلی خان صاحب بہادر کو دارالعلوم لکھنؤ کے واسطے پچاس ہزار کا چندہ دیتے ہوئے سن کر بہت خوش ہوئے۔ خدا ان کی ہمت میں برکت دے مگر ہمیں اُس چندے کے محل کے متعلق اطمینان نہیں ہوا۔ ہم راجہ صاحب سے بھی عرض کرتے ہیں کہ وہ ہماری ان بے غرضانہ تحریک کو دیکھیں اور چون کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اگر خواتین نہ ہوتا تو جو کچھ ہم نے مختصر دربارہ غرض لکھنؤ کے بارے میں بیان لکھا ہے اُسے اور زیادہ شرح اور ربط کے ساتھ اب اُس کی طرف سے عثمان آج پیر کریم مولوی صاحب اتم سے

پوچھتے ہیں کہ تم نے مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی نسبت کیا کیا جہان تک ہم کو علم ہے تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ ہاں کیا تو یہ کیا کہ اُس کو بنیاد سے گرا دینے کا فتویٰ مکہ معظمہ سے لکھوا لائے اور اُس کے بانی کو دجال بتایا اور یہ نیک نیکی نہیں محض نفسانیت اور ضدیت سے تم نے کیا اس کا عوض وہ تم کو ملے گا جو ہنرمند حقیقی کسی دشمن کو بھی نہ دے۔

تم نے یہیں قناعت نہیں کی تم نے بجائے قوم سے محبت رکھنے کے اُس سے عداوت رکھی۔ تم آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسے ہی غراتے ہو جیسے کتے ایک دوسرے کو دیکھ کر غراتے ہیں تم نے ساری قوم میں نفاق کا بیج بو دیا ہے تمہاری قوم کا ایک آدمی دوسرے آدمی کے خون کا پیاسا ہے اگر تمہاری محبت قومی یہ ہے تو خدا جانے بغض کیا ہو گا۔ جاے شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ تم ایک خدا کے اور ایک نبی کی امت ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ کرو یہیں افسوس ہے کہ تمہاری حب العباد اور حب القوم کا کچھ وزن نہیں۔ جہاں تمہاری حب العباد اور حب القوم کا یہ حال ہو وہاں سوائے صفر کے ہم اور کیا لکھیں۔

راوی۔ مولوی صاحب فرمانے لگے حب العباد اور حب القوم کے سلسلہ کو میں نے بہت غلط سمجھا ہوا تھا۔ آج جو مجھے اپنی غلطی پر آگاہی ہوئی تو میں سخت گھبرایا مگر اُس وقت کی گھبراہٹ افعال یا ضمیمہ کو کیا فائدہ دیتی ہے۔

آگے کے دن پاچھگئے ہر سون کیونہ ہیت
اب بچتا ہے کا ہوت ہے جب چڑیاں چن گئیں کہیت

اور تو مجھ سے کچھ نہ بنامین نہ کمال شرم ساری سے کہ اکہ میں اپنی خطا
اور غلطی کا سفر ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر آئندہ کبھی ایسی ناغلی نہ کروں گا۔ اس
پر گواہ پھر کھڑے ہوے اور دفتر شروع

بیانِ محبِ اللہ

سینے مولوی صاحب با محب کو سب سے زیادہ اپنے محبوب کے انتشار
دریافت کرنے کا خیال رہتا ہے۔ وہ ہر لمحہ ہر وقت اُس کے چہرے کی طرف
دیکھتا رہتا ہے۔ ابھی آنکھ سے پورا اشارہ نہیں ہونے پاتا کہ حکم بجالانے کو تیار
ہو جاتا ہے محب اپنے محبوب سے حالاً دقاً لایہ کہتا رہتا ہے۔

دل و جان دین و ایمان ہے جو لینا ہے غم لے لو
کرین ہم غم دینے میں تو ہم سے تم قسم لے لو

اب تم مولوی صاحب اپنے ایمان سے بناؤ تم نے اس کا نشاء دریافت
کرنے کی کوشش کی ہے۔ تم نے کبھی غور کیا ہے یا تمہارے دل میں کبھی
یہ خیال آیا ہے کہ اُس کے نشاء دریافت کرنے کے کون سے ذریعے ہیں پھر
ایک ذریعہ کو دوسرے پر منطبق کر کر تم نے کبھی دیکھا ہے کہ دونوں سے اس

کے فٹنار کا اظہار کیوں کر یک سان ہوتا ہے۔
سنو مولوی صاحب ابڑے بڑے ذریعے اُس کے فٹنار دریافت کرنے
کے یہ ہیں۔

(۱) صحیفہ فطرت۔

(۲) مصحف۔

تم نے کبھی ان دونوں کو ملایا ہے۔ تم نے کبھی خدا کے کام اور خدا کے کلام
میں اُس کے فٹنار کی تحقیقات کی ہے کہ تم کو کبھی ایسا خیال ہی نہیں آیا
ہمارا ارادہ تھا کہ ہم صحیفہ فطرت کے ہر نقطہ۔ ہر لفظ۔ ہر سطر۔ اور ہر صفحہ سے تم پر
ثابت کرتے کہ اس کا فٹنار کیا ہے اور پھر دکھلائے کہ مصحف کے بھی ہر نقطہ ہر
لفظ۔ ہر سطر۔ اور ہر صفحہ سے اس فٹنار کی مطابقت ہوتی ہے مگر وہی شل ہے کہ

شب کوتاہ و قصہ بسیار است

اس لئے اس کو ہم کسی اور موقع پر منحصر کہتے ہیں۔ مگر مختصر طور پر بیان اس قدر
کہہ دیتے ہیں کہ ساری دنیا کو تم جانے دو مثال کے طور پر تم نوع انسان ہی پر غور
کرو اور سوچو کہ مرد اور عورت کیوں بنائے گئے۔ سنو ان کے مرد و عورت بننے
سے یہ غرض تھی کہ دونوں باہم مل کر بہن ان کی بنادش ہی اس طالب کی
مقتضی ہے۔

تو تم کو ایک دن کا ذکر سنا دین۔ کچھ مدت ہوئی شیعہ جھون گیا۔ وہاں ایک

دیوی تھی۔ اُس کی پارسائی اور کشف و کرامات کا بڑا چرچا تھا۔ شیفع بھی
اُس سے جاملے۔ ادھر ادھر کا تذکرہ ہوتے ہوتے دیوی نے کہا کہ درزن
و مرد و محض عبادت کے واسطے بنے ہیں دنیا میں پھنسنے کے واسطے نہیں بنے
شیفع نے کہا ”دنیا میں پھنسنے سے کیا مراد ہے“ دیوی نے جواب دیا۔
”دنیا میں پھنسنے سے مراد شادی بیاہ ہے“ شیفع نے پوچھا کہ ”پھر انسان
مرد و عورت کیوں بنائے گئے“ دیوی نے کہا کہ ”اگر مرد و عورت بیاہ
شادی کے واسطے بنائے گئے ہوں تو وہ جانیں مگر میں تو اس کام کے
واسطے نہیں بنائی گئی“ میں تو مجرور رہنے کے واسطے بنائی گئی ہوں“ شیفع
نے کہا ”اگر گستاخی معاف ہو تو بتائیے کہ اگر آپ خدا کے اس عام مقصود سے
ستثنیٰ ہیں تو یہ گول گول انا آپ کو کیوں ملے ہیں۔ میرے خیال میں
تو یہ اس واسطے ملے ہیں کہ آپ کے کوئی بچہ ہو۔ اور وہ اُن کا جس چوس
جوس کر پرورش پائے۔ بچہ کے پیدا ہونے سے سالہا سال پیشتر پروردگار
عالم نے اُس کی پرورش کا سامان تم میں مہیا کر دیا تھا۔ اب چاہو تم اُس
کے فشا کو مانو یا نہ مانو یہ تمہیں اختیار ہے“ یہ سن کر دیوی لا جواب ہو گئی۔
یہاں سے تم سوچو کہ جو گونا گونا اور بحر و خلاق مطلقہ کے نام سے یاد کیے جاتے
ہیں اور آتی۔ شیفع نے کہا کہ ”اگر یہ سب نام ایک ہی چیز کی ہیں تو پھر یہاں تک
مناقصہ نہ ہو۔“

لَا دُھْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ

اسی طرح مولوی صاحب ائم سوچو کہ تمھارے اور اعضا کی بناوٹ سے کیا مقصود خلاق علی الاطلاق کا ہے۔ مثال کے طور پر اپنے دانت ہی لو۔ یہ دانت کئی طرح کے ہیں۔ ایک قسم کے دانت، واسطے کاٹنے کے۔ دوسری قسم کے دانت واسطے پیسنے کے اور تیسری قسم کے واسطے ہڈی توڑنے کے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے دانت ایسے ہیں جیسے کتے کے ہوتے ہیں انھیں ”کناہین ٹیٹھ“ (سنہ گلی) کہتے ہیں۔ اُن کی سپیدائش سے خالق کا یہ مقصود پایا جاتا ہے کہ انسان اناج بھی کھائے اور گوشت بھی کھائے۔ پس کیا کہنا چاہیے اُس مذہب کو جو یہ سکھائے کہ گوشت کھانا ہتیا میں داخل ہے اور منع حقیقی کی مرضی کے خلاف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کون سا گوشت کھانا چاہیے اور کون سا نہیں کھانا چاہیے۔ علی العموم وہی گوشت ممنوع ہوے ہیں جو انسان کی صحت کے لیے مضر ثابت ہوے ہیں۔

اگرچہ ان باتوں پر غور کرنے سے یہ مفہوم غلط و غلط کا ظاہر ہو جاتا ہے پھر بھی اُس مقصود کی تفصیل دریافت کرنے میں زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً زین و مرد کی بناوٹ سے اگر یہ مقصود پایا جاتا ہے کہ باہم مل جل کر رہیں مگر یہ نہیں پایا جاتا کہ وہ ہر قسم کی طبعی تفریق کے پیراں جو مل کر ہیں یا کسی تفریق کے ساتھ رہیں۔ اسی طرح اگر وہ ایسی تفریق کرنے کی قوت

ماہل نہیں ہے مگر اور ذریعے اور قوتیں جو خدا نے بجائے خود انسان کو بخشی ہیں اُن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ میل جول کس طرح صُباح ہوتا ہے اس کی تشریح اور توضیح کے واسطے بہت وقت درکار ہے اگر شرح و بسط کے ساتھ یہاں بحث کی جائے تو وہ بحث بجائے خود ایک کتاب ہو جائے لیکن برنجواے

الاید مرثک کلہ لایترک کلہ

ہم سوٹی سوٹی چند باتیں اس کے متعلق تم کو سمجھاتے ہیں۔ سُنو مولوی صاحب! یہ تو بہی طور پر ظاہر ہے کہ انسان مدنی بالطبع پیدا ہوا ہے اور سوسائٹی میں قائم ہو سکتی۔ یا نہیں قائم رہ سکتی۔ یا نہیں اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتی جب تک اُن قواعد کا لحاظ نہ کیا جائے جو سوسائٹی سے مربوط ہیں یا جن سے سوسائٹی مربوط ہے۔ یا جب تک اُن تعلقات باہمی کی رعایت نہ رکھی جائے جو افراد انسانی کے درمیان بالطبع موجود ہیں۔

سُنو۔ اگر بہائم کی طرح زن و مرد بلا تمیز ایک دوسرے سے میل جول رکھیں تو اس صورت میں اولاد و شتبیہ النسب ہو جاوے اور اس صورت میں جو تعلق باپ کو بیٹے کے ساتھ ہوتا ہے وہ مٹ جاوے اور نتیجہ یہ ہو کہ بچہ کی پرورش کا کوئی تکفل نہ ہو۔ پھر جب بوڑھے ہوں تو کوئی بچہ اُن کی مدد نہ کرے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جن جانوروں میں غیرت کا مادہ ہے وہ اپنے مادہ پر کسی دوسرے کی دست درازی گوارا نہیں کر سکتے۔ اور یہ غیرت کا مادہ انسان میں حیوان سے زیادہ ہے وہ اس واسطے بہ درجہ اولیٰ ایسی باتوں کو ناگوار سمجھتا ہے اور یہ غیرت اس بات کی مقتضی ہے کہ جس طرح انسان امان سوسائٹی کی خاطر کوئی کسی کی جان و مال پر دست اندازی نہ کرے اسی طرح اُس کے حق زوجیت پر بھی دست تظاول دراز نہ کرے ورنہ وہ غیرت خون کی ندیاں بہائے گی اور بندگان خدا کی جانیں اُن میں غوطے کھائیں گی۔ اگر اس غیرت کو کوئی سماحت سے بدل دیوے اور دیوث ہو جائے تو پھر وہی اختلاف یا فتور نسب کی قباحت پیش آئے گی۔

مولوی صاحب باقم نے یہاں سے دیکھا کہ قانون سوسائٹی کس بات کی مقتضی ہے پھر تم نے یہ بھی دیکھا کہ یہ قانون اُس کے قانون مندرجہ مصحف سے مطابق ہے یا نہیں اور اگر مطابق ہے تو مصحف کیسا سچا ہے۔

یہ ایک نازک بحث اس مقام پر آگئی تھی اس پر تم غور کرنا اور سوچنا کہ خدا نے مطلق کے منشاء کے دریافت کرنے کے مختلف ذریعے آپس میں کیسے متفق ہیں یہ تطابق آخر جی شریعت کا بڑا بھاری معیار ہے جو شریعت اس سے مطابقت نہ کھائے، پھر وہ اُس کی نہیں جس کی یہ نوامیس جلیبی جلیبی ہیں پھر تم نے بھی سن رکھا کہ خدا نے تو اسے اندرونی اور بیرونی بھی پیدا

کیے ہیں۔ پھر یہ بھی سوچو کہ بعض اُن مین کے سرکش اور بعض مطیع ہیں بعض دونوں مین تعدیل کرنے والے ہیں۔

پھر یہ بھی سمجھو کہ خلاق مطلق کی بنائی ہوئی کوئی شے بے کار نہیں۔ نہ اُس کا یہ منشا ہے کہ اُن مین سے کوئی قوت ہلاک یا زائل ہو جائے اگر یہ منشا ہوتا تو وہ اُنھیں پیدا ہی کیوں کرتا۔ البتہ اُس کا یہ منشا اور مقصود ضرور ہے کہ قوائے ہیمی کو مستحضر و رکھوڑے کی طرح پیدا ہوئی ہیں۔ مگر مطلق العنان نہ چھوڑی جاوین۔

پھر جو قوائے ملکوئی ہیں مادہ بھی اپنا منصبی کام انجام دیتی رہیں۔ اُس کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ ایک قسم کی قوتیں تو پُر مردہ ہو جاوین اور دوسری قسم کی شگفتہ رہیں۔ اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہر قسم کی قوئیں اپنا اپنا کام دیتی رہیں۔

مثال کے طور پر سمجھو کہ انسان کے چار حصہ ہیں

پہلا حصہ جسمانی۔

دوسرا عقل۔

تیسرا اخلاقی۔

چوتھا روحانی۔

اول جسمانی۔

چارے جسمانی حصہ کا یہ مقصد ہے کہ جسم توانا ہو اور نہ ہلکا۔ نہ بھاری۔ نہ ہلکی۔

جست ہون تجھ اور ہم چالاک ہون ہمارا ہاضمہ درست ہو یہ دعا جو کسی
نے مانگی تھی۔

انہی زمین معذہ سن مرجان
وگر ہر چہ رنجیدہ رنجیدہ ہا شد

وہ گویا تمہارے حق میں مستجاب ہو گئی ہو۔ تمہارا چہرہ بشارت نظر آتا ہو صحت
کا زور ہر رگ و پے میں دوڑا ہوا ہو غرض انسان جو ظاہری آنکھ سے
دکھائی دیتا ہے وہ بہرہ و جوہر مکمل اور مضبوط ہوتا کہ انگریزی میں جو کسی استاد
نے کہا ہے کہ۔

“Healthy soul reside in a
healthy body”

ترجمہ۔ تن درست روح تن درست جسم میں رہتی ہے تم اس
کے مصداق ہو۔

انسان کے عقلی حصہ کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے جملہ قواسم ذہنی درست ہوں
ہمارے حواس درست ہوں۔ ہمارا حافظہ متدین ہو ہمارا تصور ٹھیک ہو ہمارا
تفعل۔ ہمارا استنتاج۔ ہمارا قیاس۔ ہماری رائے معصون عن الخلل ہو ہر قوت
سنبھلی ہوئی ہو ہر وقت ہمیشہ کام سر انجام کرنے کے لائق ہو۔

ہمارے اخلاقی حصہ کا مقصد یہ ہے کہ ہماری خواہشیں ہمارے جذبات

ہمارے فیلنگز (Feelings) ہمارے افیکشنز (Affections) سب ٹھیک ٹھاک ہوں۔

ہمارا روحانی حصہ یہ چاہتا ہے کہ ہمارا ایمان مضبوط ہو ہمارا اعتقاد درست ہو ہمارا ذوق و شوق تیز ہو ہمارا ذکر ہمارا فکر زور و زور پر ہو۔ ہماری نماز ہمارا نیا و خلصانہ ہو۔

کائنات وہ ہے جس کی چارون مٹھی ہوں۔ ناقص وہ ہے جو ایک مین کمال ہو اور باقیوں میں ناقص ہو۔

پھر مبارک وہ ہے جس کے چارون مٹھے ہوں نامبارک وہ ہے جس کا کوئی بھی مٹھانا ہو۔

اب مولوی صاحب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو تم کمال ہو یا ناقص ہو تمہارے چارون مٹھے ہیں یا چارون کھٹے ہیں۔

تم نے ہر ایک حصہ کی تکمیل کے واسطے کبھی کوشش نہیں کی جسم کے اعتبار سے تم مردوں کی گون ہو مرن تمہارا پھولا ہوا ہے۔ تو زندگلی ہوئی ہے نفوس دوڑا ہوا ہے۔ موٹا پابلاے جان ہوا ہوا ہے۔

فرہی چیزے دگر اس چیزے دیگر است
موٹاپے کے سبب سے بڑا تنہا بھی تم اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتے۔ دوا دمی
انگو چھاپے کر کھڑے ہوتے ہیں ایک ایک میرا کپڑا ہے دوسرا دوسرا

اور تیسرا بانی تئیر تا ہے پھر وہ دونوں انگوچھے سے کھسا لگاتے ہیں جب تک
تم آب دست لیتے ہو۔

پیادہ پاتھن چل سکتے دو قدم چلو تو ہانپنے لگو۔ گھوڑے کی سواری سے
بھی عاری ہو۔ وزن اتنا بے ٹھکانے ہو گیا ہے کہ کوئی گھوڑا اٹھا ہی نہیں
سکتا۔ بالکی پر سوار ہو تو آٹھ گران ڈلی جوان کناروں کا کندھا چین بول
جائے۔ کھانے کا تمھارے ٹھکانا ہی نہیں انا پشناپ منوں کھائے چلے
جاتے ہو۔ استلا ہر وقت موجود ہے۔ کھٹی ڈکارین آ رہی ہیں۔ بادی زور ورن
پر ہے۔ حکیم محمود خان صاحب کے علاج کی تمھارے چٹورین کے آگے ایک
نہیں چلتی۔ وہ بھی حیران ہو گئے۔ تم کو ہر وقت داڑھ گرم رکھنے سے کام ہے۔
”مٹھ چلے اور ستر بلاٹے“

پر تمھارا عمل ہے۔ بکری کی طرح ہر وقت تمھارا منہ چلتا رہی رہتا ہے اور ان
بے اعتدالیوں سے جو تمھارے جسم کی گت ہو گئی ہے وہ فرما یے خدا کے
نشار کے موافق ہے یا مخالف ہے تم نے جو سلوک اپنے جہانی حصہ کے ساتھ
کیا ہے وہ اُس پروردگار عالم کی مرضی کے موافق کیا ہے یا مخالف۔ اُس کا یہ
مقصود تھا کہ تم ایسے اپاہج بن جاؤ جیسے کہ تم آج کل بن گئے ہو اب تمھارے لیے
بیٹنگ پراس کا مفید ٹرنا بھی ایک شتہ امر ہے۔

لے اس نام کی انگریزی میں ایک کتاب ہے اُس میں موشے آدمیوں کے دُباؤ

پھر تمہارا عقلی حصہ اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ تمہارے حواس باختہ ہیں
تمہارا حافظہ کجترے کا سا گلہ یا کباڑی کی سی دکان ہے۔ کوئی شے اُس میں
ترتیب سے رکھی ہوئی نہیں ہے تمہارا تصور تمہاری تصدیق تمہارا تخیل۔
تمہارا عقل تمہارا قیاس سب کے سب نہ صحیح ہیں نہ درست ہیں تمہاری عقل
میں یہ بات کبھی آئی ہی نہیں کہ ہم کو عقل کیوں ملی ہے۔

وَمَنْ يُوْتِي الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا
پر تم نے کبھی فکر و ڈرائی ہی نہیں۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

پر بھی تم نے کبھی غور نہیں کیا تم یہ بھی نہ سوچے کہ انسان کیوں اور کس سبب
سے اثرات المخلوقات بنایا گیا ہے یہ بھی کبھی خیال نہ کیا کہ آدم خلیفۃ اللہ
کے سبب سے مقرر ہوا ہے یا کسی اور سبب سے چنا گیا ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر اور المیزان اور اسی سبب سے جن تفسیریں ہوئی ہیں
ہوئے بیشک یہ ہیں کہ جن اس کتاب کے مصنف کا نام ڈاکٹر بیگ ہے اسی واسطے
کتاب اسی کے نام سے منسوب ہوئی۔

لہ جس کو حکمت و عقل ملی اس کو ڈری فہمت ملی۔

لہ آدم کو سب نام سکھا دیے۔ ہر نفع کا نام معین کرنے میں زیرِ تنگ پر اس عقل
کام میں لانا پڑتا ہے دیکھو منطق احمدی دہان مفصل اس کی بحث ہے۔

لَهُ الْإِنْسَانُ خَلِيفَةً الرَّحْمٰنِ
لَهُ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيفَةً

میں جو اس طرف اشارہ ہے اُس پر تم نے کبھی دھیان ہی نہیں کیا تم یہ بھی کبھی نہ سوچے کہ عقل ہی وہ امانت تھی جس کے اٹھانے کی جرأت سوائے حضرت انسان کے کسی دوسرے کو نہ ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے

اِنَّا عَرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

ترجمہ ہر آئینہ مابیش آور دیم امانت را بر آسمان ہا و زمین
و بر کوہ ہا۔ پس قبول نہ کردند کہ بردارند آن را و ترسیدند

از ان۔ و برداشت آن را آدمی ہر آئینہ دہست گانہ اداوان

حافظ نے بھی اس شعر میں اسی امانت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آسمان بارِ امانت نہ توانست کشید

قرنہ فال بہ نام من دیوانہ زدند

پھر جہان یہ لکھا ہے کہ

لہ انسان رحمن کا خلیفہ ہے۔

لہ ہم آدم کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے والے ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا ورنہ ظالمین میں سے ہو گے۔
وہاں محقق معارف آگاہ نے اُس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ شجر مخلوط ہے
مراد شجرۃ العلم والعقل ہے جب تک آدم کو عقل نہیں ملی تھی وہ غیر مکلف
حیوانوں کی طرح بے فکر نہ تھا اور نہ بگڑتا تھا۔

فالمہدیٰ فی خبریہ وادبہ وادبہ وادبہ

جہاں سے خبر وادبہ وادبہ وادبہ

جب تک بے عقل رہا۔ تھے مضموم کہلاتے تھے ہم
عقل کی جہ سے جہی کو بہت تیسیرانی ہوئی
رہے تھے جب تک کہ تھے سب کرتے تھے پیارے

ہوش کی باتیں کر رہے تھے کیا ہم سے ناواقف ہوئی
مگر شجرۃ العلم والعقل کا پھل کھاتے ہی غفلت کا پردہ اٹھ گیا۔ اپنا عیب و
صواب نظر آنے لگا۔ برنگی سے شرم آئی ستر پوشی کا خیال ہوا۔ اور تو وہاں
وقت کچھ بن نہ آیا۔ انجیر کے پتوں سے ستر عورت جھانک لیا۔ یہ پہلا فعل عقل
کا تھا جو طوہر میں آیا اور اُس سے آدم مکلف بن گیا۔ اور یہ سب کچھ عطا ہے
عقل کے سبب سے ہوا۔ مگر مولوی صاحب اہم نے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ ہم
اس عقل خدا داد سے کام لیا کر رہے یا یوں ہی اسے بے کار پڑا رہے۔

تم نہ یہ سوچے کہ بے کار پڑے رہنے سے عقل میں بھی اسی طرح زنگ لگ جاتا ہے جس طرح غیر مستقل کنبی میں زنگ لگ جاتا ہے تم یہ بھی نہ سوچے کہ خدا نے جو انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اُس میں کیا بھید ہے۔

خُلِقَ الْإِنْسَانُ عَلَى صُورَةٍ

یہ مثال عظیم عقل کے سبب سے یہ یا کسی اور سبب سے

تمہارے اخلاقی حصہ کا بھی عجیب حال ہے۔ تم کبھی نہ سوچے کہ حسن و غیر حسن کے کیا اصول ہیں تم کو اپنے انباے جنس کے ساتھ کیوں کر پیش آنے چاہیے سوسائٹی تم سے اس امر کی چشمداشت رکھتی ہے اور تم اُس کی اسیدین پوری کرتے ہو یا نہیں تمہارے اخلاق نیک ہیں یا بد ہیں۔ تم نہیں سوچتے کہ اُس سے سوسائٹی پر کیا اثر پڑے گا۔

اس کی زیادہ وضاحت کی جان چاہے نہیں تمہ اُس کا پیش تر بیان کرنا چاہتے ہو تمہارے روحانی حصہ کی پُروردگی اور بھی قابل افسوس ہے ظاہر ہے تم اُس کی طرف زیادہ راغب ہو۔ گویا خدا میں اور تم میں آدھے انگل کا فرق رہ گیا۔ ہے اور اُس سے وصل ہوا ہی چاہتے ہو۔

قُلْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

کا بھید گویا تم سمجھ ہی گئے ہو۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے اور اُس کے درمیان کتنا فرق اور بعد ہے نہ تم یہ جانتے ہو کہ تمہارے اور اُس کے درمیان

کیا تعلقات ہیں نہ تمھیں یہ خبر ہے کہ یہ تعلقات کن باتوں کے مقتضی ہیں جو کچھ تم لوگوں سے سُن کر سمجھے ہو ہو وہ صرف یہ ہے کہ ان جملہ تعلقات کا مقتضی نماز ہے حالانکہ ان تعلقات کے اور بھی مقتضیات ہیں۔ اذان جملہ ایک نماز بھی ہے مگر مولوی صاحب تمھاری نماز اُس لکڑی کی صورت کے مانند جو ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو جائے۔ پھر گھٹنوں پر ہاتھ ٹیک کے جھک جائے۔ پھر زمین پر گر کر سجدہ کرے مگر اس امر کے سمجھنے کی قابلیت نہ رکھتی ہو کہ کیا کر رہی ہے تمھارے تعلقات خدا کے ساتھ اس سے بہتر نماز چاہتے ہیں۔ تم کو نماز کی ایسی عادت پڑ گئی ہے جیسے بعضوں کو پان اور حقہ کی عادت پڑ جاتی ہے جب تک وہ حاصل نہ ہو آرام نہیں آتا گو یہ عادت ایک نیک فعل کی ہے مگر اس کو بالکل بے معنی نہیں ہونا چاہیے اصل یہ ہے کہ تم حقیقت نماز سے غافل ہو تم ظاہر میں اپنے تئیں خاشع خاضع بنا کر اُس دلوں کے بھید جاننے والے کے رو بہ رکمال ادب سے کھڑا ہوا دکھانا چاہتے ہو۔ لیکن باطن میں نماز کے وقت تمھارا بعد اُس سے اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ تمھاری نماز کے ظاہری اور باطنی ارکان برابر ادا ہونے چاہئیں مولانا نظام الدین فخر الماویا زری زکریا فرماتے ہیں۔

ہر کس کہ در نماز نہ میند بجا ل دست

فتویٰ ہی دہم کہ نماز ش قضا کند

مولوی صاحب! اگر تمھیں ان باتوں کی تفصیل سوچھاؤ تو برسوں لگ

جاوین قصہ مختصر یہ کہ جس باغ کے چار درجے ہوں اگر اُس کا ہر درجہ شاداب
 و شگفتہ ہو تو لطف آوے گا۔ ورنہ جو درجہ اُجاڑ ہو اُس سے وحشت ہوگی۔
 اسی طرح لطف اُس کو ہے جس کے چاروں حصے (جسمانی عقلی اخلاقی
 اور روحانی) مثلاً مار باغ کے چاروں حصوں کی طرح شگفتہ و شاداب ہوں۔
 یہاں ہمیں ایک اور بات کہنی باقی رہ گئی وہ بھی سُن لو وہ یہ ہے کہ اگرچہ
 خدا کا منشاء اور مقصود خود اُس کی کائنات سے نمایاں ہوتا ہے تاہم بعض انسان
 ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی سمجھ میں یہ راز نہیں آسکتا اس واسطے یاد چورے کہ

برگِ درختانِ سب در نظر ہو شیار
 ہر درختے دفترے ست معرفتِ کر دگار

رباعی

ہر برگ سے قدرتِ حق پیدا ہے
 ہر پھول سے منفعتِ صمد پیدا ہے
 سینہ ہے بشر کا وہ محیطِ ذخائر
 ہر ایک نفس سے جڑ و پیر پیدا ہے

تاہم خالقِ برحق نے خبرِ صادق کے ذریعے اپنا منشاء آیاتِ بینات میں بتا دیا ہے

لے مثلاً مار باغ لاہور میں ہے۔ اُس کے چار درجے ہیں۔ ہر درجہ بجائے خود

نہایت خوب صورت ہے۔

پھر کہتے افسوس کی بات ہے۔ اگر انسان نہ تو خود صنائع پر غور کر کے صانع کا
نشادریافت کرے نہ اُس کے ایلچی کی لائی ہوئی آیات بنیات پر غور کر کے اُس
کا مقصود دریافت کرے۔

سنو مولوی صاحب با محبوب کی گلی کا کتا بھی پیارا ہوتا ہے۔

پاے سگ بوسید مجنون خلق گفتہ این چہ بود

گا ہے گا ہے این سگے در کوے لیلی رفتہ بود

ساری خلقت تمہارے محبوب کی مخلوق ہے۔ مگر ہم نے تو تھیں سب کو پیار کرتے
نہیں دیکھا۔ گو سب پرکار کر رہے ہیں کہ ہم تمہارے محبوب کی مصنوعات ہیں
پر تم اُن سے سُرخ پھرے ہوئے ہو۔ تمہاری چٹون اُن سے پھری ہوئی ہے تمہارا
قہر اُن پر بھڑکا ہوا ہے۔ تم اس فکر میں ہو کہ ممکن ہو تو جو ہمارا مذاہب ہمارا سا اعتقاد
نہیں رکھتے اُنہیں توپ کے منہ اُڑا دیں۔ تم اُن سے بھی یہی سلوک کرنا چاہتے
ہو۔ جو کہ تمہارا مذاہب اور تمہارا سا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مگر تمہاری سی رائے
نہیں رکھتے۔ یا تم سے بعض خفیف امور میں مختلف الرائے ہیں۔ واہ تم نے
اپنے محبوب کے مخلوق کی خوب قدر کی۔ تم بڑے سچے محب نکلے۔ تم نے حب اللہ
کا حق خوب ادا کیا۔

اگر تمہاری سردمہری۔ اُسی جگہ ختم ہو جاتی تو چھا ہوتا وہ تو اس سے بھی اگلے
بڑھ ہی ہوئی ہے تمہارے حبیب کے بہت سے دوست بھی ہیں۔ اُن میں سے

ایک تمھارے حبیب کا حبیب بھی ہے پیارے کے پیارے کا جو لحاظ تویر
 اور غرت ہوتی ہے وہ سب جانتے ہیں لیکن مولوی صاحب باتم نے اپنے حبیب
 کے حبیب کا کیا لحاظ کیا۔ تویر کی کیا غرت کی وہ اُمّی اُمّی کہتا ہوا نصرت
 ہوا تمھارے پھوٹے منہ سے بھولے سے ایک دفعہ بھی لفظ قومی نہ نکلا۔ جو بوڑھا
 قومی قومی کہتا ہو تمھارے حبیب کے حبیب اور اپنے نانا کے پاس
 جائے گا تم اُس کے منہ سے یہ لفظ سن کر اُسے نقرین کرتے ہو تو تم نہیں کہے
 طور پر کہتے ہو سید احمد نچریون کا پیمبر ہے۔ علی گڑھ کا اُن کا کعبہ ہے۔ قومی
 ہم دردی اُن کا کلمہ ہے۔ مگر سید نہ نچریون کا پیمبر ہے۔ نہ علی گڑھ اُن کا کعبہ ہے
 نہ قومی ہم دردی اُن کا کلمہ ہے۔

اَنَا بِرَبِّیْ عَمِیْمًا تَقُولُوْنَ

البتہ سید اُن کے پیمبر صلعم کا نواسا ہے اور۔

اَلْوَلَدُ سِرًّا کَیْبٌ

کا مصداق ہے۔ اُس کے نانا نے جیتیت نصب رسالت فرط غم غم خوری
 سے بروقت رحلت اُمّی اُمّی کہا۔ سید جیتیت غم غم قوم کے بہ اتباع
 اپنے نانا کے قومی قومی کہے گا۔ اور مبارک ہے وہ جس کا خانہ بالیمیر
 الرسلین رحمۃ اللعالمین کی تتبع پر ہو۔

الہی بھی بنی قلم کہ بر قول ایمان کہتم خاتمہ

راوی۔ بیان پہنچ کر گواہوں نے کہا کہ۔

”سنو مولوی صاحب! گو بڑی بڑی باتوں اور اصول میں تمہاری جانب سے حب اللہ کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ مگر ہم کو اُس سے انکار نہیں کہ بعض چھوٹی باتوں میں یعنی فرع میں تم سے حب اللہ کا ظہور ہوا ہے۔ جب پاوری گڑن نے تم کو ادھر ادھر کے سبز باغ دکھائے اور کہا کہ اگر عیسائی ہو جاؤ تو مس روز سے تمہاری شادی کر دیں گے تو حالانکہ مس روز سے تم کو دلی عشق تھا پھر بھی تم نے حباً اللہ خداے وحدہ لا شریک لہ کے دین کو نہ چھوڑا۔ اسی طرح جب ایک دفعہ عبداللہ دہرہ نے تمہیں گھیر لیا۔ اور کہا کہ واجب الوجود کے وجود کا اگر انکار کر دو آپ ہمارے مرشد اور ہم آپ کے مرید اور یہ جو دولت دنیا ہے سب آپ کا مال ہے اور جو ہماری بات نہ مانو گے تو خیر ہوگا اور تمہارا علم ہوگا۔ مگر نہ تو تم لالچ میں آئے اور نہ تم اُس کی تحریف سے ڈرے۔ پس اس واسطے تمہاری حب اللہ کا وزن نیم پاؤ ہوا۔“

لے اللہ لا یضیع اجر المحسنین

بیان پہنچ کر گواہوں نے سکوت کیا۔ اور پھر فرمایا۔ یہ اور کبیلہ اگر انہیں بچھڑا دے۔

مولوی صاحب! اب تو تمہاری تشفی ہوئی یا ابھی کچھ باقی ہے۔“

لے اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ہم۔ میں نے شرم کے مارے گردن نیچے چھبکالی۔ یہ چاہتا تھا کہ اگر اُس وقت
زمین شق ہو جاتی تو میں اُس کے اندر گھس جاتا۔

حرام موت نہوتی تو زیر کھا جاتا

مگر ناچار گردن تو کیا کروں۔

”گردنی خویش آمدنی پیش“

راوی۔ مولوی صاحب بیان پہنچ کر نثار و قطار رونے لگے اور کہا کہ۔

”اب میں آپ سب صاحبوں سے بہ کمال عجز و الحاح عرض کرتا ہوں کہ

آپ سب صاحب بھی اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں آپ کی

دینی سرگرمی کے اجزاء صالح ہیں یا غیر صالح۔ آپ کی دینی سرگرمی میں تعصب

کتنا ہے۔ جہل مرکب کتنا ہے۔ ریاکاری کتنی ہے۔ لالچ کتنی ہے۔ حسد کتنا ہے

اپنے علم۔ زہد۔ تقویٰ۔ جب و نسب کا غور کتنا ہے۔ خیر خیرات کتنی ہے۔

حب العباد و حب القوم کتنا ہے۔ جب اللہ کتنا ہے۔ اور ہر ایک کی کیا کیفیت

روزگار و بشارت یہ نادانی

سن نہ کروں شہا حذر یہ کنید

اب میں اپنے کچھلے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اپنے خدا سے وعدہ

کرتا ہوں کہ آئندہ صراطِ مستقیم پر چلوں گا۔ تعصب کو میرا سلام۔ جہل مرکب کی

دم میں نہا۔ ریاکاری کا منہ کالا۔ حسد پر خدا کی لعنت۔ اپنے علم۔ زہد۔ تقویٰ

اور جب و نسب کے غور پر شیطان کی پھٹکار۔ لالچ کے سر پر خاک خیر خیرات
وہی جو قوم کے کام آوے۔ جب العباد جب القوم۔ اور جب اللہ کی راہ میں
جان قربان۔ بوڑھے سید کے اوپر سے روح فدا۔ اس کی لہر کو شمس قومی
پر ہزار بار جان تصدق۔ اُس کے اسٹریکچی ہال کے واسطے چندہ حاضر اس
کے مدرسۃ العلوم کے لیے جان و مال موجود۔

تم بھی اے دوستو جنھوں نے میلہ خواب سنا ہے عجبت پکڑو اور اس دعائیں
میرے ساتھ شریک ہو

دعائے اخیر

اے خَلَّاقِ عالم!

بخش کہ ہمارے دینی سرگرمی کا وزن بے انتہا ہو۔ اُس کے سارے اجزا
صالح ہوں۔ اُن میں جو کھونٹ ملی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے وہ ایسی
صاف اور بے غل غش ہو جاوین جیسا کندن ہوتا ہے۔

بخش کہ ہمارا تعصب۔ ہمارے قسارت قلبی اس طرح دور ہو جاوین جس طرح
گدھے کے سر پر سے سینگ دور ہو گئے ہیں۔

تَخْلُقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ

پر ہمارا عمل ہو۔ اور جس صاحب خلق کی شان میں آیا ہے۔

اِنَّكَ لَعَلَّخُلُقٍ عَظِيْمٍ

اُس کا اتباع نصیب کر
ہم تیرے جملہ بندوں کو تیرا پیچھے کر اُن سے محبت و الفت کرنی ہماری طبیعت
اور صفا اور سہٹ و دھرمی نفع ہو جائے جو پردہ تعصب کا ہماری آنکھوں پر
اور جوہر تعصب کی ہمارے دلوں پر لگی ہوئی ہے وہ اٹھا دے اور چشم حق
ہیں اور دل پر درد عطا کر۔ ہمارے اور کل دنیا کے انسانوں کے درمیان
اخوت قائم کر دے اور آپس میں ہماری قوم (مسلمانوں) کے درمیان بھی
رابطہ و ضبط برادرانہ پیدا کر دے۔ تو قلب القلوب ہے جملہ انسانوں کے دل
تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو ہمارے دلوں کو محبت برادرانہ اور شفقت محبتانہ کی
طرف پھیر۔ ہمارے حسد ہمارے بعض۔ ہمارے کینہ۔ ہماری عداوت کو محبت
اور الفت سے بدل دے۔ اور بخش کہ تیری ساری مخلوق اس چین سے ایک
دوسرے کے ساتھ بسر کریں اور پھر خلق اللہ یہ کہتی پھرے۔

بہشت اُن کا گناہوں سے نہا شد

کہ نہ رہا کسی کا رے نہ پاشد

اے حکم الہی! اُن کو اپنی قیصر نہ کی وفادار عیا بنانا۔ ہم اُس کے ظلِ حجاب
میں اس دنیا سے گزران کر رہے ہیں۔ اپنے فرائض دینی و شعائر اسلامی
کمال اُزادی سے بجا لاتے ہیں۔ وہ خود اگرچہ دین مسیحی کی معتقد اور شریعت کی

قائل ہے مگر جو صرف تجھی اکیلے۔

اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَ
لَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

کی پرستش کرتے ہیں۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

کہتے ہیں وہ اُن سے معترض نہیں ہوتی۔ وہ ہم کو اور یوروپین کو مساوات
کی نظر سے دیکھتی ہے وہ فرقہ ہائے مختلف پر عدل و انصاف سے حکومت
کرتی ہے ہمیں ایسے بادشاہ عادل اور منصف کے خلاف غداری اور قتلہ
پر دازی سے بچا۔ ہم اپنے شاہ وقت کے مصداق۔

أُولَئِكَ أَكْثَرُ مُنْكَرٍ

کا تصور کر کے اُس کی امانت اور حمایت کے واسطے ہر وقت آمادہ رہیں
ہمیں معلوم ہے۔ اے علام الغیوب کہ جب سلطنتِ ٹرکی کا آفتاب لب
بام تھا جب اُس کی حیات کا پیمانہ لبریز ہونے کو تھا جب اُس کی کشتی نیستی
کے دریا میں عن قریب ڈوبنے والی تھی۔ جب خرس روس قریب تھا کہ
اُسے دبوچ بیٹھے۔ تو ہماری قیصر سندھ کی سلطنت ایسے آڑے وقت میں
ٹرکی کے کام آئی تھی۔

ہم جانتے ہیں اے ہمارے محسن حقیقی! کہ تو ہمیشہ اپنے بندوں کی بہتری

چاہتا ہے تیرے ہر فعل سے۔ تیرے ہر قول سے بے انتہا عطاوت اور شفقت ظاہر ہوتی ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تیرے برگزیدہ چند بندے تیری مخلوقات کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرنی چاہتے ہیں اور اُس خواہش اور ارادہ سے صد ہا طرح کی تدبیریں اُن کی ترقی اور بیبود کی سوچتے ہیں تو اُن کے ساتھ ہوتا ہے تو اُن کی مدد کرتا ہے اور جو کوئی تیرے اُن برگزیدہ بندوں کی مدد اُن کی ساعی جمیل میں کرتا ہے تو اُن کا بھی مدد و کار ہوتا ہے مگر اے محسنِ حقیقی ہم نے اپنے تعصب سے۔ اپنی بھالت سے۔ اپنی ہٹ دھرمی سے اپنی ضد سے تیرے ایسے برگزیدہ بندوں کو مدد نہیں دی ہم نے دیدہ و دانستہ اُن کو تکلیف پہنچائی ہے۔ اُن کی کوششوں کو کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے اُن کے دل کو کھائے ہیں اور اپنی قوم سے کوئی نیکی نہیں کی ہم اپنے اس گناہ کا صاف صاف کمالِ پشیمانی کے ساتھ اقرار کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اُس کے توبہ بھی کرتے ہیں اور تیرے ساتھ وعدہ بھی کرتے ہیں کہ آئندہ ہم سے ایسا جرم سر نہ ہو گا۔ یا اے خداوندِ عالم! تو ہمارے گناہ سے درگزر اور خطا مہلت کر۔

اے عالمِ خرد و کل! ہم نے تیرے حبیب کے پیارے نواسہ سید محمد کی دعوتِ حق پر توبہ کی ہے۔ ہم نے تیرے حبیب کے پیارے نواسہ سید محمد کی دعوتِ حق پر توبہ کی ہے۔

مرکب نے تیرے حبیب کی دعوت اسلام سے ابو جہل کو محروم رکھا تھا۔
 ہمیں جہل مرکب نے اپنے نقصوں کے بھی آگاہ نہیں ہونے دیا۔ ہم اُس
 کے بہکانے سے اپنے تئیں کامل سمجھتے رہے۔ حال آن کہ ہمارے مانند کوئی
 ناقص اور ادھورا نہ تھا۔

اے اکمل الکمل! تو ہمیں اس جہل مرکب کے پھندے سے نکال۔ اور ہمارے
 دلون میں کمال حاصل کرنے کی خواہش ڈال۔

ہمارے تعصب اور جہل نے ہمیں ادہام باطلہ اور خیالات پست میں بھی مبتلا
 ہوا ہے وہ کون سا وہم باطل ہے جس کے ہم قائل نہیں۔ وہ کون سا خیال
 بیہودہ ہے جس کے ہم معتقد نہیں مگر اے قادرِ مطلق ہم کمالِ خلوص دل سے دعا
 مانگتے ہیں کہ تو ہم کو ادہام باطلہ اور خیالات پست کے جکڑ بند توڑ ڈالنے کی ہمت
 اور توفیق عطا کر اور بخشش کہ سوائے خیالات صحیحہ اور امور حقہ کے اور کوئی شے
 ہمارے ذہنوں میں جاگزیں نہ ہو۔

ہم نے اپنی بے وقوفی اور نادانی سے تیرے کلام اور تیرے کلام میں اب تک
 مطابقت دریافت نہیں کی ہم تیری موجودات اور تیری ذات کو بہم مختلف سمجھتے رہے گویا کہ
 کام کسی اور کا اور کام کسی اور کا تھا۔ حال آن کہ دونوں تیرے ہی تھے
 اور حال آن کہ دونوں میں ایک شخصہ کہ بعضی فرق نہیں۔

ہم نے اگلوں کی اندھی تقلید سے تیرے ایک کلام کی تفسیریں بھاری

غلطی کی جس طرح اگلوں نے غلط یونانی حکمت اور فلسفہ کے موافق قرآن کی تفسیر کی اور یہودیوں وغیرہ سے لے کر غلط قصہ کہانیان اس میں داخل کیں۔ ہم اُسی کو صحیح سمجھے اور جس نے غلط یونانی حکمت اور فلسفہ اور یہودیوں کے قصہ کہانیوں کا انکار کیا ہم نے معاذ اللہ سنا اُسے قرآن کا سنکر تعجباً حال ان کے غلط یونانی حکمت اور فلسفہ کا انکار یا یہودیوں کے قصہ کہانیوں سے انکار قرآن کا انکار نہیں کہتا ہم نے احادیث کو تیرے پاک کلام پر منطبق کر کے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ اُس کے مخالف ہیں یا موافق ہیں ہم نے روایت میں درایت کو دخل نہیں دیا ہم نے روایت کی تنقید اور تنقیح و افعات اور مضامین مسند و صحیح پر غور کرنے سے کبھی نہیں کی۔

ہم نے تیرے پاک کلام کو جا دو گروں کی طرح گنڈے اور آلودہ کے طور پر استعمال کیا۔ ہم نے دنیاوی اغراض کے واسطے اُسے پڑھا۔ مگر تیری آیات پر غور کرنے اور اُن سے ہدایت پانے کے واسطے اُسے کبھی نہیں پڑھا وہ بے شک متقین کے واسطے ہدایت ہے۔

الْمَذَلَّةُ الْكُتُبُ لَا يَكُنْ فِيهِ هَدًى لِّلْمُتَّقِينَ

لیکن ہم نے اُس کے درد سے اور ہی اغراض و البستر رکھیں۔

مگر اے ہادیِ برحق ہماری اوندھی عقل کی باتوں پر نہ جاتو ہمیں آئندہ کے لیے نوافین دے کہ ہم تیرے پاک کلام میں کسی غلط حکمت اور فلسفہ کو دخل

تہ دین۔ زید و بکر کی نہ مائین اور مائین تو صرف تیری یا تیرے حبیب کی مائین۔
اور جہی اقوال کو لوگوں نے ناحق تیرے حبیب سے منسوب کیا ہے اور اسی
سبب سے وہ تیرے کلام سے مطابقت نہیں کھاتے اُن میں ممیز کرنے کی
قوت ہمیں عطا فرما بحق آسین و طہ۔

اے دونوں کے جانچنے والے اسب سے بھاری بلاریا کاری کی ہم پر ہمیشہ
مسلط رہی ہے۔ اس سے ہم نے تیری اطاعت تیری بندگی تیری یاد میں
بھی کام لیا۔ ہمارا کوئی سجدہ ہماری کوئی ناز نہ ہمارا کوئی وظیفہ ہمارا کوئی افتخار
ہمارا کوئی چلہ ہماری کوئی خیرات۔ ہمارا کوئی قول۔ ہمارا کوئی فعل۔ ہماری کوئی
نصیحت۔ ہمارا کوئی وعظ۔ اس ریا کاری سے خالی نہ تھا۔ اے علام الغیوب
ہم انسانوں کو دھوکا دیتے ہی تھے۔ ہم نے اپنی نادانی سے ریا کاری کے ذریعہ
بچھے بھی دھوکا دینا چاہا۔ یہ ہمارا ایسا تصور ہے کہ ہمیں تجھ سے اس کے لئے
معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ لیکن اے غفور الرحیم اگر ہم تجھ سے عفو
تے خواستگار ہوں تو کس سے ہوں۔ اگرچہ یہ ہمارا گناہ بہت بڑا ہے
چوپڑہ میں گنہگار و زخمشتر خواہد بود تمکات گناہان خلق پارہ کند
مگر تیرا رحم اس سے بھی زیادہ بڑا ہے۔

بر امید آید لا تقنطون و دھمتی
ہر سحر در حُبت و جوے سو و عصیان می روم

بخش دینا تیری شان کے لائق ہے گو ہم شیش کے لائق نہ ہوں۔
اے متکبر ہم سعدی کا شعر بھی بھول گئے۔

مرا اور ار سد کبریا و منی
کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی
اور اپنے علم زہد تقویٰ حسب نسب پر اترانے لگے۔
”ہم چمن دیگرے نیست“

ہمارے ذہن میں سما یا رہا ہے ہم اپنی اصل اور نسل بھول گئے حقیقت میں
ہم بے حقیقت ہیں۔ مگر غرور کا ستیا ناس ہو اُس نے بادِ نخوت ہمارے دماغ
میں بھر دی اور ہم فرعون بے سامان بن بیٹھے بے شک یہ ہمارا غرور ہی تھا
جس نے تیری آیاتِ بنیات کے صحیح معانی اور نشاِ سخن سے ہمیں باز رکھا
اور یہ فروتنی اور انکسار ہی تھا جس نے حقائق اور معارفِ قرآنی سید پر
نکسف کر دیے۔

اگرچہ پندار و عجب نے ہمیں اپنے غرور سے دیرین واقف کیا ہے مگر اے
رحم الراحمین اب بھی موقع ہے کہ تو اس کثافت سے ہمارے دلوں کے
آئینے صاف کر دے تاکہ ہم اپنی اصل حقیقت سے مطلع ہو کر بارِ دگر کبھی اس
حرم کے متکبر نہ ہوں۔

اے بے نیاز ہمیں طمع نے کسی کام کا نہیں رکھا اس سے کبھی ہم عیاں نہ ہو سکے

تایع ہوئے کبھی قلاشی گئے۔

اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ۔

طمعِ راسہ حرفِ ست و ہر سہ تہی

تاہم اُس کے (ط) میں (طلا)۔ (دم) میں (فرو) اور (دع) میں (عشرت) ہمیں ہمیشہ
دکھاتی دیتی رہی۔ اور اسی واسطے ساری عمر یہ بیماری زندگی کا اصل اصول
رہی ہے۔

بہین ضرور سعدی نے سمجھایا۔

گفت چشمِ تنگ دنیا دار را

یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

تاہم کتابِ گوہرِ قناعت سے دور رہے اور قبر میں جانے تک طمع کے لہجے
سے اپنے جیب و دامان بھرنے کے پیچھے پڑے رہے۔
سعدی سے ہم یہ بھی سُننے رہے۔

اے قناعت تو نگرِ مگردان

کہ وراے تو بیجِ نعمت نیست

پھر بھی قناعت کو ہم نے ہمیشہ قناتِ باہر ہی رکھا۔

ہمارے دلون پر دام و درم کے ایسے ہی نقش ہیں جس طرح مچھلی پر فلوں
کے ہوتے ہیں۔

ہم رات دن مال و دولت کے جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور کبھی نہیں دیکھتے کہ ان کے جمع کرنے کے ذریعے جائز ہیں یا ناجائز۔

ہماری نظر دوسروں کے مال پر ہمیشہ رہتی ہے جو نہ ہم زیادہ جمع کرتے جاتے ہیں اُسی قدر ہماری طمع بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر قارون کا خزانہ بھی ہمارے ہاتھ لگ جائے تو کبھی۔

هَلْ مِنْ جَنْبٍ

کی آواز ہمارے دل سے نکلتی۔

اے بے نیاز طمع۔ از۔ اور جس کے دیوون کو قابو میں لانے کے واسطے بھی ہم کتنی سے اسناد کرتے ہیں تو ہماری مدد کرنا کہ ہم ان پر غالب آئیں۔ اے رزاق عالم! ہم نے اپنے طور پر خیر خیرات بھی بہت کی مگر وہ کسی قاعدہ کسی اصول پر مبنی نہ تھی۔ اُس سے غروہ والی مُردم خورون کا گروہ بڑھ گیا اُس سے ساطین کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ اُس نے تحقیق کو محروم رکھا اور غیر تحقیق کو دلوایا۔ وہ کسی قومی کام میں کام نہ آئے اُس میں خود نام و زری کا ہین زیادہ خیال رہا۔ اُس میں ثواب کی اسید ہم نے زیادہ خیر کو نقص خیر کی نیت سے کبھی نہیں کیا۔ ہم نے جس کو چار کوڑیاں بھی دیں گویا اُسے مول لے لیا۔ اُس پر احسان رکھا۔ اُس پر منت رکھی۔ اس پر اپنی فیاضی جتائی۔ برعکس اس کے ہم بے نہ سمجھے کہ دراصل جس نے ہم سے خیرات

قبول کی۔ اُس نے ہم پر احسان کیا۔ کہ مورد ثواب بنایا۔ ہم یہ بھی نہ سمجھے کہ جو ہم نے دیا وہ ہم کہاں سے لائے تھے۔ اے مالک زمین و آسمان جو کچھ ہے سوتیرا ہی ہے پھر تیرے مال کو دے کر ہم کون اترا نے والے نظامی نسخے لکھا

نیا و روم از خاتمہ چیزے نخست

نودادی ہمہ چیز و من چیز تست

پھر ایسی خیرات پر فخر کا ہے کا اور گھمنڈ کس بات کا۔

پس اے پروردگار عالم بخش جو کچھ تو نے بلا کسی استحقاق و بدل سابقہ کے ہم کو عطا ہے۔ ہم اُسے ایسے ہی باقاعدہ قومی ترقی کے کاموں میں صرف کریں جس میں صرف کرنے سے تو راضی ہوگا اور پھر ہم ایسے کاموں میں صرف کرنے سے اترائیں نہیں۔ بخش کہ ہماری خیر خیرات دکھاوے کی نہ ہو وہ مستحق کے سوا غیر مستحق کو نہ جاسے۔

اے مطلوب! اگرچہ ہم جانتے تھے کہ سب مخلوقات تیری اپنی ہی ہے اور اگرچہ ہم کو دعویٰ تھا کہ ہم اپنے مطلوب کے کئے تک کو غریر رکھتے ہیں تو بھی ہم نے تیری مخلوقات اشرف کے ساتھ عداوت رکھی۔ ہم اُس کے خون کے پیاسے رہے۔ ہم اُس کے قتل کے درپے رہے۔ پھر اُسی جگہ ہم نے بس نہیں کی ہم نے تیرے حبیب اشرف الانبیاء کا بھی لحاظ نہیں کیا وہ اتنی اتنی کہتا ہوا سدھارا لے کر ہمارے دل میں تا دم مرگ قوم کی ہم دردی کا خیال پیدا نہ ہوا۔

وہ رحمتہ للعالمین تھا۔ ہم زحمت للعالمین ہوئے۔

اس آخری زمانے میں جو تو نے اپنے حبیب کی است کا سچا غم خوار اور خیر خواہ
(سید احمد) پیدا کیا۔ تو ہم نے اُس کی بھی مخالفت کی ہم تیری مخلوقات کے عموماً
اور تیرے حبیب کی است کے خصوصاً بعد زمین رہے۔ ہماری پشیمانی ان پر
کردار یوں کی یاد سے عرق آلود ہے ہم سخت پشیمان ہیں کہ جو نیکی اور سلوک ساری
مخلوقات سے اور جو محبت اور سلوک اپنی قوم سے ہم کو کرنا چاہیے تھا وہ ہم نے نہیں کیا تو
اب کھوتو فوق عطا فرما تاکہ ہم تیری ساری مخلوقات عموماً اور تیرے حبیب کی
است سے خصوصاً خلوص سلوک محبت اور الفت سے پیش آویں۔

اور تیری منشا کے موافق تیری ہر صفت میں تیرا نشا و ہونہ ٹھہرے اور جب وہ
دریافت ہو جائے تو اُس کے برخلاف کبھی نہ چلیں۔ جہاں کہیں ہماری عقل
تیرے منشا کو تیری مصنوعات میں سے اخذ کرنے میں قاصر ہو وہاں تو اپنے حبیب
کی لائی ہوئی آیات بینات کی روشنی سے اُس کے لیے چراغ ہدایت قائم کر دو
تیرا حبیب تیرے منشا سے خوب واقف تھا اُس نے وہی کہا ہے جو تو نے کہا تھا

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داسشتم اند

آن چہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

اسی واسطے تو نے اُس کے حق میں فرمایا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ عَلِيمٌ شَدِيدُ الْقُوَىٰ

اسے خلاق بشیروہ ہزار عالم باتوں نے جو انسان میں چار حصے جسمانی عقلی۔
 اخلاقی۔ روحانی رکھے ہیں بخش کہ ہمارے وہ چار حصہ درست ہوں تاکہ ہم انسان
 کامل ہو جائیں۔ اگر ان میں سے ہمارا کوئی حصہ بھی ناقص رہا تو ہم ادھور کا
 رہ جائیں گے۔ تیرا یہ نشانہیں سب کمر ان میں سے کوئی نہ رہا دھوار رہے
 پس تو ہم کو توغیر عطا فرما کہ ہم ان کی تکمیل کی کوشش کریں۔ اور جسم میں
 عقل میں۔ اخلاق میں اور اسوہ روحانی میں ایسا نمونہ بنیں جیسا کہ تیری ہی
 صورت رکھنے والے تیرے خلیفہ کے۔ لیکن یہ ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ
 عَلٰى اٰلِہٖ وَسَلَّم
 اَسْتَعِيْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

ویاچہ

مین نے یہ مضمون مجلس احمدی نامی جنوری ۱۹۷۷ء مین اخبار علی گڑھ گزٹ اور اخبار انجمن پنجاب مین چھپوایا تھا۔

اس مضمون کو خواب حیرت سے اس قدر مناسبت ہے کہ اُس کے اخیر مین آے بطور ضمیمہ کے شائع کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اُمید ہے کہ ناظرین ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر محفوظ ہوں گے۔

احمد شفیع۔

تمہید

مین ایک دن شہر کے شور و غل سے گھبرا کر دریاے چیناب کی سیر کو چلا گیا۔ موسم بہار کا تھا۔ وقت شام کا تھا۔ دریا لہریں مار رہا تھا۔ سورج چھینے کو تھا۔ شفق کی سُرخ سُرخ کرنوں نے دریا کے نیلے نیلے شفاف پانی پر عکس ڈال کر عجب پیارا پیارا رنگ پیدا کیا ہوا تھا۔ لب دریا سبزہ لہلہا رہا تھا۔ ادھر ادھر خود دریا پھول

کھلے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر ایک باغ بھی لب دریا نظر آیا۔ پٹریاں روشن
صاف۔ کیا ریاں پھولوں سے معمور۔ درخت میوہ دار سر بہ سجود۔ کلیاں
چٹکی ہوئیں گل کھلے ہوئے۔ چاندنی رات۔ جہاں ہمک نظر کام کرتی تھی نور
کا عالم دکھائی دیتا تھا۔ دیر تک چاندنی کا لطف اور باغ کی بہار لوٹا گیا۔ اُسی
نظارگی کی حالت میں بادِ سرد کا جو جھونکا آیا۔ آنکھ لگ گئی۔ دیکھا تو اُسی
باغ میں سنگ مرمر کی ایک بارہ دری نظر آئی۔ اُس کی آب و تاب کشان
کشان خود بہ خود اُدھر کھینچ لے گئی۔

اُس کے گھر لے چلا مجھے۔ دیکھو

دلِ خانہ خراب کی باتیں

بارہ دری پر جو نظر پڑی تو ایک بقعہ نور کا نظر آیا۔ بارہ دری اندر باہر سے
و لہن کی طرح آراستہ تھی اور چند ذی ہوش۔ فصیح و بلیغ۔ عاقل و فرزانہ کرپوں
پر بیٹھے ہوئے۔ چپکے چپکے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں اُن کی گفت و گو
سننے کے واسطے ایک گوشہ میں ٹھنک گیا۔ اُنھوں نے بعد مشورہ کے ایک
مجلس منعقد کی اور کارروائی شروع ہوئی۔ میں گوشہ میں چھپا ہوا اُن کی
ساری کارروائی دیکھتا رہا۔ یہ کارروائی انوکھے ڈھنگ کی تھی جب مجلس
پر خرامت ہوئی تو میری آنکھ کھل گئی۔ سا راسمان آنکھوں میں بسا ہوا تھا۔
اُس کے ہاتھ میں ایک کارروائی کو شائع کرنا چاہتا

کہ صلوٰۃ تہمانہ بالیست خورد
 لہذا میں نے اس مجلس کی کارروائی بہ طور خلاصہ کے قلم بند کی اور نام اُس کل
 اپنے نام کی رعایت سے مجلس احمدی رکھا۔

مجلس احمدی

قوائے ذہنی اور حواس خمسہ پہلے تو مدت تک اپنے آقا حضرت انسان
 کے ظلم و تعدی کی شکایت خفیہ کرتے رہے مگر جب اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا
 تو اُنھوں نے مصمم ارادہ کیا کہ اپنی شکایتیں برسرِ اجلاس بیان کر کے
 داد چاہیں۔

کرسی صدارت پر قوت ذہنی سہمی بہ ملکہ عقل اجلاس فرامتھین اُنھوں نے
 ایک مختصر تقریر تہسیدی کے بعد پہلے تسلیت نورِ ایمان (کانشینس)
 کو ارشاد کیا کہ تمھاری جو شکایت ہے کھڑے ہو کر بیان کرو۔
 اُس وقت نورِ ایمان نے یوں تقریر کرنی شروع کی:-

”جناب میری مجلس!۔ آپ پر بہ خوبی روشن ہے کہ میرے معزز عہدہ کا
 یہ کام ہے کہ میں اپنے آقا حضرت انسان کو اخلاق حسنہ کی باتیں
 بتاتا ہوں۔ ہر معاملہ میں نصیحت کرتا ہوں۔ نیک رویہ کے دستورِ افضل
 جہان ہوں۔ جب وہ نیک کام کرتا ہے تو تحسین و آفرین کرتا ہوں جب

بد کام کرتا ہے تو تنبیہ و تادیب کرتا ہوں اور یہ سخت اور نازک خدمت بلا
اسیصلہ کے ہمیشہ جان سے بچا لائے کو تیار رہتا ہوں۔ مگر باوصف این ہمہ
دل سوزی و جان کا ہی میرے آقا کا میرے ساتھ یہ سلوک ہے کہ وہ میری
پند و اندرز بلا غرض کا شکریہ ادا کرنے کے بہ جاے میری بات ہی سننا نہیں
چاہتا۔ بلکہ جب دیکھتا ہے کہ میں نصیحت کیے ہی جاتا ہوں اور میری نصائح
اُس کے کانوں میں خواہ مخواہ پہنچے ہی جاتے ہیں تو وہ بعض اوقات
اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا ہے۔

جَعَلُوا اَصَابِعَهُمْ فِي اُذَانِهِمْ

اور میرے منہ میں ڈات لگانے کا قصد کرتا ہے۔ لیکن جب اس سے بھی چپ
نہیں ہوتا تو وہ کیا کام کرتا ہے کہ دم تو جہی اور تجاہل عارفانہ کا سفوف مٹوم
پھینکا کر بے ہوش کر دیتا ہے اور وہ میری پند و سود مند سے اس قدر ڈرتا ہے
اور اُس کو میری نصیحت اس قدر اڑوی لگتی ہے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے وہ
میرے سایہ سے بھی بھاگتا ہے اور جب میں دوڑ کر اُس کے پاس پہنچ
تا ہوں تو وہ ہچکچا کر ہکا بکا سا رہ جاتا ہے الغرض وہ مجھ سے اس طرح پیش
آتا ہے جیسے طمع کہ کوئی اپنے جانی دشمن سے پیش آتا ہو۔ چنانچہ میں آپ کو
تھوڑی ہی مدت کا ایک تذکرہ سنا ہوں۔ اُس سے آپ کو میرے بیان کی
تصدیق ہو جاوے گی۔

حضور کو خوب روشن ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کو بڑا عروج حاصل تھا عرب و مصہ شام و ایران - افریقہ - دیوبند - اندلس - و ترکی - ہندوستان چین سب کے سب اُن کی قوت بازو اور علوم و فنون کے قابل تھے بڑی سلطنت تھی تو اُن کی تھی - صاحب علم تھے تو یہ تھے - جو قوم کسی بارہ ہزار ترقی کرنا چاہتی تھی وہ انھیں کی متبع ہوتی تھی - دور نہ چاہیے اسی خطہ ہند جو ثروت و جلال اور حکمت و کمال انھیں حاصل تھا وہ کس کو تھا - مگر بنجواس آریہ کریمہ -

وَقُلْ لَّكَ الْكِبَارُ نَدَا وَطَهَّائِينَ النَّاسِ

بعد کمال کے اب جو زوال اُن کو نصیب ہوا وہ بھی لاشانی ہے اسی ہندوستان (جہاں کسی زمانہ میں اُن کی حکومت تھی) آج انھیں ناان شبینہ مشکل سے میسر ہوتی ہے جو علوم و فنون اُن سے غیر توہین سیکھ کر فخر کرتی تھیں آج اُن سے محض بے برہہ ہیں - اور وہ اُن کے علم قدیم سے مستفید ہو کر ہزار طرح شاحشانے لگائے اور آج اُن کی اصل پونجی مع منافع کے انھیں اُن کے گھر دینے آئے مگر یہ نہیں لیتے جو امور دینی اُن کے سیدھے سادے تھے اُن کو ہزار طرح کے توہمات، باطلہ سے خلط ملط کر دیا جو بنی امی نے عظمت اور حکمت کی باتیں صاف صاف بتائی تھیں انھیں اپنی کم فہمی سے کچھ کچھ سمجھنے لگے غرض اُن کے عروج کے زمانے کا اگر موجودہ زمانہ سے مقابلہ

کیا جائے تو صاف معلوم ہو گا کہ بے چارے ہر امر میں تنزل پر ہیں اُن کی اُس خراب و خستہ حالت کو دیکھ کر اکثر اہل دل مدّتوں کڑھائے لیکن کچھ تدبیر نہ سوچھی جس سے اس خطہ ہند کی ازپا افتادہ واپسے درگل ماندہ مسلمانوں کی بہتری کی صورت نکلتی۔ مگر بقول شخصے۔

کہ جو نندگان اندیا بندگان

ایک خدا ترس قوم کے ہم درو سید احمد نامی نے اُن کی بہبودی کی تدبیر سوچ نکالی اور وہ یہ تھی کہ ایک مدرستہ العلوم پندرہ لاکھ کے سرمایہ مستقل سے اُن کے واسطے قائم کیا جائے اور اُس طرح حسب مقتضای زمانہ تعلیم معاد و معاش کی پا کر خوبی دارین حاصل کریں۔

مگر سید احمد خان صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس جہاد کے زمانے میں ایسے عقائد اور رسوم دین اسلام میں بل جل گئے ہیں جن کی کچھ ہی اصل نہیں ہے اور اس لیے بہت سے مسلمان صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں گے۔

کافی فسر ہو ایں دین کے آداب دیکھ کر اور علوم جدیدہ کے مسائل عقلی کے رد و ردائیں بے اصل عقائد اور رسوم کے سبب سے مغاڑا شدہ مسلمانوں کی باتوں کو۔

لَا تُؤْمِنُ الْبُيُوتُ لَيْتَ الْعَنْكَرُ

جانتے ہیں۔ اور ختم خیال سے یہ سمجھتے ہیں کہ دین اسلام کے مسائل حقہ

علوم جدیدہ کے مسائل صحیحہ سے بالکل موافق ہیں۔ اسی واسطے سید صاحب نے ان غلط اوہام اور رسوم خارج از اسلام کے مٹانے اور وحی متلو اور حکمت جدیدہ کے درمیان اسی طرح سے تطبیق دکھانے اور حقیقت اسلام ظاہر کرنے کی نیت سے ایک پرچہ تہذیب الاخلاق نامی جاری کیا جس طرح کہ سلف صالح نے دشل امام غزالی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے حکمت قدیمہ اور امورات دینی کے درمیان تطبیق ثابت کی تھی۔ اور سید صاحب نے ہر جگہ تطبیق ہی ثابت نہیں کی بلکہ جہاں علوم جدیدہ اور نئی روشنی والوں کی رائے نے خطا کی تھی وہاں اس کو غلط ثابت کر دیا۔ فائدہ اس سے یہ ہوا کہ جن لوگوں کو شبہ تھا کہ خدا کے کلام اور نیکو رائے کے کام میں تعلق نہیں ہو سکتا اور اس سے نعوذ باللہ کلام چھوٹا ہے ان کے سبب یہ اور ظن نفع ہو گئے اور حقیقت اسلام پر انھیں یقین ہو گیا۔ سید صاحب کی اس کوشش اور سعی کا جس سے ہزاروں تندرست اور فرشتے کیلچائے والے مسلمان عین یقین اور اثبات کے وجہ پر پہنچے ہمارے ساری قوم کو شکر گزار ہونا چاہیے تھا۔ مگر افسوس کہ ہمارے ایک آقائے بجاے شکر یہ او اکر نے کسی ذاتی بخشش کے سبب جو انھیں سید کی ذات سے نفی کا سپرورین بیٹھے بیٹھے کیا کہ اس سید آل رسول اولاد بقول پر کفر کے فتوے کی گراں برآمدی میں نے ہر منہ شیع کیا کہ کیا کو تھے ہو۔ دوست کو مارتے ہو۔ وہ تم سے اور تمھاری قوم سے بھلائی کی نیت رکھتا ہے اور تم اسے

یوں سناتے ہو تو تھارا عذر یہی ہے نہ کہ سید احمد علوم جدیدہ کے بعض مسائل صحیح
سے دینیات کی تطبیق کرنا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ وہ مسائل علوم جدیدہ کے غلط ہیں
اور دینیات کے پُرانے معنی یونانی حکمت قدیمہ کے موافق صحیح ہیں۔ اگر آپ کا
یہ قول درست ہے تو سید احمد کی تکفیر سے کیا فائدہ جن مسائل علوم جدیدہ کو وہ
صحیح جانتے ہیں اور اس واسطے اُن سے بعض امور دینی کی تطبیق کرتے ہیں
اور آپ انہیں مسائل علوم جدیدہ کو غلط بتاتے ہیں اُن کی غلطی براہین دلائل
سے ثابت کر دیجئے سید احمد خان خوش ہو جائیں گے

دل ماشاد و چشم ماروشن

اور فیثاغورس اور نیوٹن۔ اور ہرسل۔ غیر ہم کی جگہ آپ کے تسلیم کرو
بطلموس کی حکمت دہیت کو مان لیوں گے۔ انہیں تو صحیح حکمت سے تطبیق
دینی ہے جسے آپ صحیح ثابت کر دیں گے وہ اُس سے تطبیق دینے لگیں گے اور
اگر آپ کہیں کہ تطبیق کی کچھ ضرورت نہیں تو کتنا خی معاف اسی تطبیق کے ہونے
سے ہزاروں مسلمان بے ایمان ہو گئے اور ہزاروں مذہب ہیں۔ لیکن آپ اگر
مسلمانی سے مسلمانوں کو خارج ہوا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اُس کو ثواب کا
کام جانتے ہیں تو ہم سید احمد خان صاحب سے کہہ دیں گے اور وہ مسلمانوں
کو نصیحت کریں گے کہ مراد آباد جا کر اسلام کو سلام کہہ دو غرض جناب میر علی
مین نے بہت سرفرازی ایک نہ سنی۔ اور میراٹینٹو ادبا کر سید احمد خان کے

رسالہ تہذیب الاخلاق کے رد میں ایک رسالہ نور الالفاظ نامی جاری ہوئی تھی
 دوسرے میرے آقا جو اٹھے تو رد و قدح کے دو ایک رسالہ بھی کہہ کر اٹھے
 اور تیسرے حضرت نے تو کمال ہی کیا انھوں نے یہ منصوبہ بات نہ کیا کہ یہاں
 ہندوین تو ہم نے ہتیرے رسالے لکھے کچھ اُن سے فائدہ نہ ہوا چلو مکہ معظمہ اور
 مدینہ منورہ چل کر سید کے واسطے کفر کا فتویٰ لائیے جب تو سید ڈھکیلا ہو
 جائے گا۔ غرض یہ بات ٹھان کر وہ صبح کو روانہ ہوئے مین نے بہت سمجھایا کہ
 آپ کو حضرت علی کی قسم آپ کفر کے فتویٰ کے لانے کا ارادہ چھوڑ دیجیے خاصۃً
 شہادت اللہ جاسیے۔

أَمَّا الْأَعْمَالُ بِالتَّيَّيَاتِ

جس حج مین ایسے خیال ہوں اُس سے آپ کو کیا ثواب ہوگا۔ اگر کچھ ثواب
 ہوا بھی تو سید کو ہوگا۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

کیونکہ آپ کے اس حج کا وہی باعث ہوا ہے۔ آپ کا ارادہ سفر حجاز کرنے
 سے اُسے دنیا میں ضرر پہنچانے کا تھا وہ اُلٹا ماقبت میں آپ کے اس فعل
 سے مستحق ثواب کا ٹھہرا۔

الدُّلُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَائِهِ

پرنہار کے لئے دلالت کی آواز کہ نہ سنتا تھا۔ سیر الکناب پذیرا ہوتا تھا وہ یہاں تک

چل دیے جب کہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں پہونچے تو جو درد اور دعا وہ پڑھتے تھے وہ یہ تھی۔

”یا الہی سیری اس قدر مسافت را لگان نہ جاو“

علماء فتویٰ ضرور لکھ دین۔“

سب نے سنا ہے تنہا پیش قاضی رومی رضی آئی۔ جیسی مستفتی صاحب کی نیت اور بیان تھا ویسا ہی فتویٰ مفتیوں نے لکھ دیا۔ میں نے اس بات سے بہت افسوس کیا۔

کعبہ بھی ہم گئے نہ گیا ان بھون کا عشق

اس روگ کی دوا بھی خدا کے یہاں نہیں +

کہ بتہ اللہ اور مسجد نبوی اور روضہ مصطفوی میں پیاسہ پیہ تھا کہ سیرا آقا دعاے خاتمہ بالخیر اپنے اور سید اور سارے مسلمان کے حق میں مانگتا اور غیبت اور تباہی سے توبہ کرتا کہ مقام قبولیت تھا نہ کہ سید کے نانہا کے معید اور فرار پُر انوار پر سید کو بُرا بھلا کہتا اور وہیں دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لیے اُس کے کفر کے فتوے کا سودہ بناتا۔

نور ایمان یہاں تک پہونچا تھا کہ میر مجلس نے پوچھا ”کیا تم اپنے آقا سے انتقام بھی لیا کرتے ہو؟“ تو ایمان نے جواب دیا۔ ”بے شک لیا کرتا ہوں“ حضور کو یاد ہو گا میں نے بھی عرض کیا ہے کہ میرا کام صرف نصیحت کرنا ہے

بلکہ جب کبھی میرا آقا میری صلاح پر نہیں چلتا تو میں اُس کی اور طرح سے بھی
 خبر لیتا ہوں چنانچہ جب دو کج روی اختیار کرتا ہے تو اُسی کے دل کے
 طعنوں کا اُسے نشانہ بناتا ہوں اور اُسی کے قلبی تحسرت و تاسف کے کوڑوں
 سے اُس کی مٹھیہ لال کر دیتا ہوں مگر خدام و الاسقام پر روشن ہے کہ یہ میرا عمل
 آمد اس قدر انتقام کے خیال سے نہیں ہوتا جس قدر کہ اپنے آقا کی خیر خواہی
 اور بے بدی کے خیال سے ہوتا ہے اور آپ باور کھیجئے کہ میرے آقا کو اپنی کج
 روی سے اتنی ندامت اور پشیمانی نہیں ہوتی جتنی کہ خود مجھے ہوتی ہے۔

گنہ بندہ کرداست و او شرم سار

لیکن اگر میرا آقا راہِ راست پر اس طرح قدم زن ہے کہ اُسے نخل اور متفعل
 کرنے کا موقع میرے ہاتھ نہ آوے تو واللہ باللہ شرم تاشد و کفلی باللہ شہیدا۔
 مجھے جتنی خوشی اس بات سے ہو۔ اتنی اور کسی چیز سے ہرگز نہ ہو۔ مگر میں کیا
 کروں میرے بعض آقا میری ہرگز نہیں سُنتے۔ اُنھیں تینوں صاحبانِ کوہ
 بالا کا ذکر ہے کہ میں نے خود اُنھیں کے دل سے اُنھیں طعنے اور تشنع دلوائے
 اور گو ایک آدھ دفعہ اپنے کیے پر اُن صاحبوں کو افسوس بھی آیا چنانچہ
 کعبۃ اللہ سے فتویٰ لائے والے صاحب کا حال آپ نے اخبارِ رون میں دیکھا
 کہ وہ آخر میری ملامت کرنے اور سمجھانے بچھانے سے ایک دفعہ مدرستہ العلوم
 کی مخالفت سے توبہ کر بیٹھے تھے لیکن پھر بعض بہکانے والوں نے بہکا دیا اور

وہ مذہب ہو گئے۔ میں نے ہر خد کہا کہ مدرستہ العلوم کی حمایت کرو۔ اُس میں
 تو تمھاری ہی قوم اور تمھارے ہی عقائد کے مولوی پڑھیں اور پڑھاویں گے
 سید احمد پڑھانے نہیں آنے کے۔ اگر یقین نہ ہو خود تعلیم دینے کی کمپنی کے ارکان
 کا بندوبست کرو اور جو بعد اُس کے بھی اطمینان نہ ہو تو خلاصہ شہر نوکری چھو کر
 خود دینیات کے معلم ہو جاؤ۔ آپ کو ثواب ہو گا۔ بندگانِ خدا کے عقائد دینی بن
 خل نہ پڑے گا۔ اس کا جواب ہنوز کچھ نہیں دیا۔ جواب یا صواب اگر عطا فرمایا گئے
 ہیں خوش ہوں گا ورنہ حضور کے آگے جیسے اب فریاد کی سہ پہر کون کا پھر
 جیسا کہ آپ کی رائے اقدس میں آوے فیصد کر دیجے گا۔
 اتنی تقریر کر کے نور ایان اپنی کرسی پر جا بیٹھا اور قوتِ حافظہ کھڑی ہو کر
 یوں تقریر کرنے لگی :-

جناب عالی! میں اقرار کرتی ہوں کہ میرا عہدہ اپنے تقریر کرنے والے کے عہدہ
 کے برابر نہیں ہے۔ لیکن اس امر سے تو خود نور ایان کو انکار نہ ہو گا کہ میرا اب
 بھی بھاری اور ضروری ہے حضرت انسان کو نہ ان پاپوں کے نجات
 دیدہ و شنیدہ خواندہ و تصویریدہ کے یاد دلانے کی خدمت چاہیے۔ ہمارے ہاں
 ہے اگر میں نہ ہوں تو کسی کو اپنی زبانِ مادری بھی یاد نہ رہے۔ خود کو جانے
 اور نہ اپنے بچوں اور خویش و یگانوں کی صورت پر جانے عہدہ ہمارے کے جس
 شغل میں وہ مشغول ہوتا ہے اس کی بات نہ کرنا۔ اس لئے اس کا احوال ہوتا ہے

ان سب کو میں اُس کی خاطر اس طرح محفوظ رکھتی ہوں جس طرح کوئی دیت
 دار خزانچی سرکار کا خزانہ صندوق میں حفاظت سے رکھتا ہو۔ اور اُس کے
 علم تجربہ اور مشاہدہ کی بھی نگہ بانی کرتی ہوں اور اُس کی ایسی تابع ہوں کہ
 جس وقت وہ حکم کرتا ہے جو کچھ ودیعت میرے مخزن میں ہوتی ہے بلا حیل و
 حجت اُس کے استفادہ کے لیے اُس کے حوالے کر دیتی ہوں۔ اور کبھی گلہ
 نہیں کرتی کہ میرے مخزن خزانہ کیوں رکھتا ہے۔ اور نہ اس بات کی شکایت
 زبان پر لاتی ہوں کہ مجھ اکیلی کے سپرد لاکھوں چیرین لاکھوں قسم کی کرتا ہے
 بلکہ حق یوں ہے کہ جس طرح میرا مخزن زیادہ پُر ہوتا ہے اُسی قدر میں زیادہ
 خوش ہوتی ہوں۔ یہ شرط ہے کہ ذخائر محولہ حقیقت میں عمدہ ہوں۔ لیکن میرا غدر
 میرا گلہ۔ میری شکایت۔ میری تالش۔ میری فریاد جو ہے وہ یہ ہے کہ میرے
 مخزن کو وہ کچھڑے کا گٹھ۔ گٹھری کا گٹھ۔ اور کباڑی کی دکان کیوں بناتا
 ہے اور ہر قسم کا کوڑا کرکٹ اور خس و خاشاک اُس میں کیوں بھرتا ہے۔ میری
 تناسخ۔ میری آواز اور میری خوشی ہمیشہ یہی رہتی ہے کہ میرا آقا صحیح علوم و فنون
 اور نیک خیراتوں سے میرا خزانہ پُر کرے مگر وہ کب مانتا ہے وہی خیالات
 غیر مفید اور صحیح علوم و فنون اور چھوٹے قصے اور افسانے میں کہ بھرے چلا
 جاتا ہے۔ میرا لوگوں سے کہتا ہے کہ اُس کے باپ داداؤں سے علوم قدیمہ بغداد
 اور قزوین اور ہمدان سے نہ وہ اُن سے شافع کرا لے اُسے ہمدان میں بیٹھے بھا

دینے آئے ہیں اور سنتیں کرتے ہیں کہ لے لو مگر یہ نہیں لبتا بلکہ منافع سے تو اس قدر خائف ہے کہ جو اسے حاصل کرے اسے تکفیر کے کو لھو میں پل ڈالتا ہے۔ آپ ہی فرمائیے کہ مسجد کو باری خانہ اور معبد کو شراب خانہ بنا آیا کیا ظلم اور جہل نہیں اور جس درج میں زر و گوہر رکھتے چاہئیں اس میں کعبتین کا رکھنا محض اور بے وقوفی کا نشان نہیں؟ اسی طرح خیال کر لیجئے کہ میرے مختار میں مفید اور صحیح علوم و فنون کے بجائے غیر مفید اور غلط علموں کا بھرتا اور بُرے بُرے خیالوں کا رکھنا میری تحقیر اور خفت کا موجب ہے یا نہیں۔ پھر میں حضور سے داد نہ چاہوں تو کس سے چاہوں۔“

جب قوت حافظہ اس قدر تقریر کر چکی تو تصور سرور قد اٹھ کھڑا ہوا اور تقریر کا ارادہ کیا لیکن میر مجلس نے فرمایا کہ آپ بٹھیہ جائیے جو کچھ ہم سن چکے ہیں اس سے قوائے ذہنی کی شکایتوں کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ پس آپ کی تقریر کی کچھ حاجت نہیں۔ آپ اپنی تقریر کی موقع آئندہ پر منحصر رکھئے جب ہمیں وہ ہم وغیرہ کے بیان کے سننے سے فرصت ہوگی اس وقت آپ کی تقریر بھی سن لیں گے۔ سرِ دست یہ مناسب ہے کہ جو کچھ جو اس جلسہ کہیں وہ اوصاف کیا جائے۔

یہ سن کر آنکھ اٹھ کھڑی ہوئی اور بہ منت عرض کی کہ۔ میرا اور میری ہم شیرگان عمون زاد اور ہم سائیگان نیک نہاد کا حال زارا اہل مجلس گوشِ ہوش سے

نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ ”ہم میں سے کسی کو تقریر کرنے کی عادت نہیں ہے لیکن ایک صاحب ہمارے اور آپ کے دوست اور خواجہ تاش موجود ہیں اُن کو حاضر جوابی اور گویائی کا ملکہ حاصل ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو وہ ہم سب کی جانب سے اور نیز اپنی جانب سے بندگانِ دالاکے حضور میں استغاثہ پیش کریں۔“

جب آنکھ کی یہ درخواست تعلقاً بدرجہ اجابت ہوئی تو ذرہ سی جان چہار انگل کی زبان ادب سے آگے بڑھی۔ پائے تخت کو بوسہ دیا اور دعائیں پکڑ کر یوں کہنے لگی :-

”جناب میری مجلس! آپ نے جو مجھے گفت و گو کرنے کی اجازت بخشے سے معزز کیا۔ اُس کا شکریہ ادا کرنے کی بھی اجازت بخشے۔ مجھے اسی عزت کی امید رکھتے کا کوئی استحقاق نہ تھا۔ کیونکہ نہ تو میں حواسِ خمسہ میں سے ہوں نہ قوائے ذہنی میں سے۔ مگر آپ نے جب مجھے یہ عزت بخشی تو میں اُسے ارس غنیمت جانتی ہوں اور نہایت تعظیم سے اپنے پانچوں دوستوں کی نسبت انھیں خود گذارش حال کرتے شرم آتی ہے) اور نیز اپنی نسبت چنانچہ عرض کیا جاتی ہو میں ان پانچوں صاحبزادوں کے پڑوس میں رہتی ہوں اور ان میں سے ایک صاحب کی خدمات مقررہ کی رہا اور سی میں شریک ہو کر خاصہ کے داروغہ کا کام کرتی ہوں۔ اور نہ چکنا اور نہ لقمہ بتاتا میرا ہی منصب ہے اس قرب و

شرکت کی وجہ سے جو خدمات یہ پانچوں صاحب بجا لاتے ہیں۔ وہ سب مجھے
 خوب معلوم ہیں۔ اور جو بد سلوکیاں ہمارے آقا ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں
 اُن کی بھی خبر ہے۔ پس میں اپنے تجربہ اور شاہدہ عینی سے اس بات کا بیان
 کرنا فرض سمجھتی ہوں۔ کہ جس قدر بد سلوکی ہمارا آقا آپ سے اور دیگر قواسمِ ذہنی
 سے کرتا ہے اُس سے یہ درجہ زیادہ اُن پانچوں صاحبوں سے اور خود مجھ سے
 کرتا ہے قواسمِ ذہنی کو تو یہ بات خاص ہے کہ جب کبھی اُن پر ظلم و تعدی ہو
 یہ اپنا انتظام لے لیتے ہیں۔ چنانچہ نور ایمان کی گفت و گو حضور کو یاد ہوگی
 ظلم کو نیش حسرت سے پانی پانی کر دیتا ہے۔ حافظہ پشیمانی کے نوک داتریوں
 سے جابر کا کلیجہ چھلنی کر دیتا ہے۔ تصویخیات غم نام کی اور اندیشہ ہائے تلافی
 کی تصدیق کر کے ڈرا دیتا ہے اور خود بہ دولت بہ اعتبار اپنے منصبِ اعلیٰ
 وادرسانی کے جب چاہتے ہیں انسان کو اپنی کچری میں پکڑوا منگاتے ہیں
 اور اُسے ایسی آنکھیں بخش دیتے ہیں کہ وہ اپنے عیبوں کو آپ دیکھتا اور قبول
 کرتا ہے اور اُس سے وہ اپنی ہی نظروں میں اتنا ذلیل و خوار ہو جاتا ہے
 جتنا کہ وہ مجرم ہوتا ہو گا جسے عبورِ دریاے شور کی سترِ ملتی ہے۔ چنانچہ ہم
 نے دیکھا ہے کہ بہت سے صاحب کہ جو مدرسۃ العلوم کے مخالف تھے۔ جب
 آپ کی عدالت میں طلب ہوئے تو اپنی مخالفتِ ناجائز کا اقرار کر کے اپنے
 کردارِ بائیں سے بہت ناام ہوئے کہ خود وی اور فریدی کے احباب جو ہوں کو

مراعت کے یہ وسائل کہاں حاصل ہیں ہم سب بالکل بے بس اور ناچار ہیں۔
اپنے آقا کی اطاعت اور قربان برداری سے کسی جگہ کسی صورت سے سرتابی نہیں
کر سکتے۔ اور باوصف این ہمہ مقام غور ہے کہ وہ ہیں کس درجے ذلیل و خوار
رکھتا ہے۔ آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ خدا کی قدرت اور شان پر
نظر کرے نا محرمون سے آنکھ چرائے جو دیدنی ہے اُسے دیکھے جو نہ دیدنی
ہے اُسے نہ دیکھے بلکہ اُس پر یہ خبر و قہر کرتا ہے کہ شیطانی صورتوں کا وہ بوترلو
اور نامحرمون کی شکون کی جانب بدخواہش اور بد ارادہ سے ٹٹکی بندھوا رہا ہے
کیا حضور کو معلوم تھیں کہ بجائے اسرارِ شانِ خدا اور رموزِ تہذیبِ الاخلاق
کرتے کے کانپور وغیرہ کے فتوون پر نظر رہتی ہے جو چہرہ نورانی و صورتِ بین
مسلمانی ہیں آٹکھ کو حکم ہوتا ہے کہ تو انھیں نصرانی بتلا۔ فرمائیے ظلم نہیں
تو اور کیا ہے۔

یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

کانون کے پردے میں نغمہ حمد و ترانہ نعت اور سخن ہائے تہذیبِ الاخلاق
کا پہونچنا مناسب تھا میرا آقا ان کے بجائے عیاشی کے سرورِ جنگ و جدل کے
شور و گٹھ مسلمانوں پر کفر کے فتوون کے آواز سے تنک بخون پر لعن و طعن
کے فوغے سنتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

واقہ کا حال کیا پوچھتے ہو سچے مسلمانوں اور دینی مہتممون کے گوشت و پوست

کھانے کا کام ہمارے آفات اسی کے سپرد کیا ہے اور پھر اسی پر پس نہیں سکے
پرستی اور شراب خواری کا کام بھی اس بے چارے کے تابع کر رکھا ہے۔
قوت شناس اور لامسیر جو ظلم ہوتا ہے اُس کا بیان مشکل ہے کس کو علم نہیں
کہ انھیں سے بدبو گندی چیزوں اور ناجائز بوئیاں کے سونگنے اور چھونے کا
کام لیا جاتا ہے۔ چاہیے تھا کہ گل رویان گل بدن۔
مَا مَكَكَكَ اَيُّهَا لَهْمُ

کے سوا کسی اور کی زلفت مغبرے رائحہ مشک بار سے بدست نہ ہوتے اور
نازنین ہل لقا یمن امام۔

لا یجوز الشیخ الاسلام الکراج

کے بغیر کسی اور کے مار گیسو کی چھڑتے اگر شرم کی جگہ ہے نامحرمان گندہ بغل
کی بدبو سے ہمارے آفات کے دماغ کو زبیں سوافقت ہے شراب متعفن کا سار
ہاتھ میں رہتا ہے جس کا منہ ہر طرح کے ماکولات ناجائز و مشروبات ممنوعہ
سے اور لاکھ قسم کے کفر اور خرافات سے آلودہ ہوتا ہے اور اُسے بڑی خوشی
سے پلاتا ہے اور اُس کی آتش سراپا درد کو شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے پی جاتا
اور میرا حال تو خود حضور کو روشن ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ وہ کون ہے
جس نے میری ایک دفعہ آواز سُنی ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ میرا آقا روز مجھ سے جھوٹ
بکواتا ہے عو شاہد کرو اتنا ہے چغلیان کھلواتا ہے۔ یہ وہاں دلو اتنا ہے لعنت

ملاست کا وظیفہ پڑھواتا ہے کفر کے فتوے دلاتا ہے اور یہ سب باتیں نبی سے
صرف اُن لوگوں کی نسبت نہیں کرواتا جو حقیقت میں اُن کے مستحق ہیں
بلکہ جو اپنی دینی و دنیوی خوبیوں کی وجہ سے کونین میں تعظیم و تکریم کے لائق
ہیں۔ انھیں بے چاروں کے حق میں یہ سب مغالطات بکواتا ہے۔ فرمائیے نوح
علیہ السلام نے کیا جھوٹی وعید سے ڈرایا تھا جو اُن کی قوم نے اُن کی تکذیب
کی لوط علیہ السلام نے کیا ظلم کیا تھا جو اہل سدوم اور غمورانے اُن سے کیا وہ کیا
موسیٰ علیہ السلام نے کیا قہر کیا تھا جو بنی اسرائیل اُن سے ہمیشہ ٹیڑھے
رہے اور من سلویٰ کے بجائے مسور کی دال اور پیاز مانگتے رہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے کون سی ٹیڑھی راہ کی ہدایت کی تھی جو یہودیوں نے
سرجس اُنھیں گالیاں دیں اور اپنے زعم میں اُنھیں صلیب پر کھینچا کر مار ڈالا
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے وحدہ لا شریک لہ کے اور
کس دیوتا کی پرستش بتائی تھی جو اہل مکہ نے اُنھیں وطن سے بے وطن
کیا اور ساحر کا لقب دیا۔

منصور کی زبان پر کلمہ حق کے سوا اور کیا جاری تھا جو اُسے کٹ ملاؤں نے
دار پر کھینچا۔

شیخ محمد بن الدین ابن عربی نے

أَنَا صِفَاتٌ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ وَصِفَاتُهُ عَيْنُهُ فَاَمَّا عَيْنُهُ

کے سوا اور کون سا بھید کھول دیتا تھا کہ نہ صرف انھیں کی تکفیر کی بلکہ جو ان کی تکفیر میں شامل نہ ہوا اُسے بھی کافر ٹھہرا دیا۔

اما حجۃ الاسلام غزالی نے علم کلام کی بنیاد ڈالی تھی باکوئی جرم نہ کیا تھا جو پیٹری مولویوں نے ہندوستان کے مولویوں سے بھی زیادہ کفر کے ثبوت دیئے۔

اور اب مدرسۃ العلوم کا بانی سید احمد اور اُس کے رفقا کیا تجسس ملا رہے ہیں کہ ہمارے آقا گالی گلوچ اور لعن طعن اور تکفیر پر اُتر پڑے ہیں۔

میں حضرت انسان کو اس واسطے عطا ہوئی تھی کہ وحدہ لا شریک لہ کا کلمہ پڑھتی اس کے رسول کی تصدیق کرتی اُس کی بتائی ہوئی راہ راست پر چلنے والوں کی تعریف کرتی ہمیشہ سچ بولتی۔ مگر واسے پرے چارگی من کہ سر آقا نے مجھ سے وہ کام کروائے کہ میری ساری نیک نامی خاک میں مل گئی اور ہر طرح کی بدنامیاں نصیب ہوئیں۔ کہاوتیں سیری بنیں۔ شلین سیری جوڑنا چنانچہ کوئی کہتا ہے۔

”اتنی سی جان گزبھر کی زبان“

کوئی کہتا ہے۔

جَرَحُ اللِّسَانِ أَشَدُّ مِنْ جَرَحِ السِّنَانِ

کوئی کہتا ہے۔

”یہ زبان کیا ہے زہرِ لہلہ کی کچھی ہوئی ٹھکانی ہے“

کوئی کتاب ہے۔

”گھوڑا تھکے۔ ہاتھی تھکے۔ ریل تھکے۔ پر نہ تھکے تو یہ ذرہ

سی جیسا۔ قیمتی کی طرح کتر کتر کرتی چلی ہی جاتی ہے“

مین ہون کہ یہ سب باتیں سنٹی ہوں اور دم بہ خود ہوں اُت تک نہیں کرتی۔

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسعت نہیں کرتا

پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہیں کرتا

لیکن مجھے خون ہے کہ اگر مین اپنی ساری شکایتوں کے دفتر کھولوں تو برس

موکھوں کی شکایتیں رہ جاوین اس واسطے مین اپنی ذاتی رنجشوں سے قطع

نظر کر کے اپنے موکھوں کے حال زار پر حضور کی توبہ مبذول کرنا چاہتی ہوں

زبان کی تقریر بیان تک پہنچی تھی کہ میری مجلس نے کھڑے ہو کر اشارہ

کیا کہ اب آپ بٹھی جائیے۔

میرے مجلس کو معلوم ہو گیا تھا کہ اگر زبان کو ٹکنا منع نہ کیا جائے تو برسوں مین

بھی اُس کی تقریر کا سلسلہ منقطع نہ ہو گا یوں ہی باتوں کا جھناڑ جدا رہے گا

اس واسطے اُنھوں نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے یہ تقریر فرمائی۔

”جو کچھ جو اس قسم پر ظلم و تعدی ہوئی ہیں سب پر روشن ہو گئیں اب

موقع ہے کہ مین اپنی رے اس بارے میں بیان کروں کہ ہم سب کو آئندہ

اپنے مقاصد کی بجائے اُوری کی کیا سبیل کرنی چاہیے“

یہ بات سن کر زبان کو براجھ ہوا کہ ہاے۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

ابھی تو ہزار میں سے ایک بات بھی میں کہنے نہ پائی تھی کہ مجلس کا خاتمہ قریب پہونچا۔ مگر تہہ درویش برجان درویش بے چاری کیا کرتی۔ خاموش کرسی پر جا بیٹھی اور میر مجلس کی تقریر سننے لگی۔ اور میر مجلس نے پھر یہ کہا:-
”میں یہ خلوص دل اقرار کرتا ہوں کہ گو میں نے اپنے بھائی بندوں اور

خواجہ تاشون کا ساتھ یہ رضا و رغبت دیا ہے اور اس بات میں سچی کی ہے کہ عوام ہمارے جانب دا۔ ہو جاوین۔ مگر تاہم مجھے بہت کم امید ہے کہ ہمارے آقا پران باتوں سے کچھ اثر ہو گا اور وہ ہماری داد دے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے آقا کو عوام کی رائے اور تحسین و آفرین کا کس قدر خیال رہتا ہے اور ان کی ملامت سے وہ ڈرتا بھی ہے اور اُس سے گمان ہوتا ہے کہ جب اُسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ میرے حق میں خلایق عامہ کی رائے از بس اُسی ہے تو وہ حواس خمسہ اور ان کے ویل فصیح و بلیغ کی آئندہ کم بے قدری کرے لیکن بھائیو اس بات کی ہرگز امید نہیں کہ تحسین و تفرین سے اُسے نور یا ان اور قوت حافظہ کی شکایتیں رفع کرنے کی بھی ترغیب ہوگی۔ اُس کے تحت خلافت کے نیچے ہم سب سے زور آور ایک اور صاحب قوت خواہش نامی چھپا کھڑا ہے اُس تک عوام کی رسائی نہیں۔ ہمارے آقا پر یہ خود سرکار زندہ

بڑا اسلٹ ہے۔ اُس کی غلامی اور اطاعت سے ہمارے آقا کو ایک دم کی بھی فرصت نہیں۔ اس نے حضرت انسان کو دھوکا دیا ہے کہ ہم سب کو اُسی کے زیرِ فرمان کر دیا ہے۔ رات دن اُسی سے صحبت اور اُسی سے تکلیف رہتا ہے اُس کی محبت میں ہمارے ساتھ بدسلوکیاں ہونی ہیں۔ یہی ہمارے آقا کے گھر کا ملک ہے۔ اسی کا ساتھ پر داختہ منظور ہے۔ تادتنے کہ یہ سرکش کارندہ سیطع آقا نہ ہمارے آقا کے مزاج اور میلانِ طبع میں تبدیل اور تغیر واقع نہیں ہونے کا۔ اور نہ ہماری بیہودی کی کوئی صورت نکلے گی لیکن دنیا میں تو کم کوئی ایسا تنویر اور زور آور ہوگا۔ جو اس بدصلاح کار اور خود سرکارندہ کو زیر کرے خواہش اور ہواے نفسانی کا میطع کرنا بہت مشکل ہے اس واسطے میری صلاح یہ ہے کہ عوام کا ڈر اور دھمکاوانہ دکھا دین یقلب القلوب کی بارگاہ میں بہت خضوع و خضوع عرض کریں کہ۔

بدل دے اور دل اس دل کے بدلے

آہی تو تو رب العالمین ہے

اس تقریر کے بعد سب نے میری مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ اور مجلس پر خرامت ہوئی۔



غلط نامہ

| صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ | صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ |
|--------------|--------------|------|------|-----------------|-----------------|------|------|
| اُس کا | اِس کا | ۳۲ | ۱۱ | پیار | پہ بار | ۸ | ۳ |
| بودھون | بودھینون | ۳۶ | ۳ | قدرتِ حق | قدرتِ احد | ۱۶ | ۱۱ |
| اِس | اُس | ۳۷ | ۱۳ | دینِ الیم | الدینِ لیم | ۴ | ۷ |
| جن کا | جس کا | ۳۸ | ۱۱ | غزیر | غزیر | ۹ | ۱۱ |
| ہندسیہ | ہندیہ | ۳۹ | ۲ | فرقہ | فرقہ | ۱۵ | ۸ |
| ورد و وظائف | ورد و وظائف | ۴۵ | ۶ | فطرتِ ہندوان | فطرتِ ہندین | ۳ | ۱۰ |
| مجتہدین | مجتہدین | ۴۸ | ۴ | موقفۃ الآخرین | موقفۃ الآخرین | ۲ | ۱۱ |
| اَعَدَّتْ | اَعَدَّتْ | ۴۹ | ۱۶ | اُسے | اُسے | ۱ | ۱۲ |
| شائع | شائع | ۵۳ | ۲ | تھی ایک | تھی کہ ایک | ۶ | ۱۱ |
| پسن تر | بہتر | ۵۴ | ۹ | خونِ خدا بخر | خونِ بخر | ۸ | ۱۳ |
| مبارک کامیاب | مبارک کامیاب | ۵۴ | ۱۴ | تھوڑی سی عمر | تھوڑی سی عمر | ۹ | ۱۱ |
| سے کم | پاس سے کم | | | بعض | بعضون | ۸ | ۱۴ |
| کبریل اور | کبریل کا اور | ۵۴ | ۱۸ | مصیبت | مصیبتین | ۲ | ۱۷ |
| ذوالقرنین | ذوالقرنین | ۵۷ | ۲ | دو گواہ | دو گواہ | ۴ | ۲۶ |
| بھی جی اتنی | بھی جی اتنی | | | محمّد حسین ابوی | محمّد حسین ابوی | ۱۶ | ۳۰ |

| صفحہ | صفحہ | نقطہ | صحیح | نقطہ | صحیح | | |
|------|------|---------------|-----------------|------|------|----------------------|----------------------|
| ۵۸ | ۱۵ | کھوٹے | کھوٹے | ۸۵ | ۱۶ | ہا سربا | ہا سربا |
| ۶۱ | ۶ | بھائی تلے ہیں | بھائی بھائی ہیں | ۸۶ | ۶ | الابدال | الابدال |
| ۶۵ | ۶ | لکے | لکے | ۸ | ۸ | شم نیشاں | شم نیشاں |
| ۶ | ۹ | دکنا ہے | دکنا ہے | ۹ | ۹ | احوالہ | احوالہ |
| ۶۷ | ۹ | اُس حاسد کو | اُس حاسد کو | ۸۷ | ۱ | علیہم | علیہم |
| ۷۳ | ۹ | تقار | تقار | ۱۰ | ۱۰ | انھیں | اس |
| ۷۷ | ۱۲ | سیدالاحم | سیدالاحم | ۷۸ | ۷۸ | ہوئے کتا | ہوئے کتا |
| ۷۹ | ۷ | سوگیا ہوں | سوگیا ہوں | ۱۶ | ۱۶ | لہریق | لہریق |
| ۷۸ | ۲۷ | مجتہد | مجتہد | ۸۹ | ۱۶ | الاضبۃ | الاضبۃ |
| ۸۰ | ۱۲ | طریقہ | طریقہ | ۹۰ | ۱۶ | القطان | القطان |
| ۸۱ | ۷ | بنی فاطمہ | بنی فاطمہ | ۹۱ | ۳ | الجبنیۃ | الجبنیۃ |
| ۸۲ | ۲ | علی مرا | علی فرا | ۱۲ | ۱۲ | لکھا ہے کہ | لکھا ہے کہ |
| ۸۳ | ۵ | خبر بے | خبر بے | ۱۳ | ۱۳ | قال الذید | قال الذید |
| ۸۳ | ۱ | بنی اسیر | بنی اسیر | ۱۷ | ۱۷ | اسبط | اسبط |
| ۸۴ | ۷ | عباس سے | عباس سے | ۹۲ | ۱۰ | قال علی کے پہلے پڑھو | قال علی کے پہلے پڑھو |
| ۸۵ | ۲ | مردان | مردان | ۹۳ | ۲ | درد علاوہ اس کے | درد علاوہ اس کے |
| ۸۶ | ۱۱ | قنارہ | قنارہ | ۹۴ | ۲ | اسحق شعیبی | اسحق شعیبی |
| ۸۷ | ۱۲ | شخص | شخص | ۹۵ | ۲ | اسحق شعیبی | اسحق شعیبی |

| صحیح | غلط | ۳ | ۴ | صحیح | غلط | ۳ | ۴ |
|-------------------|----------------|----|-----|---------------------------------------|------------|----|-----|
| صحیح | غلط | ۳ | ۱۰۹ | دو محمد بن عبد اللہ حضرت امام حسن کے | | | |
| سند داری | سند داری | | | پڑ پڑتے تھے اور محمد ہی ان کا نام تھا | | | |
| سند ابو یعلیٰ | سند ابو یعلیٰ | ۱۱ | ۱۱ | بس ان کی خلافت پر لوگوں کو رعب | | | |
| ابی بکر شیبہ | آبی بکر شیبہ | ۱۳ | ۱۳ | کرنے کے لیے یہ حدیث بنائی گئی تھی | | | |
| کی تاکید اور لکھو | کے لیے | | | ۱۹۵ | بطول | ۱ | ۱ |
| کے لیے | | | | من اہل بیت | من اہل بیت | ۸ | ۸ |
| حنبل ارجو | حنبل ارجو | ۱۴ | ۱۴ | تفیل | تفیل | ۱۰ | ۱۰ |
| انما یکون | انما یکون | | | قتل کرنا | قتل کرنا | ۱۳ | ۱۳ |
| اُس کی حدیث | اُس کی حدیث | ۱۱ | ۱۱۰ | مقدمہ | مقدمہ | ۸ | ۹۹ |
| الاوہام | الاوہام | ۱۲ | ۱۲ | گروہ | گروہ | ۳ | ۱۰۰ |
| زراور ابی | زراور ابی | ۱۴ | ۱۴ | قطریدک | قطریدک | ۱۱ | ۱۱ |
| اس | اس | ۱۲ | ۱۱۱ | فینفرون | فینفرون | ۱۵ | ۱۵ |
| مکرت | مکرت | ۵ | ۱۱۲ | اُن کو | اُس کو | ۱۴ | ۱۴ |
| شعبہ | شعبہ | ۶ | ۶ | گھٹ گھٹ | گھٹ گھٹ | ۵ | ۱۰۱ |
| شعبہ | شعبہ | ۱۱ | ۱۱ | راوی | راوی | ۸ | ۱۰۵ |
| یہی | یہی | ۴ | ۱۱۳ | نہیں | نہیں | ۱ | ۱۰۸ |
| ہذا اللفظ | ہذا اللفظ | ۵ | ۱۱۳ | کہا ہے | کہا ہے | ۲ | ۲ |
| اصطلاحہ | اصطلاحہ | ۶ | ۶ | مہتمم | مہتمم | ۱۰ | ۱۰ |
| قویہ بالانقیاض | قویہ بالانقیاض | | | | | | |

| صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ | صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ |
|------------------------------|------------------|------|------|--|-------------|------|------|
| جابر بن عبد اللہ بن عبد اللہ | جابر بن عبد اللہ | ۸ | ۱۱۶ | جلد اول جلد ابن عدی فی کامل و ذہبی | | | |
| کسی معتبر | کسی معتبر | ۷ | ۱۱۷ | فی المیزان هذا الحديث على وجه | | | |
| نہیں ہیں | نہیں | ۲ | ۱۱۸ | الاستسکار وقال هو معروف به (ص ۳۳۳) | | | |
| طریقہ | طریقہ | ۱۵ | ۱۱۹ | (۱۲) و عکمر بن عمار علی بن زیاد | | | |
| فیختی | فیختی | ۱۳ | ۱۲۵ | عکمر بن عمار قد ضعف بعض | | | |
| شیخوں | شیخوں | ۳ | ۱۲۶ | وثقة آخرون وقال يوالرازي هو | | | |
| کرنے کے وسط | کرنے کے وسط | ۱۶ | ۱۲۷ | مدلس فلا يقبل - | | | |
| کرد اللین | کرد اللین | ۱ | ۱۲۸ | عکمر | عکمر | ۷ | ۱۱۳ |
| کہ عبادت زہد | کہ عبادت زہد | ۲ | ۱۳۱ | بعض نے اچھا | بعض نے اچھا | ۸ | ۱۱۴ |
| اور رافضیہ | اور رافضیہ | | | کہا ہے | کہا ہے | | |
| زید اور رافضیہ | زید اور رافضیہ | | | حدیث حجت | حدیث حجت | ۲ | ۱۱۵ |
| میں شغل | میں شغل | | | ان | ان | ۸ | ۱۱۶ |
| جوسجدہ | جوسجدہ | ۱۵ | ۱۳۳ | د (۱۷) کے ادب پر ترجمہ عبد الرزاق | | ۶ | ۱۱۷ |
| تختار ادعا | تختار ادعا | ۱۲ | ۱۳۴ | دار الجہاد | | | |
| کرتیہ اور کبھی | کرتیہ اور کبھی | ۱۲ | ۱۳۵ | جو بے لیس | جو بے لیس | ۷ | ۱۱۸ |
| خواب غور | خواب غور | ۱۲ | ۱۳۶ | (۱۸) ابن طبرانی تفریہ | | ۶ | ۱۱۹ |
| اٹھانا | اٹھانا | ۵ | ۱۴۰ | ابن طبرانی تفریہ | | | |
| میں نہ آئے | میں نہ آئے | ۱۰ | ۱۴۱ | خرجه الطبرانی في معجمه الأوسط ابن طبرانی | | | |
| چورے | چورے | ۱۱ | ۱۴۲ | | | | |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|------------|----------------|
| ۱۴۹ | ۱۳ | اسی بے زار | اسی طرح بے زار |
| ۱۵۰ | ۱۵ | کرو دتا ہے | کرو دیتا ہے |
| ۱۵۱ | ۳ | نفرت سے | نفرت ہے |
| ۱۵۲ | ۴ | مغور ہو | مغور ہو |
| ۱۵۳ | ۳ | ہر کبھی | ہر کبھی |
| ۱۵۴ | ۱۲ | کمانے والے | کمانے والے کے |
| ۱۵۵ | ۹ | یقین | یقین |
| ۱۵۶ | ۲ | بیاید | بیاید |
| ۱۵۷ | ۵ | جرم کا | جرم کا |
| ۱۵۸ | ۷ | بڑا نتیجہ | بڑا نتیجہ |
| ۱۵۹ | ۱۱ | خیرات خور | خیرات خور |
| ۱۶۰ | ۵ | نہ دی | بھی نہ دی |
| ۱۶۱ | ۱ | چوڑے | چوڑے |
| ۱۶۲ | ۹ | زندہ حاکم | زندہ حاکم |
| ۱۶۳ | ۱۶ | تخص | تخص |
| ۱۶۴ | ۱۷ | نبار یہ | نبار یہ |
| ۱۶۵ | ۱۰ | آشناؤں | آشناؤں |
| ۱۶۶ | ۱۳ | تھکائی صلی | تھکائی صلی |
| ۱۶۷ | ۷۴ | سلوک کے | سلوک کے |
| ۱۶۸ | | ساتھ ترین | پیش آئین |
| ۱۶۹ | ۱۰ | کرتی ہے | کرتی ہے |
| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| ۱۶۹ | ۱۵ | پھر انہوں | پھر انہوں کو |
| ۱۷۰ | ۳ | اکر | مگر |
| ۱۷۱ | ۷ | منصف | منصف |
| ۱۷۲ | ۱۷ | ان | اس |
| ۱۷۳ | ۱۷ | اُس | اس |
| ۱۷۴ | ۲ | چن گئیں | چن گئیں |
| ۱۷۵ | ۷ | (سنہ گئی) | (سنہ گئی) |
| ۱۷۶ | ۱۶ | بڑا سلجھا | بڑا سلجھا |
| ۱۷۷ | ۱۷ | مخالف | مخالف کیا |
| ۱۷۸ | ۳ | شیخ مخلوط | شیخ ممنوعہ |
| ۱۷۹ | ۱۰ | تکنتے تھے | تکنتے تھے |
| ۱۸۰ | ۴ | مانند جو | مانند ہے جو |
| ۱۸۱ | ۱۱ | قدرت حق | قدرت احد |
| ۱۸۲ | ۱۶ | اسی جگہ | اسی جگہ |
| ۱۸۳ | ۳ | - توقیر کی | - کیا توقیر کی |
| ۱۸۴ | ۱۲ | حب العباد | حب العباد |
| ۱۸۵ | ۶۵ | حق ہین | حق بین |
| ۱۸۶ | ۱۰ | بعض | بعض |
| ۱۸۷ | ۱۲ | بسر کرین | بسر کرے |
| ۱۸۸ | ۹ | وقت کے | وقت کو |
| ۱۸۹ | ۱۶ | تک بھی | تک کا بھی |

| صفحہ سطر | غلط | صحیح | صفحہ سطر | غلط | صحیح |
|----------|-----|------------------------------|----------|-----|--------------|
| ۲۰۱ | ۹۰۸ | غور کرنے سے غور کجی | ۲۱۸ | ۱۱ | مسلمان |
| ۲۰۲ | ۳ | ممنیز | ۱۲ | ۱۲ | نہ کہ |
| ۲۰۳ | ۱۲۷ | کند | ۲۱۹ | ۱۵ | دیکھا ہوگا |
| ۲۰۵ | ۹ | استمداد | ۲۲۱ | ۷ | کی کرتا ہے |
| ۲۰۶ | ۱۲۲ | ہم نے زیادہ ہم نے زیادہ کجی | ۲۲۲ | ۱۱ | اضفا |
| ۲۰۷ | ۸ | عطا ہے | ۲۲۳ | ۷ | انتظام |
| ۲۰۸ | ۱۵ | اسی جگہ | ۲۲۴ | ۸ | ظلم |
| ۲۰۹ | ۷ | مخلوقات کو مخلوقات سے عموماً | ۲۲۵ | ۴ | آپ کو |
| ۲۱۰ | ۲ | ہمیشہ جان | ۲۲۶ | ۵ | ناریدی |
| ۲۱۱ | ۹ | جب اس | ۲۲۷ | ۱۲ | سرور |
| ۲۱۲ | ۲ | ذیویر | ۲۲۸ | ۲ | تابع |
| ۲۱۳ | ۱۳۰ | طرح شاخت | ۲۲۹ | ۱۸ | اٹش رانا پور |
| ۲۱۴ | ۸ | اور یہ | ۲۳۰ | ۹ | پہلے چارگی |
| ۲۱۵ | ۱۶ | ان اوھن | ۲۳۱ | ۱۵ | ہو گئے |
| ۲۱۶ | ۱۷ | خام خیالی | ۲۳۲ | ۱۰ | کس قدر |
| ۲۱۷ | ۱ | موافق ہیں | ۲۳۳ | ۱۱ | اس |
| ۲۱۸ | ۹ | اس کے | ۲۳۴ | ۲ | ایسا دھوکا |
| ۲۱۹ | ۹ | بریل | ۲۳۵ | ۱۱ | خمشوع |
| ۲۲۰ | ۱۲ | خارج ہوا | ۲۳۶ | ۶ | جج کو |

that believe that *the Quran is the word of God* because it is not inconsistent with the facts of nature, which is the work of God, I have made this principle my guide throughout the work in dealing with these questions and whether or how far I have succeeded in my attempt, I would leave it to my readers to decide.

It must, however, be borne in mind that my plan prevented me from exhausting the questions I have discussed. My plan would rather have been thwarted than furthered, had I attempted to write lengthy articles on every topic, but brief though these articles may be, yet they are, I hope, clear enough to convince my co-religionists and the unbiassed Europeans of the truth they contain. I have, however paid greater attentions to the necessity of appealing to the judgement of my own co-religionists than persuading men of other creeds and denominations, and if I succeed in winning over men of my own religion to my side, I shall congratulate myself on the success of my endeavour.

I am sorry the dream could not be published earlier. The reason was that soon after the plan of this dream was conceived, my attention was directed to some other political questions of the day and the result was that I left the dream unfinished and commenced writing a series of Political Articles that appeared for some months in the *Kohi-Noor Akhbar* of Lahore in 1885, and were subsequently in July last reproduced in book form by my friend Munshi Sirajuddin Superintendent Stationery and Printing Office, Sirmoor State, and Editor of Sirmoor Gazette Nahan, under the title of "*Mazamin-i-Political*" or Political Essays:

In conclusion I would first thank the Grand Old man of India (SIR SYAD AHMAD KHAN) for his having taken the lead in the path of Musalman Reformation, and then my friend Dr. Fazaluddin of Bhera, who encouraged me in my speculation by running with me the equal risk of this publication.

20th December 1888.

AHMED SHAFI.

PREFACE.

I conceived the plan of this dream early in 1885. I thought that instructions imparted in this shape would suit my country-men much better than any other mode of admonition, and if the perusal of this dream produce the desired result, I shall think that I have not labored in vain.

The appearance of *Mahdi Saudani* in Egypt, the circulation of his forged letter in India and his partial but transitory success in one or two engagements made the "Dogma" of Mahdi's advent, a subject of much discussion, both among the English and the Indian Mosalmans.

Complications with Russia at the same time raised many other questions, all bearing on the fidelity and loyalty of the followers of the Prophet in this country.

While haughtily discussion of these questions, was carried on in Anglo-Indian Journals, I imposed upon myself the task of Examining whether the Dogma of, and the popular belief in, the advent of a Mahdi were supported by the Quran. I thought most naturally that such a momentuous Prophecy could not have been admitted from that sacred book, if this were really to happen. I made, therefore, a diligent search in that Holy Book from one end to the other, but found not the least direct or indirect allusion to it.

I then referred to the able article written by Sir Syad Ahmad Khan on the subject. His deep researches and profound enquiries most satisfactorily proved that all the traditions bearing on the subject were apocryphal, and that the Dogma was nothing more than a mere fabrication, invented by early political Mosalman factions to serve their own ends.

While disburdening the mind of my co-religionists of this unwarranted dogma, I took the opportunity of touching briefly on the subject of *Jahad* (Religious wars) and of discussing other important questions of Political Social and Moral Reforms also at the same time, and as I am one of those men